آیات محکمات اور متشابہات:
تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں
(بیانی، موضوعاتی اور فکری تجزیہ)

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (علوم اسلامیہ)

ve\Desktop\unused\PhD\logo.
not found.

مقالہ نگار:

محمد احسن قریشی

نگران مقالہ:

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق یوسفزئی

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

مارچ ۲۰۱۳ء

آیات محکمات اور متشابہات:
تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں

(بیانی، موضوعاتی اور فکری تجزیہ)

مقالہ نگار

محمد احسن قریشی

ایم اے (اسلامیات) پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۵

یہ مقالہ

پی ایچ۔ڈی (اسلامیات)

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف ہارسٹڈیز

(علوم اسلامیہ)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

مارچ ۲۰۱۳ء

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف ہائر سٹڈیز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: آیات محکمات اور متشابہات: تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں
(بیانی، موضوعاتی اور فکری تجزیہ)

پیش کار: محمد احسن قریشی رجسٹریشن نمبر: 295-MPhil/IS/2007

ڈاکٹر آف فلاسفی

شعبہ: علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی (نگران مقالہ) ________________

پروفیسر ڈاکٹر شذرہ منور (ڈین فیکلٹی آف ہائر سٹڈیز) ________________

میجر جنرل (ر) مسعود حسن (ریکٹر) ________________

تاریخ: ___________

اقرار نامہ

میں ، محمد احسن قریشی ، حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز ،اسلام آباد کے پی ایچ ۔ڈی سکالر کی حیثیت سے پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی کی نگرانی میں کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لئے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گا۔

محمد احسن قریشی

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز ،اسلام آباد

مارچ ۲۰۱۳ء

تصدیق نامہ

محمد احسن قریشی نے اپنا مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی (اسلامیات) ، آیات محکمات اور متشابہات : تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں (بیانی ،موضوعاتی اور فکری تجزیہ) ،میری نگرانی میں لکھا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی اور تنقیدی دونوں حوالوں سے پی ایچ۔ڈی کے معیار کے مطابق ہے۔میں سفارش کرتا ہوں کہ اس مقالے کو جانچ کے لئے بیرونی محققین کو بھجوایا جائے۔

____

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی

سپروائزر

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز ،اسلام آباد

مارچ ۲۰۱۳ء

ABSTRACT

The Holy Quran is the last revealed Book of Allah. It is a source of perfect guidance and inspiration for all the Muslims of the world. It has specific terminology and every word of it implies a number of meanings and shades. In Surah 3 entitled "The Family of Imran" two contrastive terms, Muhkamat (Clear in Meaning) and Mutashabihat (Not very clear in meaning or resemblances) have been used in its verse 7. The Muhkamat and Mutashabihat dichotomy has been widely debated by the medieval Arab scholars and prominent theologians. The literature of exegesis is full of great variety of meanings, dimensions and explanations. However, the word Mutashabihat was not perceived well until the recent time and the present age of science. When the matter was looked into its real perspective of present scientific knowledge it revealed another side of the story. So it was made the subject of PhD thesis under the above mentioned caption. The thesis was divided into five subsections comprising the following.

1. Muhkamat and Mutashabihat - Meanings and Division.
2. Muhkamat and Mutashabihat - Identification and Examples
3. Verse 7 of Surah Al-e-Imran (Family of Imran) in the light of Exegesis
4. Muhkamat and Mutashabihat - In the light of Usool-e-Fiqh
5. Muhkamat and Mutashabihat - In the light of Modern Knowledge

In the fifth section the writer has tried his best to clear picture of Mutashabihat verses. At the end of the work substantial annotated

illustrations provide a detailed and comprehensive guide to the topic.

Now it is up to the readers and the scholars to conclude how well the author has contributed, interpreted and disclosed the much hidden message of the verse.

انتساب

والدین کریمین

بالخصوص انتہائی شفیق اور مہربان والد اور استاذ

پروفیسر صابر حسین قریشی

کے نام

جن کے ' **صَبَر** ' نے

مجھے صحیح معنوں میں ' **اَحسَن** ' بنا دیا

اور

میرے پیارے بیٹے

عبدالحنان محمد حاذق

کے نام

جس کی دھڑکنوں کے ساتھ

میری سانسیں جڑی ہیں ۔

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے رب العلمین کی حمد و ثناء کے بعد صد شکر ادا کرتا ہوں جس نے اپنے پیارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن کریم نازل کی، اسے تا قیامت محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا اور ایسی آیات نازل کیں جو زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے معنی اور مفہوم میں اتنی وسعت رکھتی ہوں کہ ہر دور کی ضروریات اور مسائل کا احاطہ کر سکیں ___ اللہ تعالٰی کی شان عظیم کے بعد میں نبی اکرم ﷺ کی ذات پر صد ہا صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہوں جن کے بارے میں اتنا کافی ہے

گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہی است

اس کے بعد میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے ارباب بست و کشاد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے لسانیات سے ہٹ کر شعبۂ علوم اسلامیہ کو بھی جزو جامعہ بنایا اور طلبا کے لئے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے راستے ہموار کئے۔

میں ڈین شعبہ ایڈوانس انٹگریٹڈ سٹڈیز اینڈ ریسرچ محترمہ پروفیسر ڈاکٹر شذرہ منور صاحبہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بھرپور اعانت اور سرپرستی کا حق ادا کر دیا۔

تاہم مقالہ کی تکمیل اور گلدستہ ہذا کی تیاری میں ایک ایسی شخصیت کا تذکرہ نہایت ہی ضروری ہے جن کی ذاتی دلچسپی، مساعی جمیلہ اور علمی و قلمی استعانت نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ وہ شخصیت ہے جناب پروفیسر ڈاکٹر ضیا الحق یوسف زئی کی، جو عمل میں شعبۂ اسلامیات کے سربراہ ہیں اور اپنے طلبا کی فکری اور تحقیقی رہنمائی میں ان تھک کوشش اور بھرپور محنت پر یقین رکھتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ ان کی بھرپور نگاہِ کرم نے مجھ جیسے ناقص اور کم علم کو عامیوں کی محفل سے اٹھا کر سکالرز کی صف میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ وگرنہ من آنم کہ من دانم۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو زندگی اور صحت کاملہ کی دولت سے مالا مال رکھے اور انہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ ان کے جلائے ہوئے چراغوں کی روشنی آندھیوں اور طوفانوں میں بھی مدہم نہ ہونے پائے (آمین)

اس مقالے کی تحقیق کے دوران بہت سارے احباب و رفقاء کی مدد کی ضرورت پیش آئی۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم صاحب نے کمال شفقت اور مہربانی فرماتے ہوئے اپنے گھر پر نہایت قیمتی الفاظ میں رہنمائی فرمائی، ان کی تحریر کردہ کتب سے بہت زیادہ رہنمائی ملی۔ اس سارے عمل کے دوران بہت سارے حفاظ اور قرآء حضرات کا تعاون بھی شامل حال رہا جنہوں نے مقالے میں موجود آیات کی تلاش اور تصحیح میں بھرپور مدد کی ان میں سے چند کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں حافظ عبد الرشید، قاری امجد محمود، قاری محمد رمضان اور مفتی محمد علی صاحب۔ یہاں پر ایک اور شخصیت پہلوان محبوب صاحب اور ان کے صاحبزادے حافظ احمد جنید اختر کا تذکرہ بھی انتہائی ضروری ہے جن کی علم دوستی کے باعث مجھے بہت سی نادر اور نایاب کتب بآسانی ان کی لائبریری میں دستیاب ہوسکیں۔

اس سارے عرصے میں والدین کی دعاؤں کا ساتھ یقینی طور پر رہا جس کے لئے میں اپنے والدین کا انتہائی مشکور اور ممنون ہوں کیونکہ ان کے بغیر اس مقالے کی تکمیل کسی بھی طور ممکن نہ تھی۔ میں اپنی اہلیہ اور بچوں، حفصہ، محمد حذیفہ، محمد حاذق اور حائقہ کا بھی شکرگزار ہوں جنہیں اس عمل کے دوران، میں ٹائم نہیں دے سکا لیکن پھر بھی انہوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔

فہرست ابواب

مقالے کا دائرہ کار

مقالے کا عنوان : آیات محکمات اور متشابہات : تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں ، بیانی ،موضوعاتی اور فکری تجزیہ رکھا گیا تھا ۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت 7 کو تفاسیر اور علوم عصریہ کی روشنی میں تین مختلف نوعیّتوں یعنی بیانی ،موضوعاتی اور فکری انداز میں پرکھا گیا ۔

پہلے باب میں آیات محکمات اور متشابہات کے مفہوم کو لغوی اور اصطلاحی معنوں میں بیان کیا گیا اور مختلف موضوعات کی صورت میں ان کی تقسیم کی گئی اور فکری تجزیہ کیا گیا ۔ دوسرے باب میں محکمات اور متشابہات کی نشاندہی کی گئی ، ان کی مثالیں بیان کی گئیں اور اَحسن اور غلط تاویلات کے موضوعات قائم کر کے ان کو فکری انداز میں جانچا گیا ۔ تیسرے باب میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کو مختلف تفاسیر کی روشنی میں ، خواہ مختصر بحث کرنے والی تفاسیر ہوں یا تفصیلی بحث کرنے والی ،موضوعی اور فکری نقطۂ نظر سے بیان کیا گیا اور 'ام الکتاب' کی الگ توضیح کی گئی ۔ چوتھے باب میں محکمات اور متشابہات کو اصول فقہ کے ترازو میں تولا گیا ۔ اصول فقہ کی روشنی میں متقابلات ، ظاہر اور خفی ،نص اور مشکل ،مفسر اور مجمل اور محکم اور متشابہ کو دیکھا گیا ۔ اور متعلقات نصوص کو عبارۃ النص ، اشارۃ النص ، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے موضوعات کے تحت پرکھا گیا اور اس بنیاد پر فکری تجزیہ کیا گیا کہ ان اصطلاحات کا فقہی مسائل پر کیا اثر پڑا اور یہی فقہی مسائل کس طرح معاشرے میں اختلافات کا باعث بن گئے اور اس سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے ؟ پانچویں باب میں محکمات اور متشابہات کو علوم

عصریہ کی روشنی میں دیکھنے کی سعی کی گئی اور متشابہات کی حکمت بیان کی گئی۔صدیوں کی متشابہات کی نشاندہی کی گئی، عصر حاضر کی تحقیقات کے پس منظر میں بحث کی گئی اور متشابہات کو محکمات میں تبدیلی کا عمل بیان کیا گیا۔آخر میں خلاصۂ بحث پر بات ہوئی اور سفارشات اور تجاویز پیش کی گئیں۔

مقالے میں کثیر قرآنی آیات کا استعمال ہوا اس لئے ترجمہ ایک 'مسئلہ' تھا۔چنانچہ ان گنت تراجم کو دیکھنے کے بعد زیادہ سے زیادہ آیات کے ترجمے کے سلسلے میں شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب کے شائع کردہ قرآن مجید کے اردو ترجمہ کو اختیار کیا گیا اس لئے کہ اس کی یہ صفات صفحہ اوّل پر درج ہیں:

۱۔ یہ ترجمہ ممتاز علمی شخصیت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے کیا۔

۲۔ یہ ترجمہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے معتمد و مصدّق ہے۔

۳۔ جید علمی شخصیت مولانا ابوالحسن علی الندوی نے مترجم ومفسر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

''اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ ہے۔''

۴۔ مولانا محمود الحسن کے کئے ہوئے ترجمہ کی تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھی ہے اور ضروری تصحیحات کا مراجعہ رابطہ عالم اسلامی (ادارۃ القرآن الکریم) کی طرف سے فضیلۃ الشیخ سید عنایت اللہ شاہ کاکاخیل نے کیا ہے۔

۵۔ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اس کی طباعت ونشر کا فیصلہ کیا ہے

۶۔ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس کی طرف سے اردو خواں مسلمانوں کی خدمت

میں ہدیۂ پیش کیا جاتا اور لاکھوں مسلمان اس سے مستفید ہوتے ہیں ۔

مقدمہ

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں میں انسان کی پوری راہنمائی کرتا ہے۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید میں تمام نوع انسانی کے لئے ہدایت موجود ہے اور یہ ہر وقت اور ہر زمانے کے لوگوں کو ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ ادا کرتا رہا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا۔ یہ کسی مخصوص زمانے یا عہد کے لئے نازل نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہر صدی کے لئے ہے۔

اس تصور سے یہ جستجو میرے دماغ میں بیٹھ گئی کہ اس مقصد کے لئے اللہ نے کیا منہج اختیار کیا ہے؟ چنانچہ ذاتی مطالعہ کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے لیکچرز کی باقاعدہ سماعت بذریعہ ٹیلی ویژن نے مزید تجسس پیدا کیا۔ بالخصوص لوگوں کے سوالات اور ڈاکٹر موصوف کے برجستہ جوابات نے ذہن کو خوب متاثر کیا

اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے بتایا کہ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ط (سورۃ یونس ۱۰:۹۲)

ترجمہ: آج ہم تیرے بدن کو بچا کر رکھیں گے تا کہ تو آنے والی نسلوں کے لئے ایک سبق بن جائے۔

اس وقت کسی شخص کے ذہن کے کسی کونے میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی لیکن آج جب فرعون کی لاش کو مصر کے عجائب گھر میں محفوظ حالت میں دیکھا جا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے سچا ہونے کی واضح دلیل مل جاتی ہے۔ اسی طرح بہت سارے ایسے سوالات

موجود ہیں جن کے جوابات علوم جدید نے دے دیئے ہیں، جن سے قرآن کے من جانب اللہ ہونے کی حقانیت وسچائی کا برملا اظہار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کے زیادہ سے زیادہ امور کو مقالہ ہذا میں جگہ دینے کا عزم کیا گیا ہے۔

قرآن مجید چونکہ انسانوں کی زبان میں نازل کیا گیا ہے اور اس سے عوام وخواص سب کی ہدایت مقصود ہے اس لئے بعض مطالب محکمات سے بیان ہو سکتے ہیں اور بعض تمثیل سے اسی طرح اکثر حقائق عوام کے سمجھنے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ حقائق زمانہ کے لحاظ سے ذی علم بھی سمجھنے سے قاصر وعاری ہوتے ہیں۔ پیغمبرؐ کی روحانی اصلاح وتربیت کو مدنظر رکھ کر آیات ربانی کا نزول ہوتا ہے جو اس زمانہ کے اہل علم کی معلومات کے مناسب ہوتا ہے لیکن جب علم ومعلومات کی ترقی ہوتی جاتی ہے تو مزید مخفی امور سمجھ میں آتے جاتے ہیں۔ یہی صورت قرآن مجید کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اگر تمام کلام محکمات پر مشتمل ہوتا تو یہ وقتی اور اسی عہد کے لوگوں کے لئے ہوتا لیکن جوں جوں علم ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے گا، آیات متشابہات ہی اس کی صداقت کا ثبوت فراہم کرتی چلی جائیں گی۔ لہٰذا اسی بنیادی مفروضہ کو سامنے رکھ کر تحقیق کی گئی۔

آیات متشابہات کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں۔

۱۔ وہ آیات مبارکہ جو حروف مقطعات اور صفات الٰہیہ پر مشتمل ہیں۔ حروف مقطعات کے بارے میں لغت بھی ہماری کوئی مدد نہیں کرتی اس لئے ان کا معنی تو درکنار مراد متکلم معلوم ہونا بھی ناممکن ہے اور ان کے بارے میں رائے زنی نہیں کی جاسکتی، اس لئے اس مقالے میں ان متشابہات پر بات کرنا مقصود نہیں۔

۲۔ آیات متشابہات کی دوسری قسم ان آیات پر مشتمل ہے جن کا تعلق احکام اور عقائد کے ساتھ ہے۔ ان متشابہات پر فقہاؒ نے مختلف انداز فکر اپناتے ہوئے فلسفیانہ اور کلامی

مباحث کی ہیں ۔ چونکہ ان پر تقریباً تمام فقہاً ہر پہلو سے سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس لئے اس مقالے میں ان متشابہات کو بھی زیر بحث نہیں لایا گیا ۔

۳۔ متشابہات کی تیسری قسم ان متشابہ آیات پر مشتمل ہے جن کی مدد سے قرآن کو ابدی حیثیت دینا مقصود ہے۔ یہ ایسی آیات ہیں جن کا تعلق کائنات کے ساتھ ہے اور ان پر غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ متشابہات سے نکل کر محکمات میں شامل ہورہی ہیں ۔موجودہ دور کی جدید سائنس کی مدد سے ان آیات کے معانی واضح ہو کر سامنے آرہے ہیں اور نہ صرف قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک بھی قرآن کو زندہ و جاوید رکھنے کا فریضہ سرانجام دیں گی۔ یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ سائنس کی مدد سے ہونے والی وضاحت اٹل اور غیر متبدل نہیں ہے، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان نئے معانی و مفہوم میں مزید تبدیلی ممکن ہے۔ کیونکہ دوام اگر حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف میرے رَب کے فرمانوں کو جن میں زیر، زبر اور پیش کی تبدیلی بھی ممکن نہیں۔

اس مقالے میں آیات متشابہات کی اس تیسری قسم کو زیر بحث لانے کی سعی کی گئی تاکہ ایک طرف قرآن میں غور وفکر کرنے کے قرآنی کی حکم کو پورا کیا جا سکے تو دوسری طرف قارئین میں قرآن کو پڑھنے اور اس میں مزید تدبر کرنے کا شوق بھی پیدا کیا جائے ۔

یہ مقالہ تحریر کرتے ہوئے کسی مخصوص سوچ یا فکر کو نہیں اپنایا گیا بلکہ جہاں سے بھی اچھی بات ملی اسے اخذ کرلیا گیا ہے ۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ رنگ برنگے پھولوں کو یکجا کر کے ایک خوبصورت گلدستہ بنا دیا جائے جو نہ صرف دیکھنے میں دلکش اور خوبصورت ہو بلکہ قارئین کے قلب و جان کو تا دیر معطر رکھے۔ اور اس میں اتنی کشش ہو کہ راہ ُحق کے متلاشی دور دور سے اڈے چلے آئیں اور اس کی خوشبو میں مسحور ہو کر مزید حقائق کی تلاش میں، تحقیق کی نئی وادیوں میں مائل بہ سفر ہو جائیں۔

مقالے کا مقصد

مطالعۂ قرآن مجید کے دوران جب سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر نظریں ٹھہریں تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محکم آیات کے ساتھ ساتھ متشابہات بھی نازل کر رکھی ہیں اس سے سوال پیدا ہوا کہ جو چیز شبہ میں ڈال دینے والی ہو اس کے نزول میں کیا حکمت پوشیدہ ہوگی؟ مزید غور کرنے پر عقدہ کھلا کہ اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کے وقت جن بعض امور کا اِخفا کیا ان کا قیامت تک بذریعہ تحقیق اور جستجو بتدریج اظہار ہوتا چلا جائے گا جس سے قرآن کے ابدی ہونے پر مہر ثبت ہوتی چلی جائے گی۔ اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر مزید غور و تدبر کرنے کا حوصلہ ہوا اور اسے اپنی تحقیق برائے پی ایچ ڈی کا موضوع منتخب کرلیا۔

تحقیق کے لئے متعین موضوع پر کام کرنے کے خصوصی مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔ سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی مختلف تفاسیر میں بیان کردہ تشریحات کو اکٹھا کیا جائے ان کا مجموعی جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ کن کن امور پر زیادہ تر مفسّرین کا اجماع ہے اور کون کون سے امور باعث تفریق ہیں؟

۲۔ قرآن مجید میں موجود متشابہ آیات کا مفہوم آج سے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے تک بالکل واضح نہیں تھا کیونکہ علم اتنے عروج پر نہ تھا۔ اس لئے اس امر پر غور وفکر کرنا ہے کہ متشابہات کے نزول میں آخر کون سی حکمت کارفرما تھی؟

۳۔ آج جب علم جدید ترقی کی تمام منزلیں عبور کرکے اوج ثریا تک پہنچ گیا ہے تو بہت سے خفیہ سوالات کے جوابات خودبخود سامنے آرہے ہیں۔ یہ جوابات علوم جدید

نے دیئے ہیں، جن سے قرآن کے من جانب اللہ ہونے کی حقانیت وسچائی کا برملا اظہار ہو جاتا ہے۔ اسی قسم کے زیادہ سے زیادہ امور کو مقالہ ہذا میں دینے کا عزم کیا گیا ہے اور یہی بنیادی مقصدِ تحقیق بھی ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور اسے تاقیامت اپنی اصلی حالت میں رہنا ہے اور ہر عہد اور ہر زمانے کے سوال کا جواب پیش کرنا ہے اس لئے اس کی دائمی اور ابدی حیثیت اس بات کی متقاضی تھی کہ کچھ باتیں ایسی حالت میں رکھ دی جائیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ ظہور پذیر ہوتی چلی جائیں چنانچہ اب تک بے شمار ایسے اسرار سے پردہ اٹھ چکا ہے اور بہت سے اسرار ورموز باقی ہیں جن کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ بقول ڈاکٹر غلام جیلانی برق

''ایک زمانہ آکر رہے گا جب قرآن عظیم کی تمام متشابہات،
محکمات میں بدل جائیں گی۔'' (دوقرآن،ص ۲۸۲)

ہماری تحقیق سے یہ ثابت کرنا مقصد ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعے جو بات اپنی امت کو بتائی تھی وہ آج ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہے۔

1 ۔ باب اوّل　　آیات محکمات اور متشابہات : مفہوم اور تقسیم

1.1 فصل اوّل　　محکمات کا مفہوم

1.1.1 لغوی :

''محکمات'' کا لفظ صرفی طور پر اسم مفعول اور جمع مؤنث سالم ہے جبکہ مُحْکَمَۃٌ مفرد اور اِحْکَامٌ علی وزن اِفعال اس کا مصدر ہے ۔محکمات سے لغوی مراد ہے پختہ اور درست اور اصطلاح میں وہ الفاظ ہیں جن کی دلالت اپنے معانی پر ایسی ہو جس میں نہ اجمال ہو اور نہ اشتباہ اور ان کی دلالت علی المعنی اسی حد تک واضح ہو کہ غیر مفہوم کا احتمال نہ پیدا ہو سکے۔ (1)

علمائے لغت اور مفسرین نے لفظ محکمات کے لغوی معنی کو اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے اگر چہ ان کی عبارات مختلف ہیں لیکن کم وبیش سب کے بیانات کا مفہوم ایک ہی ہے ۔ان میں سے چند بیانات پیش کیے جاتے ہیں ۔

1. ڈاکٹر ابراہیم انیس نے 'معجم الوسیط' میں محکم کی تعریف یوں کی ہے ۔

الظاهر الذی لا شبهة فیه ولا یحتاج الی تاویل (2)

ترجمہ: محکم وہ ہے جو ظاہر ہو اور جس میں نہ کوئی شک ہو اور نہ ہی وہ تاویل کا

محتاج ہو۔

2. جصاص کے مطابق محکم کی تعریف اس طرح ہے:

اللفظ الذی لا اشتراک فیہ ولا یحتمل عند سامعہ الا معنی واحد و قد ذکرنا اختلاف الناس فیہ الا ان ھذا المعنی (3)

یعنی محکم وہ لفظ ہے جس کا کوئی مشترک نہ ہو، اور نہ ہی سننے والے کو کوئی اور مطلب سمجھ میں آئے اور نہ ہی اسکے معانی میں لوگوں کو اختلاف ہو

3. امام راغب اصفہانی کے خیال میں محکم وہ ہے جس میں ناقابل نسخ فیصلہ کر دیا گیا ہو۔ (4)

4. الزبیدی کے مطابق محکم وہ ہے جس کا مفہوم اور معنی بذات خود واضح ہو اور کسی دیگر تشریح کا محتاج نہ ہو۔ (5)

5. القاموس الوحید میں محکم کے معنی مضبوط و مستحکم، پختہ اور درست کے ہیں اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہ ہو۔ (6)

6. لفظ محکمات (واحد محکمہ)، مصدر احکمہ سے اخذ کیا گیا ہے اور جس کا مطلب ہے دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنا۔ یہ اسم فعل جمع ہے جس کے معنی ہیں فیصلے، احکامات۔ (7)

7. آکسفورڈ ڈکشنری آف اسلام کے مطابق محکمات کی تعریف اس طرح ہے:

"...verses of the Quran that are precise in meaning." (8)

ترجمہ: قرآن کی وہ آیات جو اپنے معنی میں واضح ہوں۔

8. یہ وہ آیات ہیں جن کا عربی زبان کے قواعد کے مطابق ایک ہی معنی ہو یا پھر آیت

کا معنی واضح طور پر معلوم ہو۔[9]

مذکورہ بالا لغوی تعریفات کے جائزہ کے بعد آیات محکمات کا لغوی مفہوم یہ نکلتا ہے کہ آیات محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں معنوی اعتبار سے کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ ہو اور ان کا واضح حکم اور فیصلہ پہلی ہی نظر میں عام قاری کی سمجھ میں آجائے اور اسے کسی تاویل کی ضرورت ہرگز محسوس نہ ہو۔

1.1.2 اصطلاحی:

آیات محکمات و متشابہات کے متعلق تقریباً ہر مفسر قرآن نے بحث کی ہے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ مفسرین کی آراء کا تجزیہ کیا جاتا ہے تاکہ اس تجزیہ کی روشنی میں استقرائی طریقہ (Inductive Method) سے ایک جامع اصطلاحی تعریف کا تعین کیا جا سکے۔

1. ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

مبینات بالحلال والحرام لم تنسخ یعمل بھا (10)

یعنی (محکم آیات وہ ہیں) جن میں حلال وحرام کے احکام ہیں جنہیں منسوخ نہیں کیا جاتا اور ان پر عمل کیا جاتا ہو

2. سید احمد حسن دہلوی، عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ قرآن میں جو آیتیں عمل کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ محکم ہیں۔ (11)

3. جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مفسرین نے جس طرح مختلف عبارات سے آیات محکمات کا مفہوم بیان کیا ہے، اسی طرح مفسرین صحابہ کرامؓ نے بھی محکمات کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔

☆ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: نسخ کرنے والی، حلال کے بارے میں اور حدود کے بارے میں اور فرائض کے بارے میں آیات کو محکمات کہا جاتا ہے۔

☆ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: محکمات وہ آیات ناسخات ہیں جن پر عمل کیا جاتا ہے۔

☆ ابن ابی حاتم، ربیع سے روایت ہے کہ محکمات وہ آیات ہیں جو اوامر تنبیہی پر مشتمل ہیں۔

☆ مشہور تابعی جریر، ایک صحابی کا قول روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

آیات محکمات رب کی حجت، بندے کی حفاظت، جھگڑوں اور ناطق کی رد سے دور ہیں اور ان میں کوئی زیادتی اور تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ (12)

4. شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جن کے مفہوم کے متعلق عربی زبان کے ماہر شخص کو کسی قسم کا تردّد یا تذبذب نہ ہو اور ان کے صاف اور صریح مفہوم کے سوا کوئی دوسرا مفہوم ہو ہی نہ سکے۔ (13)

5. ابن کثیر فرماتے ہیں کہ محکم آیات وہ آیتیں ہیں جن کا بیان بہت واضح، بالکل صاف اور سیدھا ہو اور ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہو۔ (14)

6. الزمخشری، کشاف میں فرماتے ہیں:

احكمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال والاشتباه (15)

ترجمہ: محکم آیت وہ قرآنی عبارت ہے جو احتمال اور اشتباہ سے محفوظ ہو

7. البروسوی کی رائے میں محکم آیات کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

أی قطعية الدلالة على المعنى المراد محكمة العبارة محفوظة من الاحتمال والاشتباه (16)

ترجمہ: جن کی معانی پر قطعی دلالت ہو۔ اور جن کی عبارت اتنی واضح ہو جس میں احتمال اور اشتباہ کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

8. قرطبی کی رائے میں محکم وہ ہے جس کی حقیقت، معنی اور تفسیر معلوم اور متعارف ہو۔ (17)

9. محمد لقمان السّلفی کے مطابق محکم آیات وہ ہیں جن کا معنی واضح اور جس کی دلالت

معنی پر ظاہر ہو۔ (18)

10. عبدالرحمٰن الکیلانی فرماتے ہیں کہ محکم آیات وہ ہیں جن کا مطلب واضح ہو ان میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا مطلب لیا جا سکتا ہو اور یہ غالباً حلال اور حرام سے متعلق احکام ہیں۔ (19)

11. عبدالحق حقانی کے نزدیک محکم کے معنی مضبوط اور حقیقت ثابتہ ہونے کے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ محکم ممنوع کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں ایک احتمال کے سوا دوسرے احتمال کو منع کیا گیا ہے۔ (20)

12. مولانا وحید الدین خان کے نزدیک محکم آیات وہ ہیں جن میں حقائق ثابتہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں کسی قسم کی تبدیلی اور نسخ نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے حقائق ثابتہ کو بیان کرنے میں محکم انداز، بالفاظ دیگر براہ راست اسلوب اختیار کیا ہے۔ (21)

13. عبد الحمید سواتی کے خیال میں محکم آیات وہ ہیں جن کا مفہوم واضح ہے اور جن کی زبان آسان ہے تاکہ انکے معانی متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔ (22)

14. عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی کے مطابق واضح مفہوم کی حامل آیات کو محکم آیات کہا جاتا ہے اور ان کے مفہوم میں نہ کوئی شبہ ہے نہ اشکال۔ (23)

15. مفتی احمد یار خان نعیمی کہتے ہیں کہ محکم آیات وہ ہیں جن کے معنی بالکل ظاہر اور دیگر احتمالات سے محفوظ ہوں۔ (24)

16. قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی کے نزدیک محکم آیات وہ ہیں جن کو زبان داں سن کر اشتباہ میں نہیں رہتا، نہ ظاہری الفاظ اس کے لئے شبہ آفریں ہوں، نہ مفہوم کلام،

نہ مقتضائے کلام اور غور کرنے کے بغیر ہی مفہوم اور مقتضا سمجھ میں آجاتا ہو۔(25)

17. علامہ مشرقی کے نزدیک محکم آیات میں کسی تشریح، کسی تاویل، کسی التوا، کسی مکروفریب کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔(26)

18. مولوی سید امیر علی کے مطابق محکم آیات سے مراد وہ آیات ہیں جن کی دلالت اپنے مفہوم پر واضح ہو۔(27)

19. عبدالقیوم مہاجر مدنی کے نزدیک محکم آیات وہ ہیں جن کی مراد معلوم اور متعین ہو اور لغت وترکیب وغیرہ کے لحاظ سے کوئی ابہام واجمال نہ ہو اور نہ عبارت کئی معانی کا احتمال رکھتی ہو اور نہ جو معنی سمجھا گیا وہ عام قواعد مسلمہ کے مخالف ہو۔(28)

20. مولانا مودودی کے مطابق 'آیات محکمات' سے مراد وہ آیات ہیں، جن کی زبان بالکل صاف ہو، جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔ جن کے الفاظ معنی ومدّعا پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں، جنہیں تاویلات کا تختۂ مشق بنانے کا موقع مشکل ہی سے کسی کو مل سکتا ہو۔(29)

21. مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک محکم آیات وہ ہیں جن کا معنی متفق علیہ اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو۔(30)

22. امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ محکم آیات وہ آیات ہیں جن میں آفاق وانفس کی بدیہیات، خیر وشر کے مسلمات اور معروف ومنکر کے قطعیات اور یقینیات کو بیان کیا گیا ہو۔(31)

23. حافظ صلاح الدین یوسف محکمات سے مراد وہ آیات مراد لیتے ہیں جن میں

اوامر ونواہی، احکام ومسائل اور قصص اور حکایات جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔ (32)

24. ملا جیون کے مطابق محکمات وہ آیات ہیں جن کی عبارت واضح اور معانی احتمالات و اشتباہ سے خالی ہوتے ہیں۔ گویا معانی صاف واضح اور معین ہوتے ہیں اور یہی کتاب کی اصل ہیں۔ (33)

25. عبداللہ یوسف علی کے نزدیک

"...the verses 'of established meaning' (muhkam) to refer to the categorical order of the shariat (or the Law),which are plain to everyone's understanding." (34)

ترجمہ: محکم آیات مسلمہ معانی والی آیات ہیں جو شریعت کے قطعی حکم کا درجہ رکھتی ہیں اور جو ہر ایک کی سمجھ میں آتی ہوں۔

مختصر یہ کہ محکمات کی مذکورہ بیان کردہ اصطلاحی تعریفات جو مختلف مفسرین نے لکھی ہیں اور جو مختلف صحابہ کرامؓ سے روایت کی گئی ہیں، میں عبارت کے اختلاف کے باوجود اصل مفہوم میں کم وبیش ایک جیسی ہیں، اور درج ذیل نکات پر مشتمل ہیں۔

محکمات میں :

۱۔ قطعیت ہوتی ہے اور ظنیت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۲۔ ان کا مطلب اور مدعا پہلی ہی نظر میں سمجھ میں آجاتا ہے۔

۳۔ ان کو زبان دان سن کر کسی اشتباہ میں نہیں رہتے۔

۴۔ ان کی تفسیر تو ہوسکتی ہے لیکن تاویل نہیں ہوسکتی اور رائے ظنی کی گنجائش نہیں۔

۵۔ ان کی تفسیر میں مفسر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرسکتا کیونکہ مفہوم بالکل واضح

ہوتا ہے۔

۶۔ ان کو عقل تسلیم کرتی ہے اور بدیہیات کے مفاہیم پر مشتمل ہوتی ہیں ۔

۷۔ ان کے مفاہیم کی وضاحت مشاہدہ، انسانی ذہن اور تاریخی حقائق سے ہوتی ہے۔

۸۔ جو نسخ کے احکامات کی تشریح ، جائز ، نا جائز ، قوانین ، حدود ، فرائض اور ان احکامات کے متعلق ہیں جن پر ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہے ۔

1.2 فصل دوم

متشابہات کا مفہوم

1.2.1 لغوی :

1. 'متشابہات' اسم فاعل(Active Participle) اور جمع مؤنث سالم (Feminine Sound Plural) ہے اور مفرد متشابهة ہے۔ مصدر تشابه علی وزن تفاعل ہے جس کا مادہ یعنی حروف اصلیہ (Radicals) ش ب ہ ہیں ۔ تشـابــہ کے معنی ہیں دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور مانند ہونا ۔ اور الشِبـــــہ، والشَبـــــہ، والشَبِیـــہ کے معنی ہیں مثل اور مانند کے ہیں ۔ اسی لئے کسی شئی یا واقعہ کو اگر کسی مثل یا مانند سے سمجھا یا جائے تو اس اسلوب انداز کو بلاغت کی زبان میں تشبیہ (Simile) کہا جاتا ہے۔(35)

2. 'معجم الوسیط' کے مطابق

النص القرآنی یحتمل عدة معانٍ(36)

ترجمہ: متشابہات وہ قرآنی آیات ہیں جن کے بہت سارے معنی ہوں

3. تاج العروس میں متشابہ کی تعریف یوں کی گئی ہے :

المتشابه مالم يتلق معناه من لفظه(37)

ترجمہ: متشابہ آیت وہ ہے جس کا لفظ سے اصلی معنی معلوم نہ ہو سکے ۔

4. 'المنجد' کے مطابق

تشابه الامر كان متشابهاً أی غیر محکم(38)

یعنی متشابہ آیت میں حکم غیر محکم ہوتا ہے یعنی یقینی طور پر اس کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا

5. سید عبد الدائم جلالی کے نزدیک متشابہات وہ آیات ہیں جن میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے متکلم کی مراد سامع پر مشتبہ ہوتی ہے۔(39)

6. سجاد میرٹھی کے خیال میں متشابہ آیات وہ ہیں جن کا صحیح مطلب واضح نہ ہو(40)

7. آکسفورڈ ڈکشنری آف اسلام متشابہ آیات کو 'Ambiguous' قرار دیتی ہے یعنی متشابہ آیات وہ ہیں جن کا مفہومِ اصلی غیر واضح ہو(41)

8. عبدالکریم پاریکھ کی رائے میں متشابہ آیت میں ان دیکھی چیز یعنی مجرد چیز (Abstract) کو سمجھانے کے لئے سمجھ میں آنے والی چیز سے سمجھایا جائے یا مثال کے ذریعہ سے ان دیکھی اور غیبی چیزوں کو سمجھایا جائے تاکہ مثال کے ذریعے وہ ان دیکھی چیز کسی حد تک ذہن میں آجائے ۔(42)

9. سید مرتضٰی حسین کے خیال میں متشابہ آیات وہ آیات ہیں جن کے معنی میں کچھ ابہام یا شبہ رہ جائے ۔(43)

1.2.2 اصطلاحی:

علمائے مفسرین نے متشابہات کے اصطلاحی مفہوم کو اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے ان کی عبارات میں اگرچہ محکمات کے مفہوم کی طرح اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف صرف تعبیراتی بیان (Expression) کا ہے مفہوم کا نہیں۔ کم و بیش ان کے تعبیراتی بیان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ تعبیراتی بیان میں اختلاف کے باوجود اگرچہ مفہوم ایک ہو تو اس اختلاف کو لفظی اختلاف (Verbal Difference) کہا جاتا ہے لیکن یہ حقیقی اختلاف (Semantic Difference) نہیں ہوتا۔ اسماء اللہ الحسنٰی میں اگرچہ لفظی اعتبار سے اختلاف ہے لیکن سب اسماء اللہ الحسنٰی لفظی اختلاف کے باوجود ایک ذات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى O (44)

ایک عربی شاعر نے ایسے اختلاف کو کس خوبصورتی سے شعر میں سمویا ہے۔

عِبَارَاتنا شتّٰی و حُسْنُکَ وَاحِدٌ

وَ کُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الجمالِ یشیرُ (45)

ترجمہ: ہمارا انداز بیان اگرچہ مختلف عبارات میں ہے لیکن یہ عبارات صرف اللہ تعالیٰ کے صفاتی جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو ایک ہے۔

ذیل میں چند تعبیراتی بیانات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں ایک ہی مفہوم کی نشاندہی کی جا سکے۔

1. حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں

☆ متشابہ آیات کے مفہوم کو قطعیت سے نہیں بیان کیا جا سکتا۔ (46)

☆ متشابہات قرآن کے منسوخ، مقدم، مؤخر، امثال، قسموں اور ان باتوں کا نام ہے جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے، مگر ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ (47)

2. مشہور تابعی مجاہدؒ نے صحابی سے روایت کیا ہے کہ حلال اور حرام کے بیان کے سوا جس قدر قرآن کا حصہ ہے متشابہ ہے جس میں بعض، بعض کی تصدیق کرتا ہے۔

3. مشہور تابعی عکرمہ اور قتادہ سے صحابی کے ذریعے مروی ہے کہ متشابہ وہ ہے جس پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر عمل نہیں کیا جاتا۔ (48)

4. ڈاکٹر محسن خان اپنی انگریزی تفسیر میں متشابہات کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"Not entirely clear" (49)

ترجمہ: (متشابہ آیات وہ ہیں) جن کا مفہوم مکمل طور پر واضح نہ ہو۔

5. عبداللہ یوسف علی متشابہات کو "Allegorical" قرار دیتے ہیں یعنی متشابہ آیات وہ ہیں جن کے مفہوم میں دو یا اس سے زائد معنی مراد لئے جا سکتے ہوں (50)

6. شاہ ولی اللہ متشابہات سے وہ آیات مراد لیتے ہیں جن سے بیک وقت دو یا اس سے زائد معنی مراد لئے جا سکتے ہوں اور بظاہر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے ان میں سے کسی ایک معنی کے حق میں فیصلہ کیا جا سکتا ہو۔ (51)

7. ڈاکٹر مظہر بقا کے مطابق متشابہ آیت وہ ہے جس کا اصلی علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہو۔ (52)

8. مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مطابق متشابہات وہ آیات ہیں جن کے اصل مفہوم کو کم فہم مخاطب سرسری نظر سے نہ پہچان سکے بلکہ اسے معلوم کرنے کے لئے کافی

سوچ بچار کی ضرورت ہو لیکن پھر بھی حتمی طور پر اس کے مفہوم کو متعین نہ کیا جا سکے۔(53)

9. مفتی محمد عاشق الٰہی کے نزدیک متشابہات وہ آیات ہیں جن میں صاحبِ کلام کی مراد اصلی ہمیں حتمی طور پر معلوم نہ ہو سکے۔(54)

10. ثناء اللہ پانی پتی کے مطابق آیات متشابہات وہ ہیں کہ جب تک شارع (اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے محکم عبارت میں ان کا بیان نہ ہو، کوئی لغت شناس اور واقفِ زبان غور اور تأمل کرنے کے بعد بھی ان کی مراد نہیں سمجھ سکتا۔(55)

11. عبدالرحمٰن الکیلانی ان آیات کو متشابہ قرار دیتے ہیں جن کا مفہوم ذہن انسانی کی دسترس سے بالا ہوتا ہے اور عقل کی گتھی سے اس کے اصل مفہوم کو واضح نہ کیا جا سکے۔(56)

12. عبدالحمید سواتی کے خیال میں متشابہ آیات وہ ہیں جو عمل سے متعلق نہ ہوں، محض ان پر ایمان لانا مقصود ہے۔(57)

13. مولانا غلام اللہ خان کی رائے میں متشابہ آیات وہ ہیں جن کی تاویل مختلف فیہ ہو اور ان کی اصل مراد فہم سے بالا ہو(58)

14. سرسید احمد خان کے خیال میں متشابہ آیت اس آیت کو کہتے ہیں جس کے کئی مطلب سمجھ میں آتے ہوں اور اصل مقصد کی تمیز نہ ہو سکتی ہو(59)

15. النسفی فرماتے ہیں:

متشابهات محتملات(60)

ترجمہ: متشابہ آیات وہ آیات ہیں جن میں (معنی کے اعتبار سے) کئی احتمالات ہوں

16. علامہ سیوطی کے مطابق یہ وہ آیات ہیں جن کا معنی اور علم اللہ رب العزت نے صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے مثلاً حروف مقطعات یعنی وہ ایسے اسرار (Divine Code) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شعبی فرماتے ہیں کہ جب بھی صحابہ سے سورتوں کے فواتح یعنی حروف مقطعات کی نسبت سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا ''ہر کتاب کا کوئی راز ہوا کرتا ہے اور اس کتاب کا راز سورتوں کے فواتح ہیں''۔ (61)

17. امام راغب اصفہانی کے نزدیک

''متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن کی لفظی یا معنوی مماثلت کی وجہ سے یقینی تفسیر بیان کرنا مشکل ہو۔ اگر چہ اس کے ظاہری معنی واضح ہوں لیکن ظاہری معنی سے مقصود کا علم نہ ہو سکے۔ (62)

مندرجہ بالا تعبیراتی بیانات سے آیات متشابہات کے مفہوم میں درج ذیل نکات واضح نظر آتے ہیں۔

آیات متشابہات وہ ہیں جن کا تعلق ماوراء عقل حقائق سے ہو اور انسان علم و حواس کے ذریعہ ان کا ادراک نہ کر سکے، (63)

جن کا تعلق ان غیبی امور سے ہے جو آج کے انسان کے لئے ناقابل ادراک ہیں۔ (64)

جن کا تعلق مابعد الطبیعیات (Metaphysics) سے ہو یعنی ایسی چیزوں سے ہو جنہیں دیکھا نہیں جا سکتا اور جو حواس خمسہ ظاہرہ (Exoteric Senses) سے محسوس نہیں کیا جا سکتا ہو۔ (65)

وہ آیتیں جو مفہوم کے اعتبار سے ہمارے مشاہدات و معلومات کی دسترس سے

یا ہر تمثیلی و تشبیہی رنگ میں قرآن نے بتائی ہوں ۔ (66)

اور جس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا اور دجال کا خروج اور سورتوں کے اوائل کے حروف مقطّعات ۔ یہ سب متشابہات ہیں ۔ (67)

دقیق تجزیہ کے بعد متشابہات کی اصطلاحی تعریفات میں عبارات کے اختلاف کے باوجود اصل مفہوم میں کم و بیش علمائے مفسرین کا اتفاق نظر آتا ہے، تنقیدی جائزہ کے بعد ایک مشترک مفہوم کی نشاندہی یوں کی جاسکتی ہے ۔

قرآن میں آیات متشابہات وہ آیات ہیں ۔

☆ جن میں قواعد اور لغت کی روشنی میں ایک سے زیادہ معنی لئے جاسکتے ہوں، جن میں کوئی لفظ تشبیہہ، مجاز مستعار کے طور پر استعمال ہوا ہو، جن میں عام مشاہدات کے برعکس کوئی ایسی بات ہو جو حواس خمسہ سے نہ معلوم ہو سکے، جن میں کسی حکم / واقعہ کا ذکر اجمالی طور پر ہو لیکن تفصیل کی گنجائش اور ضرورت موجود ہو، جن میں مطلب اور مدعا پہلی ہی نظر میں سمجھ نہیں آتا بلکہ اس میں گہری سوچ کی ضرورت ہو لیکن پھر بھی اصل مطلب کو قطعیت کے ساتھ نہ بیان کیا جاسکے، جن میں مفسر اپنی رائے کا اظہار کرسکتا ہے لیکن قطعی انداز میں معنی متعین نہیں کرسکتا اور یہ صرف تأویل ہوگی۔ جن کا مفہوم بعض دفعہ کبھی بھی واضح نہ ہو سکے اور ان پر ایمان لانا صرف اس طرح مقصود ہو کہ جو مراد یہاں سے شارع کی ہے اسی پر ایمان ہے ۔ اس قسم کی آیات میں عملی احکام ذکر نہیں ہوتے ۔ اور جن میں کبھی غیبی اشیاء یعنی مابعد الطبعیات کا ذکر ہو اور ان غیبی، ان دیکھی چیزوں کو سمجھانے کے لئے تشبیہ اور تمثیل کا انداز اختیار کیا جائے ۔

☆ متشابہات وہ آیات ہیں جو کچھ عرصہ قبل تک متشابہ تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور علم میں ترقی کی بدولت محکمات میں تبدیل ہوگئیں ہیں اور ہوتی رہیں گی

مثلاً فرعون کی لاش کا ملنا وغیرہ اور دیگر ایسے واقعات جو اس وقت منظر عام پر نہ تھے اور جنہیں سائنس اور تاریخی واقعات نے واضح نہیں کیا تھا۔

1.3 فصل سوم

آیات محکمات اور متشابہات کی تقسیم

قرآنی آیات کو علم تفسیر کی روشنی میں مختلف حیثیات کو سامنے رکھ کر کئی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ لیکن آیات کی بلحاظ اِحکام معنی اور ابہام معنی مفسرین نے بنیادی طور پر تین اقسام بتائی ہیں۔

☆ محکم مطلقاً (یعنی کلی طور محکم)

مثلاً ... لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ... (68)

ترجمہ: اس کے سوا کوئی معبود ہی نہیں ہر چیز کا وہی خالق ہے اسی کی عبادت کرو۔

☆ متشابہ مطلقاً (یعنی کلی طور پر متشابہ)

مثلاً الٓمٓ اور دیگر حروف مقطعات

☆ محکم من وجہ اور متشابہ من وجہ (یہ درمیانی درجہ ہے جس میں آیات پہلے متشابہ ہیں لیکن وضاحت کے بعد جو کسی سائنسی ایجاد، تاریخی حقیقت یا شارع کی وضاحت کے بعد وہ آیات متشابہات سے نکل کر محکمات میں شمار ہوتی ہیں)

مثلاً

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ... (69)

ترجمہ: سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تاکہ ہو تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی

مزید تقسیم کرتے ہوئے مفسرین نے متشابہ آیات کی مزید تین فرعی اقسام بتائی ہیں۔

☆ متشابہ لفظاً
☆ متشابہ معنًی
☆ متشابہ لفظاً ومعنًی

پھر مفسرین نے ناقدانہ تجسس سے متشابہ لفظاً کی مزید دو فرعی قسمیں بتائی ہیں ایک وہ جس میں تشابہ الفاظ مفردہ میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ جس میں تشابہ کلام میں پایا جاتا ہے۔ (70)

متشابہ لفظاً کی اس تیسری قسم کو مشہور مفسر جلال الدین السیوطی نے تھوڑی سی دقیق لفظی تبدیلی کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

1۔ ایک تو وہ تشابہ ہے جو مفرد الفاظ کی طرف راجع ہوتا ہے اور دوسرا وہ تشابہ ہے جس کا تعلق کلام سے ہے۔ لفظ کے اندر تشابہ کبھی غرابت الفاظ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (71) جیسے

وَ فَاكِهَةً وَّ اَبًّاO (72)

ترجمہ: اور میوہ اور گھاس

فَاَقْبَلُوْآ اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَO (73)

ترجمہ: پھر وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے آئے۔

ان دو آیات میں اَبًّا اور يَزِفُّوْنَ غرابت لئے ہوئے ہیں اس لئے معنی مراد کے تعین میں اشتباہ ہے۔

مفرد لفظ میں تشابہ کی وجہ لفظ کا مشترک المعنٰی ہونا بھی ہے (74)

شاہ ولی اللہؒ دہلوی کے نزدیک مفرد لفظ میں تشابہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوجاتا ہے

جب آیت میں کوئی ایسا لفظ آیا ہو جس کے لغت کے اعتبار سے دو معنی ہو سکتے ہوں اور اہل زبان کے نزدیک دونوں معنی کی حیثیت مساوی ہو مثلاً

☆ . . . اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ . . . (75)

ترجمہ: بے شک فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

☆ . . . وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ . . . (76)

ترجمہ: اور (تمام) آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے

درج بالا دو آیات میں یَد، اور یَمِیْن کا استعمال انسانی اعضاء و جوارح کے لئے بھی ہوتا ہے اور صفات الہیہ کے لئے بھی (77)

معنی کے اشتراک کی وجہ سے تشابہ کئی آیات کریمہ میں ہے مثلاً

☆ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ O (78)

ترجمہ: کیا لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی چیزوں میں مویشی پیدا کئے، پھر یہ لوگ ان کے مالک بن گئے۔

☆ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا . . . (79)

ترجمہ: تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا۔

ان آیات میں اَیْدِی اور اَعْیُن کے الفاظ مشترک ہیں ان کا استعمال جوارح اور صفات الہیہ دونوں میں اہل لغت کے نزدیک یکساں طور پر ہوتا ہے۔
لیکن حقیقۃً ان الفاظ سے مراد کون سا معنی ہے اس کا تمام تر انحصار کہنے والے کی نیت پر ہے۔ بظاہر کچھ نہیں کہا جا سکتا (80)

2۔ دوسرا وہ تشابہ ہے جس کا تعلق لفظ کی بجائے کلام سے ہے اور کلام میں تشابہ تین

طرح سے پیدا ہوتا ہے۔

☆ اختصار کی وجہ سے (یعنی کلام کو مختصر کرنا)

☆ بسط و تفصیل کی وجہ سے (یعنی کلام کو ضرورت سے زیادہ تفصیل سے بیان کرنا)

☆ نظم کلام کی وجہ سے (یعنی کلام میں ضبط اور تنظیم (Coordination) کا خاص بلیغی انداز)

۱۔ اختصار (یعنی کلام کو مختصر کرنے) سے متعلق درج ذیل آیت ملاحظہ ہو:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ . . . (81)

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے باب میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے شادی کرلو۔

اس آیت میں اختصار کی وجہ سے بادی النظر میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ آیت کریمہ میں تعدد ازواج کا تعلق یتامٰی کے ساتھ مشروط ہے حالانکہ یہ اجازت مشروط نہیں عام ہے۔(82)

۲۔ بسط و تفصیل (یعنی کلام کو پھیلانے) سے متعلق درج ذیل آیت ملاحظہ ہو:

. . .لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ . . .(83)

ترجمہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں

اس آیت میں حرف 'کاف' زائد ہے اور تفصیل کے لئے ہے لیکن اس سے بجائے وضاحت کے غموض پیدا ہوجاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں یا اس کی مثل کی مثل کو نفی کیا جارہا ہے؟ وہ تشابہ جو جہت معنی سے تعلق رکھتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور احوال قیامت وغیرہ داخل ہیں(84)

اگر کاف نہ ہوتا تو سامع کے لئے مطلب واضح ہوتا، کاف، جو کسی خاص نکتہ کی

طرف اشارہ کرتا ہے اس کے بڑھانے سے اشتباہ پیدا ہو گیا(85) اور بسط وتفصیل سے بھی آیت کے مفہوم کی تہہ تک پہنچنے میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بلاغی نکتہ جو اس بسط وتفصیل میں ملحوظ ہے کیا ہے؟

۳۔ نظم کلام سے متعلق درج ذیل آیت ملاحظہ ہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ط قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ ...(86)

ترجمہ: تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا

اصل ترتیب کے لحاظ سے قَیِّمًا وَّلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ہے لیکن تقدیم وتاخیر سے نظم کلام میں ایک خاص بلاغی نکتہ ملحوظ ہے جسے سرسری نظر سے نہیں معلوم کیا جا سکتا۔(87)

متشابہ کی دوسری قسم یعنی معنی کے اعتبار سے متشابہ کے متعلق جمہور مفسرین کی رائے میں جن آیات میں اللہ تعالٰی کے اوصاف اور قیامت کے مناظر یا آخرت کو بیان کیا گیا ہے، سب شامل ہیں کیونکہ اوصاف الہیہ اور قیامت وآخرت کے بارے میں بتائی ہوئی باتیں ہماری عقل کے دائرے سے باہر ہیں ان کو عقل سے ہم نہیں سمجھ سکتے اور نہ ہی کما حقہ ان کے اصل مفہوم کا احاطہ کر سکتے ہیں۔(88)

اوصاف الہیہ اور احوال قیامت نہ بالفعل محسوس ہیں اور نہ ہی محسوسات کی جنس سے ہیں اور ظاہر ہے جو چیز بالفعل محسوس بھی نہ ہو اور انسانی حواس کے دائرے میں بھی نہ آسکے تو اس کا تصور ناممکن ہوتا ہے۔(89)

کبھی آیات دو امور یعنی لفظ اور معنی کی جہت سے بھی متشابہ ہوتی ہیں، اور یہ تشابہ درج ذیل جہات سے سامنے آتا ہے۔

☆ کمیت اور مقدار میں تشابہ

☆ کیفیت حکم کے لحاظ سے (واجب ہے یا مندوب)

☆ زمانے کے اختلاف کی وجہ سے

☆ جگہ، رسم ورواج اور ماحول کی وجہ سے

☆ اور صحت فعل یا فساد فعل کی وجہ سے (90)

درج ذیل میں ان جہات سے آیات کے تشابہ کو آیات دے کر تھوڑی سی تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ کمیت کی جہت سے درج ذیل آیت ملاحظہ ہو:

. . .فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ . . . (91)

ترجمہ: مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو

اس میں کمیت کا تشابہ ہے اور اسے سرسری نظر سے نہیں متعین کیا جا سکتا۔

وجوب اور نُدب کی کیفیت کے لحاظ سے آیت ربّانی ملاحظہ ہو۔

. . . فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ . . . (92)

ترجمہ: تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے شادی کر لو۔

اس میں نکاح میں تعدد کا حکم وجوب یا ندب (استحباب) کے طور پر ہے اس کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

زمانے کے اختلاف کی وجہ سے تشابہ جیسے ناسخ ومنسوخ میں ہوتا ہے درج ذیل آیت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ . . . (93)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے

اور فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ . . . (94)

ترجمہ: سو اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم سے ہو سکے

پہلی آیت میں تقویٰ کا مطلق حکم ہے یعنی ہر حال میں برقرار رکھیں لیکن دوسری آیت میں بتایا گیا کہ تقویٰ کو حسب استطاعت قائم رکھو۔ استطاعت سے ماوراء تقویٰ آپ کی بساط سے باہر ہے۔

جگہ، رسم ورواج اور ماحول کی وجہ سے یہ ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو:

. . .لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا... (95)

ترجمہ: اور یہ نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ . . . (96)

ترجمہ: مہینوں کا ہٹا دینا کفر میں اور ترقی کرنا ہے۔

اِن آیات کا اصل مفہوم اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں قبل از اسلام کے عربوں کا رسم ورواج معلوم نہیں ہوگا۔ بغیر رسم ورواج کے علم کے ان آیات کا اصل مفہوم مخفی اور پوشیدہ رہے گا۔ (97)

کبھی تشابہ کسی فعل کی صحت اور فساد کی شرائط کو نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے جیسا کہ نماز اور نکاح کی شروط نہ جاننے سے نماز کی آیت اور نکاح کی آیت کا اصل مفہوم سمجھنے میں اشتباہ ہوجاتا ہے۔ (98)

مثلاً اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (99)

ترجمہ: الصلوٰۃ کو قائم کرو

جب تک الصلوٰۃ کے شرعی، اصطلاحی معنی اور اس کی دوسری تفصیل معلوم نہ ہوگی اس کا مطلب سمجھ میں نہ آئے گا۔

مشہور مفسر جلال الدین سیوطی نے ان ہی مذکورہ بالا قسموں کی تقسیم میں ایک علیحدہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ علاّمہ کی تقسیم مذکورہ اقسام کی نفی نہیں کرتی لیکن علاّمہ نے تشابہ کو ایک اچھوتے انداز سے بیان کرتے ہوئے قرآنی آیات میں تشابہ کی مختلف قسموں کو

صرف تین اقسام میں پرو دیا ہے :(100)

۱۔ وہ تشابہ جس کو معلوم کرنے کی کا کوئی طریقہ نہ ہو مثلاً آیات مقطعات ، قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں آیات ، دابۃ الارض نکلنے کے زمانے کے بارے میں آیات ۔

۲۔ وہ تشابہ جس کی معرفت کا راستہ پایا جا سکتا ہے اگر چہ اس کو پانے کے لئے مختلف علوم کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔ مثلاً غریب الفاظ اور دقت میں ڈالنے والے احکام وغیرہ

۳۔ ایک وہ تشابہ ہے جس میں راستہ بند بھی نظر آتا ہے اور راستہ ڈھونڈا بھی جا سکتا ہے یہ تشابہ تذبذب کی حالت کو جنم دیتا ہے ۔ اور اس میں بہت زیادہ دقت سے کام لیا جاتا ہے ، لغوی ، فلسفی ، تاریخی ، بلاغی اور دیگر مروج علوم کی بصیرت سے کام لیتے ہوئے دلائل کے ساتھ تشابہ کو کسی حد تک کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایک معنی متعین کیا جاتا ہے ۔ لیکن پھر بھی اس معنی میں قطعیت نہیں ہوتی اور اسے حرف آخر نہ سمجھا جائے ۔

رسم بیانی

Diagram
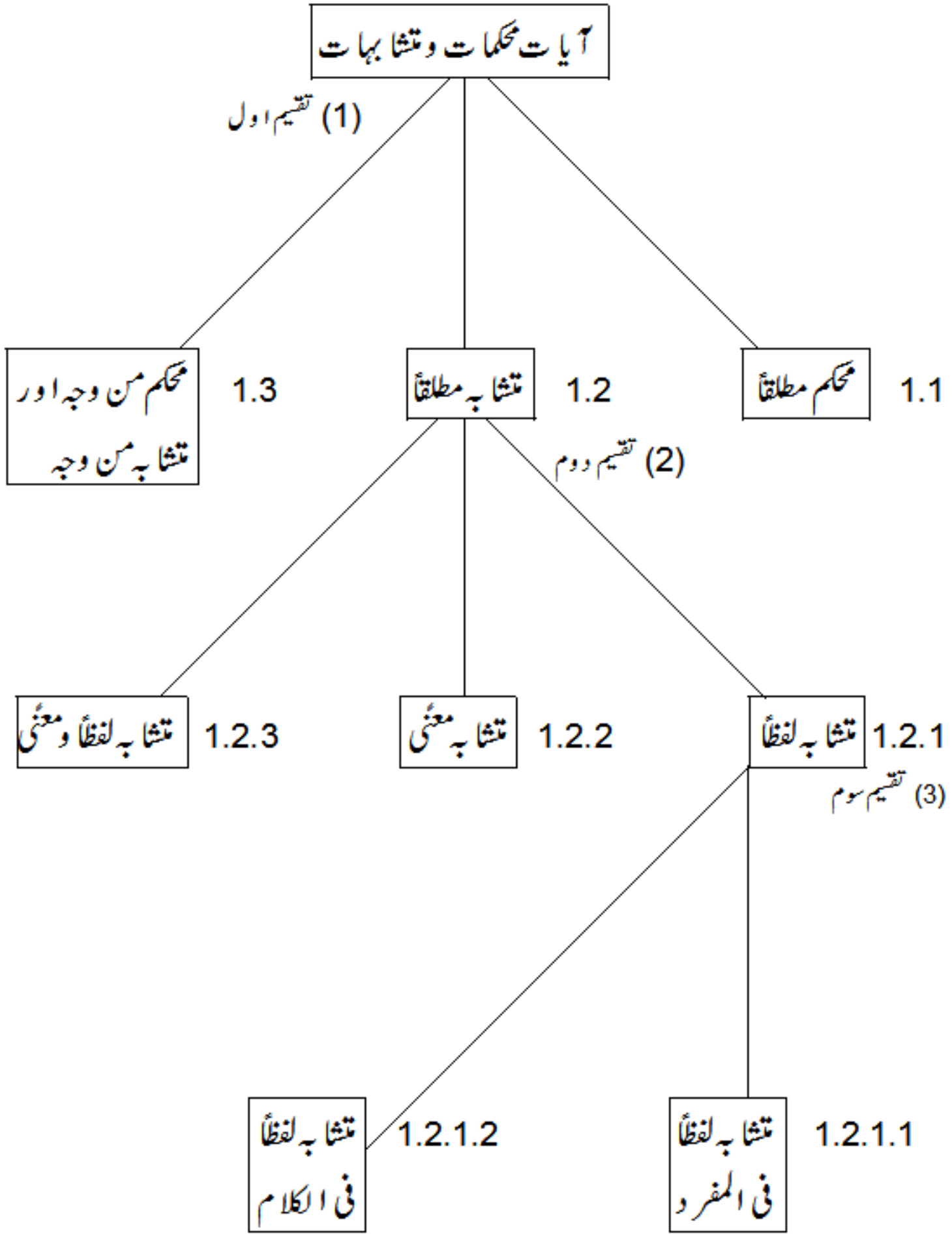
حوالہ جات

1. اصفہانی، امام راغب، ترجمہ مولانا محمد عبدہ، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، س ن، ص ۳۲۹
2. ابراہیم انیس، الدکتور، المعجم الوسیط، الجزء الاول، ص ۱۹۰
3. احمد بن علی الرازی، الجصاص، تحقیق محمد الصادق قمحاوی، احکام القرآن، الجزء الثانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۹۴، ص ۲۸۰
4. اصفہانی، امام راغب، ترجمہ مولانا محمد عبدہ، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، س ن، ص ۳۲۹
5. الزبیدی، محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی، تاج العروس من جواہر القاموس، الجزء الثامن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ص ۳۵۳
6. وحید الزمان قاسمی، مولانا، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۳۶۵

7\.

http://web.youngmuslims.cs/online_library/books/ulum-al-quran/Ch4S5s.htm

(The word muhkamat - (sg. muhkama) is derived from the root uhkima which means to decide between two things. It is a verbal noun in the plural, meaning judgments, decisions.)

8. John L. Esposito, Oxford Dictionary of Islam, Oxford University Press, NY, 2003,p.316
9. http://darulfatwa.org.au/content/view/1267/146

These are the ayats that have only one meaning according to the rules of the Arabic Language or else the meaning of the ayah is clearly known.

10. ابن عباس، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، مطبعہ امیر، قم، تہران، ص ۴۳
11. احمد حسن دہلوی، سید، احسن التفاسیر، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، ج ۱، ۱۳۷۹ھ، ص ۲۲۱، ۲۲۲
12. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دار الفکر، بیروت، الجزء الثانی، ۱۹۸۳، ص ۱۴۴-۱۴۶

13. شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ محمد مہدی الحسنی، سید، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، قرآن محل، کراچی، س ن، ص ۱۰۷

14. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جونا گڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۴۵۳

15. الزمخشری، محمود بن عمر، الکشاف، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، الجزء الاول، ص ۱۸۴

16. البروسوی، اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی، روح البیان، دار الکتب العالمیہ، بیروت، لبنان، الجزء الثانی، ۲۰۰۹، ص ۶

17. قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجامع احکام القرآن، الجزء الثانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ص ۸

18. محمد لقمان السّلفی، ڈاکٹر، تیسیر الرحمٰن، دار الکتاب والسنہ، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۱۶۵

19. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۶

20. حقانی، ابو محمد عبدالحق، تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، حامی الاسلام، بلی ماراں، دہلی، ۱۹۰۸، ص ۱۱۶

21. وحیدالدین خان، مولانا، تذکیر القرآن، فضلی سنز، کراچی، س ن، ص ۱۲۶

22. عبدالحمید سواتی، معالم العرفان، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰، ص ۳۷

23. عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، ترجمہ التفسیر طیب شاہین، پروفیسر تیسیر الکریم الرحمٰن، دار السلام، لاہور، ج ا، ص ۳۴۰

24. احمد یار خان، مفتی، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص ۲۴۶

25. محمد ثناء اللہ عثمانی، قاضی، تفسیر مظہری، دار الشاعت کراچی، ۱۹۹۹، ص ۱۲۱

26. المشرقی، محمد عنایت اللہ خان، تذکرہ، الحاج محمد سرفراز خان، متولی و منتظم علامہ ٹرسٹ، ج ا، س ن، ص ۴۹

27. امیر علی، سید، مولوی، تفسیر مواہب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان، ادارہ نشریات اسلامی، لاہور، ج ۲، ص ۱۵۸

28. عبدالقیوم مہاجر مدنی، الحاج، مرتبہ: گلدستہ تفاسیر، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۳ھ، ج ا، ص ۵۶۵

29. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ا، ۲۰۰۷، ص ۲۳۴

30. حسین علی، مولانا، مرتبہ مولانا غلام اللہ خان، تفسیر جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی، ج ا، ص ۱۴۳

31. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱، ج ۲، ص ۲۵

32. صلاح الدین یوسف، حافظ، احسن البیان، دار السلام، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۶۳

33. ملا احمد جیون امیٹھوی، ترجمہ محمد عادل خان و محمد فاضل خان، تفسیرات احمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ، قرآن کمپنی، لاہور، س ن، ص ۲۲۴

34. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Qur'an, Dar Al Arabia Beirut, Lebanon, 1968, P.123

35. اصفہانی، امام راغب، ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، س ن، ۵۲۵

36. ابراہیم انیس، الدکتور، المعجم الوسیط ص 481

37. الزبیدی, محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی، تاج العروس من جواہر القاموس، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۹، ص ۳۹۳

38. المنجدفی اللغة و الاعلام، دارالمشرق، بیروت، ۱۹۸۶ء ص ۳۷۳

39. عبدالدائم جلالی، سید، مولانا، ترجمہ مولانا عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن، عمر فاروق اکیڈمی، لاہور س ن ص ۲۹۱

40. سجاد میرٹھی، زین العابدین، بیان اللسان، دارالاشاعت، کراچی، س ن ص ۷۱۸

41. John L. Esposito, The Oxford Dictionary of Islam, Oxford University Press, New York, 2003, p.316

42. عبدالکریم پاریکھ، آسان لغات القرآن، المیزان، لاہور، ۲۰۰۸ء ص ۱۰۰، ۱۰۱

43. مرتضیٰ حسین، سید، فاضل لکھنوی، جدید نسیم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۸۶۱

44. القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۱۱۰

45. عثمانی، شبیر احمد، تفسیر القرآن الکریم، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب، س 1989ء ص 391

46. عبداللہ ابن عباسؓ، ترجمہ تفسیر و مقدمہ: مولانا پروفیسر حافظ محمد سعید احمد عاطف، تفسیر ابن عباس، مکی دارالکتب، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۴

47. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۳،۴

48. ایضاً، ص ۲۱

49. Dr. M. Mohsin Khan & Dr. M. Taqi-ud-Din Hilali, The Nobel Quran, Darus Salam, KSA, p.78

50. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Qur'an, Dar Al Arabia, Beirut, Lebanon1968, p.123

51. شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ سید محمد مہدی الحسنی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، قرآن محل، کراچی، س ن، ص ۱۰۷

52. مظہر بقا، ڈاکٹر, اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۷۳ء، ص ۱۰۹، بحوالہ الاتقان، ج ۲

ص۲

53. عبدالرشید، مولانا، ترجمہ: مولانا ثناء اللہ امرتسری تفسیر القرآن، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۷ء ص ۶۹

54. محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوارالبیان، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن، ص ۳۹۵

55. محمد ثناءَ اللہ عثمانی، قاضی، مجددی پانی پتی، ترجمہ مولانا سید عبدالدائم الجلالی، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء ص ۱۲۲

56. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبۃ السّلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۶

57. عبدالحمید سواتی، مولانا، مرتبہ: الحاج لعل دین، معالم العرفان فی دروس القرآن، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰ء ص ۳۷

58. حسین علی، مولانا، مرتبہ: مولانا غلام اللہ خان، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی، ج ا، ص ۱۴۳

59. سرسید احمد خان، ڈاکٹر، تفسیر الھدٰی والفرقان، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، ۱۳۱۵ھ، ج ۲، ص ا

60. عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی تفسیر النّسفی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، الجز الاول، س ن، ص ۲۳۸

61. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۲، ۳

62. اصفہانی، امام راغب، ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، س ن، ۵۲۵

63. ابوالکلام آزاد، مولانا، تلخیص: ابومسعود اظہر ندوی، تلخیص ترجمان القرآن، کتاب سرائے، لاہور، ص ۶۴

64. وحیدالدین خان، مولانا، تذکیر القرآن، فضلی سنز، کراچی، س ن، ص ۱۲۶

65. غلام مرتضٰی، ملک، ڈاکٹر، نورالہدی پارہ سوئم تفسیر و ترجمہ، ڈاکٹر مرتضٰی ایجوکیشنل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۴۷

66. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱ء، ج ا، ص ۲۵

67. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ا

68. القرآن، سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۱۰۲

69. القرآن، سورۃ یونس: ۱۰، آیت: ۹۲

70. اصفہانی، امام راغب، ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ، مفردات القرآن، اہل حدیث اکادمی، لاہور، س ن، ۵۲۵

71. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۱۰

72. القرآن،سورۃ عبس:۸۰،آیت:۳۱

73. القرآن،سورۃ الصّٰفّٰت:۳۷،آیت:۹۴۴

74. محمد حنیف ندوی،مولانا،مطالعہ قرآن،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۸۵،ص ۲۵۰

75. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۷۳

76. القرآن،سورۃ الزمر:۳۹،آیت:۶۷

77. محمد حنیف ندوی،مولانا،مطالعہ قرآن،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۸۵،ص ۲۵۰

78. القرآن،سورۃ یٰس:۳۶،آیت:۷۱

79. القرآن،سورۃ المؤمنون:۲۳،آیت:۲۷

80. شاہ ولی اللہ دہلوی،ترجمہ محمد مہدی الحسنی،سید،الفوز الکبیر فی اصول التفسیر،قرآن محل،کراچی،س ن،ص ۱۰۷

81. القرآن،سورۃ النسآء:۴،آیت:۳

82. محمد حنیف ندوی،مولانا،مطالعہ قرآن،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۸۵،ص ۲۵۰

83. القرآن،سورۃ شوریٰ:۴۲،آیت:۱۱

84. محمد حنیف ندوی،مولانا،مطالعہ قرآن،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۸۵،ص ۲۵۰

85. عبدالدائم الجلالی،سید،مولانا،ترجمہ مولانا عبدالرشید نعمانی،لغات القرآن،عمر فاروق اکیڈمی،لاہور س ن،ص ۲۹۲

86. القرآن،سورۃ الکہف:۱۸،آیت:۱

87. اصفہانی،امام راغب،ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ،مفردات القرآن،اہل حدیث اکادمی،لاہور،س ن،۵۲۶

88. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۱۰

89. اصفہانی،امام راغب،ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ،مفردات القرآن،اہل حدیث اکادمی،لاہور،س ن،۵۲۶

90. عبدالدائم الجلالی،سید،مولانا،ترجمہ مولانا عبدالرشید نعمانی،لغات القرآن،عمر فاروق اکیڈمی،لاہور س ن،ص ۲۹۲

91. القرآن،سورۃ التوبہ:۹،آیت:۵

92. القرآن،سورۃالنسآء:۴،آیت:۳

93. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۱۰۲

94. القرآن،سورۃالتغابن:۶۴،آیت:۱۶

95. القرآن،سورۃالبقرہ:۲،آیت:۱۸۹

96. القرآن،سورۃالتوبہ:۹،آیت:۳۷

97. عبدالدائم الجلالی،سید،مولانا،ترجمہ مولانا عبدالرشید نعمانی،لغات القرآن،عمر فاروق اکیڈمی،لاہورس ن،ص۲۹۲

98. اصفہانی،امام راغب،ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ،مفردات القرآن،اہل حدیث اکادمی،لاہور،س ن،۵۲۶

99. القرآن،سورۃ : ،آیت:

100. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم،ص۱۱

2۔ باب دوم

محکمات اور متشابہات کی نشاندہی اور مثالیں

2.1 فصل اول

محکم آیات کا تعین

محکم آیات پر باب اوّل میں بحث کی گئی ہے۔اب باب دوم میں ان آیات پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے مختلف جدید وقدیم تفاسیر کا جائزہ لیا جائے گا۔

اشرف علی تھانویؒ اپنے ترجمہ وتفسیر 'القرآن الحکیم' میں محکم آیات کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ المراد سے محفوظ ہیں یعنی ان کا مطلب ظاہر ہے۔(1)

تفسیر مظہری کے مفسر آیات محکمات کے بارے میں کہتے ہیں:

''آیات محکمات وہ ہیں جن کی عبارات محکم ہوں اور جن کا مفہوم، منطوق اور مقتضی کسی بھی ایسے سننے والے پر مشتبہ نہیں ہوتا جو لغت کو جاننے والا ہو۔''(2)

مثلاً

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ... (3)

ترجمہ: آپ کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے۔

اس آیت میں محرمات کو نہایت واضح انداز میں پیش کیا گیا اور کسی اشتباہ کی

گنجائش نہیں ۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ...[4]

ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ۔

اس آیت میں نہایت واضح انداز میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر ہے ۔ اور صراحت سے بتایا گیا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہیں ، کوئی دوسرا کسی صورت میں لائق عبادت نہیں ۔

تفسیر مدارک میں محکم آیات کے بارے میں کہا گیا :

> ''قرآن مجید کی تمام آیات کے محکم ہونے کا مطلب فساد معنی سے پاک ہونا ہے اور بعض آیات کے محکم ہونے کا مطلب ان کے معانی کا واضح ہونا ہے ۔''[5]

مولانا محمد اکرم اعوان اپنی تفسیر میں محکم آیات کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

> ''محکم آیات وہ ہیں جن کا معنی معروف اور دلیل واضح ہو اور یہی آیات ساری تعلیمات کی اصل اصول ہوں گی ۔''[6]

تفسیر احسن البیان میں محکمات سے مراد وہ آیات لی گئی ہیں جن میں اوامر ونواہی، احکام ومسائل اور قصص وحکایات ہیں ، جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا ۔[7]

قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کو عبداللہ اور نبی کہا ہے ۔ یہ واضح اور محکم بات ہے ۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے واضح اور محکم کو چھوڑ کر روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ کے تشابہ کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ اپنائے ہوئے

ہیں ۔(8)

جب بھی محکمات کے حکم کو چھوڑ کر متشابہات پر رائے زنی کی جائے تو انسان غلطی کا ارتکاب کرتا ہے ۔ حافظ صلاح الدین یوسف محکمات کے سلسلے میں بات کا اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

> ''موجودہ دور کے اہل بدعت بھی عیسائیوں کی طرح محکمات کو چھوڑ کر کے متشابہات سے غلط استدلال کرتے ہیں ۔قرآن کے محکم اور واضح عقائد کے برعکس اہل بدعت نے متشابہات کی آڑ لے کر جو گمراہانہ عقائد گھڑ رکھے ہیں وہ محکمات کو بھی اپنے فلسفیانہ استدلال کے گورکھ دھندے سے متشابہات بنا دیتے ہیں ۔ جب کہ صحیح العقیدہ مسلمان محکمات پر عمل کرتا ہے کیونکہ قرآن نے انہی کو اصل کتاب قرار دیا ہے جس سے وہ فتنہ سے بھی محفوظ رہتا ہے اور عقائد کی گمراہی سے بھی ۔(9)

سید قطبؒ نے اپنی تفسیر میں محکمات کے سلسلے میں بہتر انداز میں اظہار خیال کیا ہے وہ لکھتے ہیں ۔

ترجمہ: نجران کے عیسائیوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ، عیسیٰؑ کو روح اللّٰہ اور کلمۃ اللّٰہ سمجھتے ہیں؟ وہ ان الفاظ سے عیسیٰؑ کے بارے میں اپنے عقائد باطلہ ثابت کرنا چاہتے تھے مثلاً یہ کہ وہ بشر نہیں، وہ روح اللہ ہیں اور روح اللہ کی وہ اپنی تعبیرات کرتے تھے ۔لیکن وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں قرآن کریم کی ان آیات کی بات بھی نہ کرتے تھے جو اس موضوع پر محکمات تھیں ۔جن میں اللہ کی بے قید وحدانیت کا ذکر تھا اور جن میں اس بات کی قطعی تردید کر دی گئی تھی کہ اللہ کا کوئی شریک یا اس کا کوئی لڑکا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کا نزول فرمایا اور ان کی اس سازش کا انکشاف کیا جس کی وجہ سے وہ قطعی الدلالت آیات سے صرف نظر کرتے تھے ۔(10)

مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ نے اپنی تفسیر میں محکمات کی تعریف جامع انداز میں کی اور لکھا: محکم قرآن مجید کی وہ واضح وصریح آیتیں ہیں جن کی دلالتیں متعین ہیں اور ان کے معانی میں کوئی خفا واشتباہ نہیں۔ اپنی بات کی تائید کے لئے دریاآبادی نے دیگر تفاسیر جیسے مفردات القرآن (راغب الاصفہانی)، روح المعانی (آلوسی)، تفسیر قرطبی (علامہ قرطبی) اور تفسیر جصاص کے حوالے بھی دیئے ہیں۔(11)

محکمات کے بارے میں سید امیر علی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں: یہ وہ آیات ہیں جو اس حال سے متبدل نہیں ہوتیں جیسے ازل سے تھیں اور یہ وہ آیتیں ہیں کہ مومنوں کو ان کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ خلق کی اصلاح اور ان کے ایمان ثابت رکھنے میں ایسی ہیں جیسے مریضوں کے حق میں دوا ہوتی ہوتی ہے۔ سید امیر علی اپنی تفسیر میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آیات محکمات میں پہلے فاتحۃ الکتاب ہے کہ اس کے بغیر نماز جائز نہیں۔ اور سورۃ اخلاص ہے کیونکہ اس میں توحید کے سوا اور کچھ نہیں۔(12)

برصغیر کے مشہور تعلیمی مصلح سرسید احمد خان نے اپنی تفسیر القرآن میں بتایا کہ توحید اور اعمال حسنہ، اس خوبی وعمدگی اور صفائی سے قرآن مجید کی آیات محکمات میں بیان ہوئے ہیں جن میں کسی طرح کا دوسرا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔(13)

مثلاً توحید کے بارے میں سورۃ الانعام میں فرمایا:

...لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ...(14)

ترجمہ: اس کے سوا کوئی معبود ہی نہیں ہر چیز کا وہی خالق ہے اسی کی عبادت کرو۔

سورۃ الانعام میں ہی ایک اور جگہ فرمایا۔

...قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ...(15)

ترجمہ: اے محمد ﷺ کہہ دیجئے کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہی خدائے واحد ہے۔

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

...وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ... (16)

ترجمہ: اور نہ بنائے کوئی کسی کو رَب سوائے اللہ کے۔

سورۃ بقرہ میں فرمایا:

...وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰه فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ق لَا انْفِصَامَ لَهَا... (17)

ترجمہ: جو شخص خدا پر ایمان لایا ہے بے شک اس نے مضبوط ذریعہ پکڑ لیا جس کے لئے ٹوٹنا ہے ہی نہیں۔

سورۃ النساء میں فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ... (18)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک مت کرو، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، غریبوں کے ساتھ، ہمسایہ میں جو رشتہ مند رہتے ہیں ان کے ساتھ، ہمسایہ میں جو اور لوگ رہتے ہوں ان کے ساتھ، جو لوگ غیر ساتھی ہوں ان کے ساتھ، اور مسافر غریب الوطن کے ساتھ احسان کرو۔

سورۃ النساء میں ایک جگہ پر صاف طور پر بیان کر دیا کہ خدا صرف شرک نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں اگر چاہے گا تو ان کو بخش دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ... (19)

ترجمہ: یقیناً اللہ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کونہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک اور جگہ قاعدہ کلیہ بتایا: جس نے تابعداری سے اپنا منہ خدا کے سامنے کیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے تو اس کا ثواب اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

...مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O (20)

ترجمہ: جوبھی اپنے آپ کوخلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے۔ بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مذکورہ آیات اور ان کی مانند اور بہت سی آیتیں آیات محکمات ہیں جن کا مطلب سوائے ایک کے کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ (21)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود محکم آیات کی طرف واضح اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ محکمات قرآن کا اصل اصول ہیں۔ یہ واضح ہیں ان کے مفہوم میں کوئی اشتباہ نہیں انہی آیات کو بنیاد بنا کر ان احکامات کوسمجھا جائے جن کے مفہوم میں اشتباہ ہو۔ ورنہ اپنی رائے سے آیات محکمات کی روشنی کے بغیر متشابہات کی تفسیر اور اس کے متعلق رائے زنی تمہیں غلط راستے پر ڈال دے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ محکمات کی اہمیت کو بیان کیا کہ قرآن ہر چیز کوکھول کھول کر واضح اور تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ا۔ ...وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى

لِلْمُسْلِمِيْنَ O (22)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔ اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

۲۔ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ... (23)

ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت واضح کرکے بیان کر دیا ہے۔

۳۔ ...قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَO (24)

ترجمہ: ہم نے تو یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں۔

۴۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ لا اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَO (25)

ترجمہ: جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

۵۔ ...قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَO (26)

ترجمہ: (اللہ تعالٰی) اسی طرح اپنی آیتیں تم ظاہر فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھو۔

۶۔ ...كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَO (27)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تعالٰی تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

۷۔ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O (28)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرمارہا ہے، اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔

مذکورہ آیات میں جگہ جگہ بیّن اور فصّلَ کے کلمات استعمال ہوئے ہیں اور ان میں اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں موجود آیات کی وضاحت کردی ہے اس لئے یہ تمام محکم ہیں ان کی تاویل کا تصور ہی نہیں پیدا ہوتا۔

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی نے بھی سورۃ آل عمران کی آیت 8 میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائی گئی دعا کی وضاحت کرتے ہوئے مذکورہ بالا نظریہ کی تائید کی اور ان آیات کی فہرست پیش کی جن سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں محکمات کا مفہوم نہایت واضح ہے اور جو متشابہات ہیں ان کو محکمات کی روشنی میں سمجھا جائے تاکہ متشابہات میں رائے زنی میں غلطی سے بچا جائے۔ (29)

محکمات اپنے مفہوم کے اعتبار سے متشابہات کی خود تفسیر کرتی ہیں۔ علم تفسیر کا مشہور قاعدہ ہے۔

القرآن یفسر بعضه بعضا (30)

ترجمہ: قرآن کا بعض، دیگر بعض کی تفسیر کرتا ہے۔

علامہ قرطبی اپنی تفسیر الجامع الأحکام میں محکمات کے متعلق اپنی دوٹوک رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان المحکمٰت ما کان قائماً بنفسهٖ لا یحتاج ان یرجع فیه الی غیرهٖ (31)

ترجمہ: محکمات وہ آیات ہیں جو بذات خود قائم ہوں اور کسی دوسری آیت کی طرف رجوع کی محتاج نہ ہوں۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے قرطبی درج ذیل دو آیات کا ذکر کرتے ہیں اور یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ محکمات کا مفہوم خود اس کی عبارت سے بغیر کسی اشتباہ کے واضح ہو جاتا ہے، محکم آیت کو مفہوم کی وضاحت کے لئے کسی دوسری آیت کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔ لیکن معاملہ متشابہ آیات کا الٹ ہے اس کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی محکم آیات کا سہارا لینا ہوگا تاکہ گمراہی سے بچا جائے۔

۱۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O (32)

ترجمہ: اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

محکم آیت ہے اور مفہوم نہایت واضح ہے کہ اللہ تعالٰی کا کوئی ہمسر اور ہم پایہ نہیں وہ یکتا ہے۔

۲۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى O (33)

ترجمہ: اور ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔

محکم آیت ہے اور مفہوم نہایت واضح ہے کہ سچے دل سے توبہ کر کے ایمان لانا، پھر نیک عمل کرنا اور ہدایت پر قائم رہنے سے اللہ تعالٰی اسلام لانے سے پہلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ مقولہ مشہور ہوا:

الاسلام یهدم ما کان قبله

ترجمہ: اسلام، اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہوں کی عمارت کو منہدم کر دیتا ہے۔

عاشق الٰہی مہاجر مدنی قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"The entire Quran is Muhkam (clear and comprehensible). Every word and purport

is so accurate that none can raise any objection. The words and purport are all clear, coherent and resolute."(34)

ترجمہ: قرآن محکم (واضح اور قابل فہم) ہے۔ ہر لفظ اور جزاس قدر درست ہے کہ کوئی بھی اعتراض نہیں اٹھا سکتا۔ الفاظ اور تمام اجزاء محکم، مربوط اور مستحکم ہیں۔

عاشق الٰہی نے اپنے بیان میں بتایا کہ قرآن اپنی عبارت میں مکمل محکم ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کا ہر جملہ اور ہر لفظ نہایت نظم وضبط سے بلاغت کو سمیٹے ہوئے ہے۔

عبداللہ یوسف علی نے محکمات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اگر درج ذیل دو آیتوں میں غور کریں تو قرآن میں محکم آیات اور متشابہات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن عبارات کے اعتبار سے پورا محکم ہے لیکن معنی کے اعتبار سے محکم بھی ہے اور متشابہ بھی۔ محکم اور متشابہ کی تقسیم صرف معنی کے اعتبار سے ہے عبارت کے اعتبار سے نہیں۔ اس وضاحت سے عاشق الٰہی اور علامہ عبداللہ یوسف علی کی رائے ایک ہو جاتی ہے۔ عبداللہ یوسف علی نے جن دو آیات کی طرف اشارہ کیا وہ یہ ہیں۔

۱۔ ...كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ...(35)

ترجمہ: یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔

۲۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ...(36)

ترجمہ: اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی کتاب ہے۔

اور پھر فرماتے ہیں۔

"We shall find that whole Qur'an has both the meanings - established and allegorical. The division is not between the verses but between the meanings to be attached to them.(37)

ترجمہ: ہم قرآن میں دونوں قسم کی آیات پائیں گے، محکم اور متشابہ۔ یہ تقسیم آیات میں نہیں بلکہ ان آیات کے معانی میں ہے۔

محکمات کی پہچان کیا ہے؟ مذکورہ بالا ہم جہتی بحث سے جو مختلف تفاسیر کی آراء کی روشنی میں کی گئی ہے۔ درج ذیل نکات محکمات کی پہچان کے لئے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ وہ آیات جن کا صرف ایک ہی مطلب واضح ہو رہا ہو اور ان کے ایک سے زائد معنی لئے ہی نہ جا سکتے ہوں وہ محکم آیتیں کہلاتی ہیں۔

۲۔ محکمات وہ آیت قرانیہ ہیں جن کے الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً

... وَكُلُوْا وَ اشْرَبُوْا... (38)

ترجمہ: اور تم کھاؤ اور پیو

یہاں دونوں لفظ حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں اس لئے آیت محکم ہے۔ اس کے مقابلے میں کہا گیا

...وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجل... (39)

ترجمہ: اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ بس گئی۔

بچھڑا پینے کی چیز تو نہیں ہے اس لئے اُشْرِبُوْا یہاں مجازی معنی یعنی رچ بس جانا میں

استعمال ہوا ہے اس لئے یہ آیت متشابہات میں شامل ہے۔

۳۔ ایسی آیات جن میں پوری تفصیل بیان کر دی گئی ہو وہ محکمات میں سے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرمایا:

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا... (40)

ترجمہ: اور اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔

آیت میں تفصیل سے بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل کرنے کے لئے ایک منظّم نظام مقرر کیا ہے اور یہ نظام قوانین قدرت سے مربوط ہے۔

☆ ہواؤں کو بھیجتا ہے۔

☆ ہوائیں آبی بخارات کو بادلوں کی شکل میں اٹھاتی ہیں۔

☆ بادل ان علاقوں کی طرف حرکت کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق بارش کی ضرورت ہو۔

☆ بارش کا پانی برساتا ہے اور وہ بستیاں جو کہ خشک سالی سے مردہ ہو چکی تھیں زندہ ہو جاتی ہیں۔

اور ☆ مردہ زمین کو اللہ تعالیٰ اس پانی سے زندہ کر دیتا ہے اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ متشابہات کو بھی اللہ تعالیٰ محکمات سے واضح کرتا ہے اور پھر وہ متشابہات محکمات میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

...كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ (41)

ترجمہ: یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں، ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ اس کتاب کی آیات لفظی طور پر محکم کردی گئی ہیں اور پھر ان میں سے متشابہات کی تفصیل بھی حَکِیْم اور خَبِیْر کی طرف سے بیان کردی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ متشابہات کی تفصیل قرآن میں کس انداز سے کی گئی۔غور کرنے سے درج ذیل انداز استقرائی طور پر معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ قواعد عربی زبان کی رو سے: آیت کے اگر زیادہ معنی لئے جاسکتے ہیں تو قرآن میں اس کو ایسی محکم آیات کی شکل میں بیان کیا گیا ہے کہ اب ایک سے زائد معنی برآمد نہیں ہوسکتے اور صرف ایک معنی کا تعین ہوجاتا ہے۔

۲۔ تصریف آیات سے: اگر ایک جگہ کسی متشابہ آیت کے الفاظ مجازاً استعمال کئے تو کسی اور موقع پر تصریف آیات کی شکل میں ایسے الفاظ کے ساتھ محکم کردیا اور نظم قرآن سے ایسا لغوی انداز اپنایا گیا کہ اس کے اب مجازی معنی مراد ہی نہیں لئے جاسکتے،اسی طرح جب کسی متشابہ آیت میں کوئی محاورہ یا تشبیہ یا استعارہ لایا گیا دوسری جگہ اس کو دہرا کرا سے اس طرح محکم بنادیا گیا کہ انہی الفاظ کے حقیقی معنی لئے جاسکتے ہیں اور مفہوم کا تعین کرکے تشابہ کو ختم کردیا گیا۔

۳۔ تفصیل مفہوم سے: جو آیت بظاہر مشاہدے کے خلاف نظر آتی ہو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کرکے تشابہ دور کردیا گیا۔اسی طرح اگر کسی جگہ کوئی آیت اجمالی طور بیان کی گئی تو ایک اور جگہ پر اس کو تفصیلی طور پر بیان کرکے محکم کردیا گیا اور اس کے اجمالی تشابہ کو ختم کردیا گیا۔

۴۔ متشابہات محکمات کی مخالف نہیں بلکہ ان کے زمرے میں تشابہ دور ہونے کے بعد شامل ہوجاتی ہیں اگر متشابہ آیت کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہوں جو ظاہری طور پر کائنات کے عام قوانین سے متصادم ہوں تو ضروری ہے کہ صرف انہی معنوں کو لیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے عین مطابق

ہوں جو اس کائنات میں جاری وساری ہیں اور جن کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہو۔اس طرح متشابہ آیت بھی مفہوم میں محکم کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔

محکم آیات کے تعین کے لئے علامہ سیوطی نے الاتقان میں چودہ اصول بیان کئے ہیں ۔ جن کو مختصراً یوں پیش کیا جاتا ہے۔ (41A)

۱۔ جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعے سے معلوم ہو جائے ۔

۲۔ جس چیز کے معنی واضح اور کھلے ہوں ۔

۳۔ جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے ۔

۴۔ جس بات کے معنی عقل میں آتے ہیں یعنی ان کو عقل قبول کرتی ہے ۔

۵۔ جو شے مستقل بنفسہٖ ہے اور فہم معنی میں غیر کی محتاج نہیں ۔

۶۔ جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہے ۔

۷۔ جس کے الفاظ مکرر نہ آئے ہوں ۔

۸۔ محکم نام ہے فرائض ، وعد اور وعید کا

۹۔ محکمات قرآن کے ناسخ ،حدود،فرائض اوران باتوں کا نام ہے جن پر ایمان لایا جاتا ہے۔

۱۰۔ محکمات انہی آیتوں کا نام ہے جن میں حلال وحرام کا بیان ہے ۔

۱۱۔ محکمات قرآن کے زجر (سرزنش) کرنے والے حکموں کا نام ہے ۔

۱۲۔ یحیٰ بن یعمر نے کہا کہ محکمات سے مراد فرائض ، امر، نہی اور حلال ہیں ۔

۱۳۔ حاکم وغیرہ راویوں نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بتایا کہ سورۃ الانعام کے آخر کی تین آیتیں محکمات ہیں ۔قل تعالوا اور دو آیتیں اس کے بعد کی ۔

۱۴۔ محکمات وہ ہیں جو قرآن میں سے منسوخ نہیں ہوئی ہیں ۔

علامہ سیوطی نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ محکم وہ قرآن ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے۔

2.2 فصل دوم متشابہات کا تعین

متشابہات کیا ہیں؟ اس کا جائزہ صحابہ کرامؓ اور دیگر علماً کے اقوال کی روشنی میں لینا بہت ضروری ہے، تاکہ محکمات کی طرف ان اقوال کی روشنی میں متشابہات کا وہ مفہوم متعین کیا جائے جو ان سب اقوال میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ استقرائی طریقہ ہے جو سائنٹفک بھی ہے اور کسی حقیقت تک پہنچنے کا صحیح ذریعہ بھی ۔ اسی طریقہ کو منطق استخراجی کہا جاتا ہے ۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کو ایک عظیم فلسفی سقراط (Socrates) نے اشیاء کی اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے استعمال کیا ہے ۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جسے موجودہ سائنس کے انکشافات میں استعمال کیا جاتا ہے ۔

احسن التفاسیر، جلد اوّل میں سید احمد حسن محدث دہلوی فرماتے ہیں ۔

> ''ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا: متشابہ آیتوں کا اصل مطلب سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کو معلوم نہیں جو کوئی بھی اس بات کا دعویٰ کرے کہ اس کو متشابہ آیات کا اصل مطلب معلوم ہے تو وہ جھوٹا ہے ۔ (42)

محدث طبرانی نے اپنے مجموعہ احادیث میں ابو مالک اشعری سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت سے یہ خوف ہے کہ وہ متشابہ آیتوں کی تاویل کے در پے ہوں گے ۔ حالانکہ ان کا اصل مدعا سوائے اللہ تعالٰی کے کسی کو معلوم نہیں ۔ (43)

ہاں جن متشابہ آیتوں کا مطلب اللہ تعالٰی نے خود کسی دوسری آیت سے یا رسول اللہ ﷺ نے کسی حدیث سے سمجھا یا وہ متشابہ آیات، محکمات میں شامل ہیں ۔ (44)

متشابہات کی مثالیں قرآن حکیم میں کئی ہیں کیونکہ سب متشابہات ایک جیسی نہیں ۔

ا) ...يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ... (45)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے

ب) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰیO (46)

ترجمہ: وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا

حروف مقطعات(Divine Codes) : متشابہات کی قسم اوّل میں حروف مقطعات ہیں ۔ یہ وہ حروف ہیں جو الگ الگ پڑھے جاتے ہیں ۔ اسی وجہ سے انہیں حروف مقطعات یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف کہا جاتا ہے۔ ان کے معانی ومراد سے کوئی آگاہ نہیں سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ۔ باقی سب تو جیہات ہیں جو غلط بھی ہو سکتی ہیں اور صحیح بھی ۔ علماً اور مفسرین نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق یہ توجیہات بیان کی ہیں لیکن کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو توجیہہ وہ بیان کر رہا ہے حروف مقطعات کا اصل مفہوم ہے ۔ متشابہات میں حروف مقطّعات کے مختلف گروپ ہیں ۔

	حروف	سورۃ کا نام
۱.	الٓمٓ	البقرہ، آل عمران، العنکبوت، الروم، لقمٰن، السجدہ
۲.	حٰمٓ	المؤمن، حٰمٓ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف
۳.	الٓرٰ	یونس، ھود، یوسف، ابراھیم، الحجر
۴.	طٰسٓمٓ	الشوریٰ، القصص
۵.	الٓمٓصٓ	الاعراف
۶.	الٓمٓرٰ	الرعد
۷.	کٓھٰیٰعٓصٓ	مریم
۸.	طٰهٰ	طه

۹.	طٰسٓ	النمل
۱۰.	یٰسٓ	یٰسٓ
۱۱.	صٓ	صٓ
۱۲.	قٓ	قٓ
۱۳.	نٓ	القلم
۱۴.	حٰمٓ اور عٓسٓقٓ	الشوریٰ (اس سورۃ میں دو آیات کی صورت میں دو الگ الگ گروپ آئے ہیں)

مشہور مفسر امام رازی نے حروف مقطعات کے متعلق فرمایا:

ان ھذا علم مستور و سر محجوب استأ ثر اللہ تعالیٰ و تبارک بہ(47)

ترجمہ: ان کا علم چھپایا گیا ہے اور یہ چھپا ہوا راز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے تک محدود رکھا۔

مشاہیر صحابہ و تابعین میں سے اکثر کا اور جمہور مفسرین کا مسلک بھی یہ ہے کہ یہ حروف ان متشابہاتِ قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔(48)

متشابہات میں وہ آیات بھی شامل ہیں جن میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے جو ایک نہیں بلکہ کئی معنی رکھتے ہیں۔ ان میں سرسری طور پر ایک معنی نہیں متعین کیا جا سکتا بلکہ ان ذو معانی الفاظ کے معانی کا تعین ربط کلام، سیاق و سباق، لغت وقواعد عرب میں سوچ بچار کے بعد متعین کئے جائیں لیکن پھر بھی جزم سے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے مراد یہی ہے دیگر نہیں۔ ہر مفسر ان اصول وضوابط کو زیر نظر رکھ کر اپنی صوابدیدی رائے سے غیر حتمی طور پر کسی معنی کا تعین کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ معنی قرآن وحدیث کے صریح احکام سے متصادم نہ ہو مثلاً عربی زبان کا ایک لفظ ضَـرْب" قرآن کریم میں پانچ مختلف مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ... (49)

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے

اس آیت میں نماز قصر کے بارے میں بتایا گیا کہ جب مومن (جہاد کے لئے) زمین پر **چلیں** تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرلیا کریں۔

۲۔ ...وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ... (50)

ترجمہ: اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگھار

اس آیت میں پردے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا کہ عورتیں جب گھر سے باہر نکلیں تو اپنے پاؤں (زمین پر) زور سے نہ **ماریں** تا کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر نہ ہو۔

۳۔ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ... (51)

ترجمہ: سو جب تم مقابل ہو منکروں کے تو مارو گردنیں

اس آیت میں جہاد کے دوران جب دشمن آپ کو مارنے کے درپے ہو تو اس سے دفاع کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا پھر جب کافروں کے ساتھ سامنا ہو جائے تو (ان کی) گردنیں اسی طرح کاٹی جائیں۔ جس طرح وہ آپ کی گردنیں کاٹ رہے ہیں، بزدلی نہ دکھائیں۔

۴۔ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ... (52)

ترجمہ: اور ہم نے بٹھلائی ہے آدمیوں کے واسطے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثل

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سمجھنے کے لئے ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی تمثیل (Parable) پیش کی تا کہ اس کے ذریعے تم قرآن کے مفہوم کو سمجھ سکو۔

۵۔ ...وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ... (53)

ترجمہ: اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر

اس آیت میں بھی عورتوں کے لئے مزید پردے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ وہ اپنے جسم کو ڈھانپ کر باہر نکلیں۔

مذکورہ بالا آیات میں ہر آیت کا الگ مفہوم ہے اس لئے ایسے الفاظ کے مفہوم کا تعین کرنے کے لئے لغتِ عربی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور حدیث صریح کے دیگر احکام کا سہارا لینا ہوگا تاکہ کہیں ان الفاظ کے معانی کے تعین میں قرآن و حدیث کے صریح احکامات کی نفی نہ ہو جائے۔ (54)

حروف مقطعات کی علماً اور مفسرین نے اپنی اپنی بساط کے مطابق توجیہات کی ہیں۔نمونے کے طور پر اہل الذکر و القرآن بورڈ کی حروف مقطعات کے بارے میں توجیہات کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ حروف مقطعات کے معانی کی توجیہات علماً اور مفسرین نے کس انداز میں کیں ہیں۔ اہل الذکر و القرآن بورڈ کے مطابق: (55)

الف سے مراد ہے 'امین' کیونکہ سارے نبی ''امین'' تھے۔

نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ، شعیبؑ نے اپنی اپنی قوم سے (ہر ایک نے) کہا تھا

اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ۝ (56)

ترجمہ: میں تمہارے واسطے پیغام لانے والا ہوں معتبر

اور الف سے اَحْمَد بھی ہو سکتا ہے۔

وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ...بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ... (57)

ترجمہ: جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل، میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والے ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اور اس کا نام ہے احمد۔۔۔

لؔ سے مراد ہے حامل قرآن کیونکہ آپ ﷺ حامل قرآن تھے جو نزول کے بعد آپ کے قلب اطہر میں نقش ہو جاتا تھا۔

...فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ... (58)

ترجمہ: سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے

اور لؔ سے مراد حامد بھی ہو سکتا ہے۔

رؔ سے مراد ہے رَاکِع" آپ ﷺ ہمیشہ نماز ادا کرتے تو رکوع اور سجود کرتے تھے۔

سؔ سے مراد ہے سیّد یعنی سردار، آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے امت کی سیادت عطا کی تھی، تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کے سردار تھے۔ خود قرآن نے حضرت یحییٰؑ کے بارے میں فرمایا۔

...اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا... (59)

ترجمہ: ۔۔۔ کہ اللہ جو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی، جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی، اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا۔۔۔

صؔ سے مراد ہے صاحب النّاس یعنی انسانیت کے ساتھی، مونس و غمخوار، قرآن مجید میں آتا ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰىO (60)

ترجمہ: بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا

اور صؔ سے صادق بھی ہو سکتا ہے۔

طؔ سے مراد ہے طاہر اور آپ ﷺ سب سے زیادہ طاہر اور پاکباز تھے، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌO...لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَO (61)

ترجمہ: بے شک قرآن ایک بلند مرتبہ کتاب ہے اسے صرف وہی چھوتے ہیں جو طاہر اور پاکیزہ ہیں۔

قرآن کریم آپ ﷺ پر نازل ہوا آپ ﷺ سب سے زیادہ طاہر ہیں۔

ع سے مراد ہے عبداللہ۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اصل تابعدار بندے تھے۔

آپ ﷺ کا ذکر قرآن میں کئی جگہ پر لفظ عبداللہ سے ہوا ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ... (62)

ترجمہ: اور یہ کہ بے شک عبداللہ نے جب قیام کیا تو وہ اس سے دعائیں کرتا ہے۔

اسی طرح سورۃ الاسراء میں فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا... (63)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات اسراء اور معراج کروائی۔

اور ع سے عابد بھی ہو سکتا ہے۔

ق سے مراد ہے قائم یعنی نماز میں قیام کرنے والا۔ آپ ﷺ نماز میں قیام کرتے تھے اور کبھی آپ کا قیام انتہائی طویل ہو جاتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں سوجن پیدا ہو جاتی ہے۔

ک سے مراد ہے کریم اور آپ ﷺ انتہائی رحیم و کریم تھے، اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○ (64)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ل سے مراد ہے لِيْنُ الْقَلْبِ یعنی نرم دل والا اور آپ ﷺ بہت ہی نرم دل والے تھے۔ ہر ایک ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ کسی کے دکھ و درد کو دیکھ کر

پہنچ جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی نرم دلی کی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ... (65)

ترجمہ: سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے

آپ ﷺ غَلِيْظَ الْقَلْبِ سخت دل والے نہ تھے، غَلِيْظَ الْقَلْبِ کی ضد لِيْن القَلْب ہے۔

م سے مراد مرسل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا۔ آپ ﷺ کی بعثت سب کے لئے تھی۔ آپ ﷺ کو پوری انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَO (66)

ترجمہ: تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے

حروف مقطعات میں میم دو مرتبہ آیا ہے۔ اس لئے بعض علماٗ اور مفسرین نے میم ثانی سے مراد 'محمد' لیا ہے۔۔

ن سے مراد ہے نَــذِيْــرٌ۔ یعنی ڈرانے والا، آپ ﷺ بشیر بھی تھے، خوشخبری بھی دیتے تھے ان لوگوں کو جو راہ راست پر تھے اور ڈراتے بھی تھے عذاب آخرت سے ان لوگوں کو جو اس دنیا کو کھلونا سمجھتے تھے۔ اور ان کو آخرت کی کوئی فکر نہیں تھی، زندگی فضول کاموں اور برائیوں میں گزارتے تھے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ O (67)

ترجمہ: تو کہہ اے لوگو! میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں تم کو کھول کر

ط سے مراد ھادی ہے۔ یعنی ہدایت دینے والا۔ آپ ﷺ ساری انسانیت کے

لئے ہادی تھے اور لوگوں کو ہر وقت راہ راست کی طرف بلاتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

...اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍO (68)

ترجمہ: اے رسول ﷺ بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ (اور آپ ﷺ بھی ہادی ہیں) (69)

ی سے مراد ایمن یعنی برکت دینے والا ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدس کائنات کے لئے رحمت بھی تھی اور برکت بھی۔ اسی لئے آپ ﷺ کے زمانے کو جس میں آپ ﷺ بقید حیات تھے سب سے زیادہ بابرکت اور خیر القرون کہا جاتا ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ اُمَّتِىْ قَرْنِىْ ... (70)

ترجمہ: میری امت میں بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔

حروف مقطعات کے مذکورہ بالا معانی سب علماً اور مفسرین کی تاویلیں ہیں جن میں انہوں نے ان حروف کے معانی کی طرف تاویلات کی روشنی میں اشارہ کیا اور ایسے معانی بتائے جن کا کسی حکم شرعی کے ساتھ کسی طرح بھی تعارض نہیں، لیکن کسی نے بھی تاویلات سے ان معانی کو حرف آخر اور اصل مفہوم ہونے کا حتمی دعویٰ نہیں کیا۔

علامہ سیوطی نے حروف مقطعات پر تفصیلی بحث کی اور حروف مقطعات سے متعلق درج ذیل نکتے بیان کئے ہیں:

☆ حروف مقطعات سورتوں کے اوائل ہیں اور یہ متشابہات میں سے ہیں۔

☆ حروف مقطعات کے جو معنی علماً سے منقول ہیں وہ صرف تاویلات ہیں، حتمی معانی نہیں ہیں۔

☆ حروف مقطعات کا وجود عربی شاعری میں بھی ہے، اس لئے قرآن کریم میں عربوں کے دستور کے مطابق مقطعات کا اسلوب اختیار کیا گیا۔

☆ حروف مقطعات قسم ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی طرف اشارہ ہے

☆ حروف مقطعہ کا اصل علم کسی کو معلوم نہیں اگر کوئی دعویٰ کرے تو وہ باطل ہے۔

☆ حروف مقطعات تنبیہ کے لئے آئے ہیں۔

☆ حروف مقطعات کا مقصد حروف تہجی کی طرف توجہ دلانا تھا اور بتانا تھا کہ یہ قرآن بھی انہی حروف سے بنا ہے جس سے تم اپنا کلام بناتے ہو تو پھر اس کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے۔

☆ حروف مقطعہ علامت نبوت ہیں۔ (71)

علامہ سیوطیؒ نے مقطعات کے نکات پر بحث کرنے کے بعد متشابہ آیات کے اندر بلاغی نکات کو اجاگر کیا۔

برصغیر کے مشہور محدث شاہ ولیؒ اللہ نے بھی متشابہات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور بتایا کہ قرآنی متشابہات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صفات و تشبیہات

اللہ تعالیٰ کی صفت کو ان مفرد الفاظ سے بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق اجسام سے ہے مثلاً استواء، نفس، وجہ، عین، ید، ساق، قرب، فوقیت، حُب، غضب، رضا، عجب، رحمت وغیرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سی آیات میں ہے۔ یہ سب متشابہات ہیں کیونکہ ان صفات سے مراد وہ صفات نہیں جو انسانی جسم کے لئے ہیں بلکہ مفردات کے بیان سے صرف ان صفات کی طرف اشارہ کرنا یہ نہیں ہے کہ وہ صفات بعینہٖ انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات اس کی ذات کی شان کے مطابق ہیں جن کی اصل حقیقت کا ادراک انسان نہیں کر سکتا۔

۲۔ معادیات

معادیات سے مراد وہ آیات ہیں جن کا تعلق معاد اور آخرت سے ہے، ان آیات میں حساب و کتاب، وزن اعمال، اللہ تعالیٰ کا نزول، اللہ تعالیٰ کا ہم کلام ہونا،

اللہ تعالیٰ کا پنڈلی کو ظاہر کرنا وغیرہ کا ذکر ہے، یہ آیات متشابہات ہیں، ان کی اصل حقیقت کو واضح نہیں کیا جا سکتا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہوگا جس کا ادراک ممکن نہیں۔ (72)

متشابہات کو واضح کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کو دوسری آیات کی روشنی میں واضح کیا جائے اور کوئی ایسا معنی نہ متعین کیا جائے جو کسی آیت وغیرہ کی نفی کرتا ہو۔
مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی کہ
اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ... (73)

ترجمہ: وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا
ایسے دوسری جگہ ارشاد فرمایا
اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ... (74)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے، بنایا اس کو مٹی سے
ان آیات سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ انصاریٰ کا ان کے بارے میں الوہیت اور ابنیت کا دعویٰ کرنا کلمة اللّٰه اور روح منه والی آیات متشابہات کی روشنی میں غلط اور کجروی ہو جائے گی۔ متشابہات سے اپنی رائے کے مطابق کھینچ کر کوئی معنی نکالنا صحیح نہیں۔ (75)

تفہیم القرآن میں ابو الاعلیٰ مودودی نے مابعد الطبیعی مسائل سے متعلق آیات متشابہات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان آیات میں انسان کو حقیقت کے قریب تک پہنچا دیا گیا، ان آیات کے اصل مفہوم کو کما حقہ سمجھانا مقصود نہیں اس لئے حقیقت کی تلاش میں انسان کو آگے نہیں نکل جانا چاہیے کہ اس سے انسان قریب کی بجائے دور ہوتا چلا جائے گا۔ (76)

تفسیر جلالین میں متشابہات پر بحث کرتے ہوئے کہا گیا کہ متشابہات قرانیہ میں کبھی

تو ظاہری معانی ہی لغت سے نہیں معلوم ہو سکتے ہیں، مراد متکلم تو بہت دور کی بات ہے جیسے حروف مقطعات کھٰیٰعص، طٰہٰ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، وغیرہ ان کے معنی کسی لغت کی مدد سے بھی پتہ نہیں چلتے اور کبھی متشابہات قرآنیہ کے ظاہری معانی تو معلوم ہوتے ہیں لیکن متکلم کی اصل مراد کو معلوم کرنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ مستحیل ہے مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان میں وارد ہونے والی آیات مثلاً۔ (77)

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰیO (78)

ترجمہ: وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا

... وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ O (79)

ترجمہ: اور تاکہ پرورش پائے تو میری آنکھ کے سامنے

... کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ... (80)

ترجمہ: ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ

... یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ... (81)

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے

...وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ م بِیَمِیْنِهٖ... (82)

ترجمہ: اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں اس کے داہنے ہاتھ میں

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ... (83)

ترجمہ: جس دن کھولی جائے پنڈلی

...نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ O (84)

ترجمہ: اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ

وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا O (85)

ترجمہ: اور آئے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار قطار

... فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ... (86)

ترجمہ: سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ

... وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ... (87)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو

... وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ ... (88)

ترجمہ: اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ... (89)

ترجمہ: اللہ روشنی ہے آسمانوں اور زمین کی

...مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ... (90)

ترجمہ: کس چیز نے روک دیا تجھ کو کہ سجدہ کرے جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھوں سے

وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِO (91)

ترجمہ: اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا... (92)

ترجمہ: اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں۔

تفسیر جلالین میں ایک نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ آیات صفات اور مقطعات قرآنیہ

دونوں، جو آیات متشابہات ہیں کا تعلق ماوراء عقل سے ہے اور انسانی حواس ان کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے۔ مثلاً خدا کی ہستی، اس کی صفات، مرنے کے بعد کی زندگی، آخرت کے احوال و اہوال۔ یہ متشابہات خلاف عقل نہیں مگر ماوراء عقل ضرور ہیں۔ انسان اس پر یقین کرے کہ یہ سب برحق ہیں لیکن حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، انسان صرف عقل اور حواس سے اس کا اپنے ذہن کے مطابق تصور کر سکتا ہے لیکن حقیقت نہیں پا سکتا۔ (93)

جب متشابہات کا اصل مقصود معلوم نہیں تو متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو متشابہات سے مراد ہے، اس کی حقانیت پر ایمان و اعتقاد کرنا اور ان چیزوں سے رک جانا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی انسانوں کی اس میں آزمائش ہے۔ اس آزمائش سے حق پرست اور متزلزل کو جدا کرنا ہے۔ (94)

متشابہات کے سلسلے میں عصر حاضر کے مشہور محقق وحید الدین خان حقیقت پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ متشابہات کو نہ چھیڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم کو اس قسم کی بے نتیجہ بحث میں الجھنے سے بچائے، اللہ اہل علم کو عقل سلیم دے تا کہ وہ متشابہات کے حقائق کے مجمل یقین پر راضی ہو جائیں اور اس دن کا صبر سے انتظار کریں جب متشابہات کی حقیقتیں اپنی تفصیلی صورت میں کھل کر سامنے آ جائیں۔ (95)

مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''متشابہات سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں ہمارے روزمرہ
> مشاہدات ومعلومات کے دسترس سے باہر کی باتیں تمثیلی وتشبیہی
> رنگ میں قرآن نے بتائی ہیں کیونکہ ان کا تعلق ایک نادیدہ عالم
> (Metaphysics) سے ہوتا ہے۔ علم کے طالب بقدر استعداد
> ان سے فائدہ اٹھا کر ان کی اصل صورت وحقیقت کو علم الٰہی کے

حوالہ کر دیتے ہیں ۔ اگر حد سے آگے بڑھ کر ان کی اصل حقیقت
کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کریں تو یہ چیزیں فتنہ بن جاتی ہیں
اور اس کے نتیجے میں انسان مزید الجھ جاتا ہے ۔'' (96)

قرآن نے متشابہات سے متعلق اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا:
بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ... (97)

ترجمہ: بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اس کی حقیقت ۔۔۔

صلاح الدین یوسف بھی آیات متشابہات سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' آیات متشابہات میں ماوراء عقل حقائق جیسے اللہ تعالیٰ کی ہستی،
قضا وقدر کے مسائل، جنت و دوزخ، ملائکہ وغیرہ کا ذکر ہے جن
کی حقیقت سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے یا ان میں اشتباہ کی وجہ
سے تاویل کی گنجائش ہے جس کی مکمل جزمی تشریح سے عوام کو گمراہی
میں ڈالنا ممکن ہو ۔'' (98)

غلام رسول سعیدی نے متشابہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں ۔ اول جس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو جیسے قیامت کا وقت، اور دآبۃ الارض کے نکلنے کا وقت وغیرہ ۔ ثانی جس کی معرفت کا انسان کے لئے کوئی ذریعہ نہ ہو جیسے مشکل اور غیر مانوس الفاظ اور مجمل احکام ۔ ثالث جو ان دونوں کے درمیان ہو ۔ جس کی معرفت علماء راسخین کے لئے حاصل کرنا ممکن ہے لیکن عامۃ الناس کے لئے ممکن نہیں ہے ۔ سعیدی اپنے بیان کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے متعلق دعا کی کہ اے اللہ! اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما: اس دعا سے اسی قسم کی متشابہ آیات کا علم مراد ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے

لئے بھی اسی قسم کی دعا کی تھی۔ (99)

متشابہات کے بارے میں پیر کرم شاہؒ نے تفسیر روح المعانی کی عربی عبارت کو نقل کر کے مفسر سید محمود آلوسی بغدادی کا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: متشابہات سے مراد وہ امور ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص فرمایا۔ وہ اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم بذریعہ وحی اپنے رسول ﷺ کو دیا یا اولیائے کاملین کے قلوب میں القا فرمایا ہے۔ (100)

شیخ عبدالحق دہلوی نے متشابہ کو فقہی اصطلاح کے تناظر میں پرکھتے ہوئے فرمایا:

''علمائے اصول کے نزدیک جو کلام کسی معنی کے لئے موضوع ہو اگر اس میں دوسرا احتمال نہیں تو اس کو نص صریح کہتے ہیں اور اگر دوسرا احتمال ہو اور دونوں احتمال برابر بھی ہوں تو اس کو مشترک کہتے اور ہر احتمال کی نسبت سے مجمل اور اگر ایک احتمال قوی ہو اور دوسرا ضعیف تو احتمال قوی کے لحاظ سے اس کو ظاہر کہتے ہیں اور ضعیف کے لحاظ سے مؤول کہتے ہیں، ان سب اصطلاحات میں نص اور ظاہر کو محکم کہا جاتا ہے اور مجمل اور مؤول کو متشابہ کہا جاتا ہے۔''.(101)

بعض محققین علمائے اصول کے نزدیک جو کلام کسی معنی پر ظاہراً دلالت کرتا ہے اور اس میں دوسرے احتمال کی گنجائش بھی ہے پس اگر یہ معنی نفس الفاظ سے سمجھا جائے تو اس کو ظاہر کہیں گے۔ اور اگر اس معنی کے لئے سیاق بھی ہو تو اس کو نص کہیں گے۔ اور کبھی عموماً ہر آیت و حدیث کو نص کہہ دیتے ہیں اور جس میں دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں اگر احتمال نسخ ہے تو اس کو مفسر کہتے ہیں اور اگر یہ بھی احتمال نہیں تو اس کو محکم کہتے ہیں اور جو ظاہراً دلالت نہیں کرتا اور اس میں پوشیدگی ہے اگر وہ نفس الفاظ میں ہے لیکن قرآئن کی مدد سے دور ہو سکتی ہے تو اس کو مشکل کہتے ہیں اور جو قرآئن سے بھی دور نہیں ہوتی مگر متکلم سے انکشاف کی امید ہے تو اس کو مجمل کہتے ہیں اگر امید بھی نہیں تو پھر اس کو متشابہ

کہتے ہیں ۔ (102)

بہر حال یہ اصول فقہ کے مصطلحات ہیں اور ہر محقق نے اپنی صوابدید کے مطابق ان اصطلاحات کو استعمال کیا ہے لیکن سب کا مفہوم ایک جیسا ہے ۔ اگر مفہوم ایک جیسا ہو تو اصطلاحات کے مختلف ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ۔

لا مشاحة فی الاصطلاح

یعنی اصطلاحات کے مختلف ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

مولانا شبیر احمد عثانیؒ کا نکتہ نظر محکمات اور متشابہات کے متعلق نہایت واضح اور دوٹوک ہے، آپ نے فرمایا:

''متشابہات کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے وہ ہی اپنے کرم سے جس کو جس قدر حصہ پر آگاہ کرنا چاہے کر دیتا ہے ۔ جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات و متشابہات سب کو حق جانتے ہیں ۔ انہیں یقین ہے کہ ان کا سرچشمہ ایک ہی ہے ۔ اور ان میں تناقض و تہافت کا امکان نہیں اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر سمجھتے ہیں ۔ (103)

الاتقان میں متشابہ آیات کے سلسلے میں حروف مقطعات اور اللہ تعالٰی کی صفات پر طویل بحث کی گئی ہے متشابہ کے موضوع پر بقول جلال الدین سیوطی کئی نحوی انداز میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سب سے پہلے مشہور نحوی کسائی نے لکھا ہے اور ان متشابہ آیات کو لیا ہے جو باہم ملتی جلتی ہیں ۔

مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے :

... وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ ... (104)

ترجمہ: اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے ۔

اور سورۃ الاعراف میں ہے:

...وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا... (105)

ترجمہ: اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں

...وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ... (106)

ترجمہ: اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

... وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ... (107)

ترجمہ: اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

اس طرح سورۃ البقرہ میں

...هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ O (108)

ترجمہ: راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو

اور سورۃ لقمان میں ہے۔

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ O (109)

ترجمہ: ہدایت ہے اور مہربانی نیکی کرنے والوں کے لئے

البقرہ میں متقین کے ضروری اوصاف بیان کرنے کے بعد لفظ متقین مناسب ہوا
اور سورۃ لقمان میں رحمت کا بیان ہونے کی وجہ سے محسنین کا لفظ ہی مناسب تھا۔ (110)

ایک اور جگہ تشابہ آیات پر بات کرتے ہوئے کسائی نے فرمایا کہ سورۃ بقرہ میں
ہے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ... (111)

ترجمہ: تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہماری طرف

اور سورۃ آل عمران میں ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ... (112)

ترجمہ: تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ اور جو کچھ اترا ہم پر

پہلے قول میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے اور دوسرے میں نبی ﷺ سے اس کا سبب یہ ہے کہ لفظ الیٰ پر ہر ایک جہت سے انتہا ہوتی ہے مگر لفظ علےٰ پر محض ایک ہی جہت سے انتہا ہوتی ہے جو کہ غلو (بلندی) ہے کیونکہ نبی ﷺ پر وحی غلو کی جہت سے آتی تھی اس لئے علینا ہی مناسب ہے اور جو باتیں بھی نبی ﷺ کی جہت سے آئی ہیں ان میں سے اکثر علےٰ کے ساتھ آئی ہیں اور امت کی جہت میں آنے والی باتیں الیٰ کے ساتھ آئی ہیں۔ (113)

قرآن کے متشابہات اللہ تعالیٰ کے (Codes) سربستہ راز ہیں۔ اس لئے متشابہ امور کے بارے میں جزمی رائے زنی کی ضرورت نہیں گمراہ لوگ بے فائدہ بحث کرتے ہیں اور اس چیز کے حصول کی ناکام کوشش کرتے ہیں جنہیں معلوم کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں۔ اس کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جسے جزمی طور پر جاننا ممکن ہی نہیں بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے بارے میں سوال کرے تو اس کا جواب امام مالکؒ کی طرح دینا چاہئے کہ اس کے ظاہری معنی تو معلوم ہیں لیکن اس کے اصل مفہوم کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اس پر ایمان لانا تو واجب ہے کہ متشابہات سے جو مراد الٰہی ہے وہ برحق ہے لیکن اس کے بارے میں سوال کرنا اور حقیقت معلوم کرنا گمراہی ہے اور کج روی ہے جس سے خود قرآن کریم میں منع فرمایا گیا۔ (114)

مشہور دانشور اور مفسر قرآن سید امیر علی نے متشابہات کے سلسلے میں مذکورہ بالا بات کی تائید کرتے ہوئے آپ ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ اللہ کی نعمتوں میں فکر کرو اور اللہ کی ذات اور صفات میں فکر مت کرو جو شخص حقائق الیقین کے سمندروں سے پار نہیں ہوا اور آئینہ تحقیق میں نہیں دیکھا اس نے اگر متشابہات پر غور کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں رائے زنی سے کام لیا تو وہ اپنے ایمان کے مرتبہ سے بھی گر جاتا ہے۔ اور جو لوگ حقیقت و معرفت کو نہیں پہنچے اور وہ متشابہات میں غور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اپنی عقل سے تشریح کرتے ہیں تو وہ توحید کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے توحید سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں اور فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔ [115]

مطالب القرآن میں غلام احمد پرویز نے متشابہات کے بارے میں ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلائی ہے کہتے ہیں کہ متشابہات کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ وہ آیات جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے اور یہ اس کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوئی ہے۔ [116]

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ... [117]

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

بلکہ یہاں تک وضاحت کر دی گئی ہے کہ

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ O [118]

ترجمہ: پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا

پرویز نے کہا کہ متشابہات کا یہ غلط مفہوم بیان کرنے کا نقصان یہ ہوا کہ غیر مسلموں کے لئے اعتراضات کے دروازے کھل گئے اور دور حاضر کے مستشرق آربری نے بھی آیت (هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰت) کا ترجمہ یوں کر دیا۔ [119]

The Book where in are verses clear and others ambigous(120)

ترجمہ: ایسی کتاب جس میں واضح آیات ہیں اور دوسری مبہم

آربری اور دیگر مستشرقین کو اس غلط ترجمے کی جسارت اس لئے ہوئی کہ ہمارے مسلمان مفسرین نے بھی اپنے ترجموں میں یہ کہا کہ متشابہات کے معنی میں اشتباہ ہوتا ہے۔ مشہور تفسیر ابن کثیر کے مترجم محمد جونا گڑھی کہتے ہیں کہ متشابہات کی آیات وہ ہیں جو یا تو منسوخ ہیں یا جن میں تشبیہات اور مثالیں دی گئی ہیں یا جن میں قسمیں کھائی گئی ہیں ان پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور یہ عمل کے لئے نہیں ۔حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی فرمان ہے کہ متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان کے اصل مقصد کو معلوم کرنے کے لئے تصرف و تاویل نہیں کرنی چاہیے ۔متشابہات کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیتوں سے ہی اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرتے ہیں ۔(121)

تیسیر القرآن میں عبدالرحمٰن کیلانی متشابہات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: متشابہات کی اصل مراد ذہن انسانی کی دسترس سے بالا ہے انسان کی عقل چونکہ محدود ہے اور کائنات اور اس کے حقائق لامحدود ہیں ۔اس لئے ان آیات کا ٹھیک ٹھیک مفہوم انسانی ذہن میں نہیں آ سکتا اور ہر شخص اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تاویل کرتا ہے ۔ایسی آیات عموماً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہیں ۔اب اس بات کے پیچھے پڑنا کہ اللہ کا عرش کیسا ہے؟ وہ خود کیسا ہے؟ اور کس طرح عرش پر بیٹھا ہے ۔اس قسم کی سوچ سراسر گمراہی ہے ۔کیونکہ اللہ نے خود ہی فرمایا ہے ۔

... لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ... (122)

ترجمہ: نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی ۔

اسی وجہ سے عبد الرحمٰن کیلانی یہاں گمراہ فرقوں کے استدلال کی مذمت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جہمیہ اور معتزلہ کو الرحمن علی العرش استویٰ کی سمجھ نہ آئی اور انہوں نے عقل سے کام لے کر اس کی تاویل کر دی استویٰ کے معنی بدل کر استولٰی کر لئے ان کا نظریہ ہے چونکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے لہٰذا اس کی تاویل لازمی ہے حالانکہ اللہ تعالٰی نے واضح طور پر بتلایا ہے کہ ایسی آیات کی تاویل کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (123)

عبد الرحمٰن کیلانی اپنے نکتہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے اس آیت یعنی وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ... کے بارے میں کہتے ہیں کہ بعض حضرات اِلَّا اللّٰہ پر وقف کو ضروری نہیں سمجھتے اور اس کے بعد کی واؤ کو عاطفہ قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے آیت کا معنی یوں بنتا ہے کہ متشابہات کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے نیز علم میں رسوخ رکھنے والے لوگ بھی جانتے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ تفسیر درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بے شمار متشابہات ایسی ہیں جن کی حقیقت اللہ کے علاوہ کسی راسخ فی العلم کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی جن میں سرفہرست تو حروف مقطعات ہیں اور اللہ تعالٰی کی ذات و صفات بھی ہیں البتہ ذو معنی الفاظ والی آیات کی کسی حد تک تاویل کی جا سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ تاویل حتمی نہیں ہوگی۔ (124)

عاشق الٰہی مہاجر مدنی متشابہات کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

Allegorical means all these verses are similar and alike in their beauty, eloquence and truth. Yet their exact interpretation is known exclusively by Allah.(125)

ترجمہ: متشابہ کے معنی ہیں یہ تمام آیات اپنے حسن، روانی اور صدق میں ملتی جلتی اور ایک جیسی ہیں پھر بھی ان کی توجیہہ صرف اور صرف اللہ تعالٰی ہی کو معلوم ہے۔

اس کے بعد وہ آیات متشابہات کی مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں ۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰیO (126)

1. The most merciful is firm upon the throne

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ... (127)

2. The day when the calf shall be exposed.

وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّاO (128)

3. Your Lord Came and angles in rows.

...یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِم... (129)

4. The hand of Allah is above their hands.

اس کے بعد وہ آیات متشابہات کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں کہتے ہیں ۔

> "Those who are sound and firm in their knowledge accept all these without needing to understand their exact meanings. They just say, "We believe therein, all is from our Lord." They admit their ignorance.(130)

ترجمہ: وہ جو اپنے علم میں پختہ کار ہیں وہ سمجھنے کی ضرورت کے بغیر ان کے درست معانی کو تسلیم کرتے ہیں وہ صرف اتنا کہتے ہیں: ہمارا اس پر یقین ہے کہ سب من جانب اللہ ہے ۔ وہ اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہیں ۔

مذکورہ بالا مفسرین اور علماً کی آراء سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متشابہات سے متعلق عاشق الٰہی کا نظریہ ہی درست نظریہ ہے۔ جو قرآن کے بیانات سے مطابقت رکھتا ہے اور اسی میں بہتری ہے۔

اگر چہ آیات متشابہات کی وجہ سے کج رو لوگوں نے بڑے بڑے فتنے اٹھائے ہیں بالخصوص 'خاتم النبیّن' کے مفہوم سے ایسی تاویلات کی گئیں کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ لیکن یہ دو حقیقتیں اپنی جگہ پر اس طرح قائم ہیں جس طرح سورج وسط نہار میں پورے جوبن کے ساتھ اپنی روشنی کی کرنیں زمین کی سطح پر بکھیر رہا ہوتا ہے۔

پہلی حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ذرہ برابر بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ہی خالق کائنات کا نازل کردہ ہے ارشاد ربانی ہے:

اَفَلاَ یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًاO (131)

ترجمہ: کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوا اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں تفاوت

دوسری حقیقت یہ ہے کہ پورا قرآن بغیر اختلاف کے ہے لیکن اس کی آیات آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ اور موقع ومحل کے مطابق بار بار دہرائی جاتی ہیں تاکہ متشابہ امور کو محکم ثابت کر دیا جائے۔ خود قرآن مجید میں آیا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ... (132)

ترجمہ: اللہ نے اتاری بہتر بات، کتاب آپس میں ملتی، دہرائی ہوئی

قرآن مکمل طور پر متشابہ یعنی ملتا جلتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے اگر ایک آیت میں

کوئی بات مختصر پیش کی گئی ہوتو دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کر کے ابہام کوختم کر دیا جاتا ہے ۔ اور وہ آیات متشابہات محکمات کے زمرے میں آجاتی ہے اور بعض جگہ مثلاً مابعد الطبیعات یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا عالم آخرت کی زندگی سے متعلق جو متشابہات ہیں ، ان کے ظاہری معنی معلوم ہونے کے باوجود اصل حقیقت کا پورا ادراک انسانی عقل نہیں کر سکتی ، لہٰذا ان میں جزمی حکم لگانے کی کوئی گنجائش نہیں ۔

2.3 فصل سوم اَحسن اور غیر اَحسن تاویلات: مفہوم و اشکال

متشابہات میں حدود میں رہ کر غیر جزمی تأویلات کی اجازت ہے، اگر حدود سے باہر نکل کر متشابہات کی تاویلات یا ان کو جزمی تاویلات کے طور پر پیش کیا جائے تو وہ غلط ہیں۔ غلط اور صحیح، اسی طرح صحیح میں اَحسن تاویلات کو جانچنے کا کیا معیار ہونا چاہیے؟ اس نکتہ کو واضح کرنا بہت ضروری ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ ...اُولُوا الۡاَلۡبَابِ O (133)

تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو کہ وہ متشابہ کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے پرہیز کرو۔ (134)

اسی طرح تفسیر مظہری میں ابو مالکؓ اشعری سے روایت ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مجھے اپنی امت پر کس چیز کا خوف نہیں مگر تین چیزوں کا، ان تین چیزوں میں سے ایک یہ بھی ذکر کیا کہ ان لوگوں کے لئے جب کتاب اللہ کھولی جائے گی تو وہ اپنی کج روی کی وجہ سے اس کی تاویل چاہتے ہوئے شروع کریں گے جب کہ اس کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (135)

لیکن راسخون فی العلم ان متشابہات کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں اور الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم (دین) میں پختہ کار اور فہیم ہیں اور یہ اپنے محتاط رویے کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ ہم ان متشابہات کے مفہوم پر اجمالاً یقین رکھتے ہیں اور ان کی جو مراد واقع میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے وہ حق ہے۔ (136)

متشابہات کی غلط تاویلات سے منع کیا گیا ہے۔ اور غلط تاویلات کی متشابہات میں ابتدا کیسے ہوئی اس پر قاضی ثناءاللہ پانی پتی کہتے ہیں کہ جب یہودیوں نے اسلام کو روز بروز ترقی کرتے ہوئے

دیکھا اس پر ضد کرنے لگے اور انہیں یقین ہو گیا دنیا میں مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے تائید حاصل ہے۔ انھوں نے نفاق سے کام لیا اور ظاہر میں اسلام میں داخل ہو گئے لیکن متشابہات میں غلط تاویلات کے ذریعے متشابہات کی پیروی کرنے لگے، اور یوں اس کے نتیجے میں مذاہب باطلہ وجود میں آئے۔ (137)

صوفی عبدالحمید سواتی نے غلط تاویلات قرآن پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی متشابہ آیات کی غلط تاویل کر کے لوگوں کو اصل دین سے دور کر دیا حتیٰ کہ محکم آیات کو بھی متشابہات کے تابع کر کے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمانوں نے آج یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر خود محکم آیات کو توڑ مروڑ کر متشابہات کے معنی پہنائے اور یہود و نصاریٰ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ (138)

ہمارے خیال میں یہاں 'ہم مسلمانوں' کی بجائے 'ہم میں سے **بعض** مسلمانوں' کہا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ آگے چل کر عبدالحمید سواتی نے اپنے نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے جو مثالیں پیش کی ہیں وہ تمام مسلمانوں کی نہیں بلکہ ایک مخصوص طبقہ فکر کے اصحاب کی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ختم نبوت اور حضرت عیسیٰؑ کے زندہ اٹھائے جانے کا انکار اور اس طرح دیگر غلط افکار یہ سب قرآن کی آیات متشابہات کا سہارا لے کر ہی کیا جا رہا ہے۔ ایسا رویہ قرآن کی نظر میں دلوں میں کجی کی نشاندہی کرتا ہے اور متشابہات سے غلط تاویلیں تلاش کر کے گمراہی پھیلائی جا رہی ہے۔'' (139)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے کہا کہ خاتم النبیّن کی غلط تاویلات نے آج تک نوے جھوٹے نبی پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح متشابہات کی غلط تاویلات سے معتزلہ، مُرجِئہ، جبریہ اور قدریہ پیدا ہوئے۔ جن کی وجہ سے وحدت اسلامی کی بنیانِ مرصوص میں بڑے

بڑے شگاف پڑ گئے جس کا خمیازہ آج تک امت مسلمہ برداشت کر رہی ہے۔ (140)

حضرت شاہ ولی اللہ نے اسی وجہ سے آیات متشابہات کی تاویل میں بہت احتیاط برتی ہے اور متکلمین کے گروہ پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے تقریباً تمام متشابہ آیات کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ ایک غلط روش ہے جس سے مذہبی فرقہ بندی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (141)

شاہ ولی اللہ کا خیال ہے کہ متشابہ آیات میں ان کے ظاہری حکم پر عمل کیا جائے اور ان کی تاویل کے سلسلے میں غور وفکر سے پرہیز کیا جائے۔ شاہ ولی اللہ نے تاویلات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کبھی یہ تاویلات نحوی بحثوں کی پیچیدگیوں سے پیدا ہوئیں اور کبھی تصوف کی پیچیدہ موشگافیوں کی وجہ سے اور شاہ ولی اللہ ایسے متصوفانہ نکات کو تفسیر قرآن سے غیر متعلق قرار دیتے ہیں۔ (142)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آیت کا ظاہر ہے اور باطن بھی لیکن آیات کا ظاہر تو وہی ہے جس پر آیت کے الفاظ براہ راست دلالت کرتے ہیں اور جسے عرف عام میں عام معنی یا مطلب کہا جاتا ہے۔ اور باطن تمام آیات کا الگ الگ ہے۔ اور تذکیر بآلا اللہ کا باطن تفکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نشانیوں میں غور وفکر کرنا اور باطنی مشاہدہ کرنا۔ (143)

تفسیر کرنا کوئی عام کام نہیں کہ ہر آدمی قرآن کی تفسیر شروع کر دے، مفسر کے لئے بہت سارے علوم کا تبحر ضروری ہے اور اصول تفسیر کے مطابق سیوطی کے نزدیک مفسر کے لئے پندرہ علوم کا جاننا ضروری ہے۔ (144)

☆ لغت ☆ نحو ☆ صَرف

☆ اشتقاق	☆ معانی	☆ بیان
☆ بدیع	☆ قرأت	☆ اصول دین
☆ اصول فقہ	☆ اسباب نزول	☆ ناسخ ومنسوخ
☆ فقہ	☆ فقہ احادیث	☆ باطنی تصوف

اور جب مفسر کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور ہر طرح کا آدمی تفسیر قرآن میں جولانی طبع دکھائے تو تفسیر قرآن اور خاص طور پر متشابہات کی تاویلات میں غلط چیزیں سامنے آئیں گی ،تفسیر کے معیار صحت کے بارے میں ثناء اللہ امرتسری نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں زیادہ زور قرآن کی زبان کی کما حقہ معرفت پر ہے ۔ جب تک عربی زبان کے اشتقاق ،لغوی اور اصطلاحی معنی ،اسلوب بیان ،فصاحت اور بلاغت وغیرہ کا جاننے کا صحیح علم نہ ہو تو تفسیر باطل ہوگی ۔ اسی نکتہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے امرتسری کہتے ہیں ۔

۱۔ مشہور تابعی مجاہدؒ کہتے ہیں کسی ایک کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں بات کرے اور وہ لغاتِ عرب کا عالم نہ ہو ۔

۲۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ میرے پاس اگر ایسا شخص لایا جائے جو لغت عرب کے بغیر کتاب کی تفسیر کرتا ہو تو میں اسے سزا دوں گا ۔

۳۔ امام فخر الدین رازیؒ نے فرمایا بے شک قرآن عرب کی لغت میں نازل ہوا ۔ لہٰذا اس کے خلاف اس کی تفسیر جائز نہیں ۔ (145)

آخر میں ثناء اللہ امرتسری نے کہا کہ اپنی مرضی اور رائے سے تفسیر کرنے والوں کو دوزخ کی وعید سے بچنا چاہیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّاءُ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (146)

ترجمہ: جس نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کر لے۔

اسی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ثناء اللہ امرت سری کی تفسیر ثنائی، احسن تاویلات کی ایک بہترین مثال ہے۔ لیکن اگر آپ تفسیر قرآن اور خاص طور پر متشابہات کی تفسیر میں ثناء اللہ امرتسری کے تاویلات کے مقرر کردہ راستے سے ہٹ کر تفسیر اور تاویل کریں گے تو اس میں بھٹکنے کا بہت احتمال ہے۔ انہی وجوہات کی بنیاد پر مسلمانوں میں نئے فرقوں مثلاً مرزائیت، نیچریت اور اسی طرح دیگر متشدد نظریات والے فرقوں کی تفسیر اور تاویل اَحسن اسلوب سے دور نظر آتی ہے۔

متشابہات تو متشابہات ہیں ہی لیکن ان فرقوں نے محکم آیات کو بھی اپنی خواہشات کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے جو تحریف معنوی ہے۔ تفسیر کو بے قید لکھنے سے یہ بات پیدا ہوئی کہ ہر مفسر جو کسی فن میں مہارت رکھتا، اس نے قرآن کی تفسیر کو چاہے وہ محکمات ہوں یا متشابہات اپنے زاویہ نگاہ سے لکھا یہی وجہ ہے کہ فخر الدین رازی، جاراللہ زمخشری کی تفاسیر اسی طرح ابن کثیر اور معالم التنزیل وغیرہ ان سب تفسیروں کے ذریعے قرآن سمجھنے کی کوشش سے سوائے تحیر کے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ (147)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس نکتہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا:

> ''صدر اول کے بعد سے قرآن کریم کے فہم وتدبر کی راہیں دور ہوگئیں۔ ایک قرآنی اور دوسری غیر قرآنی۔ غیر قرآنی سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو قرآن سے نہیں بلکہ مفسرین قرآن کے ذوق و فکر سے پیدا ہوئے۔ یہ علوم وضعیہ کی اشاعت، ایرانی، رومی، اور ہندی تمدن کے اقتباس اور عجمی اقوام کے اختلاط کا قدرتی نتیجہ تھا۔'' (148)

افسوس قرآن کہاں لے جانا چاہتا تھا اور دنیا نے اسے اپنے سر پر رکھ کر کدھر کا رخ کیا ہمارے مفسرین، متکلمین، ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہو گئے کہ انہیں دوسری راہوں کی خبر ہی نہ رہی۔ (149)

تفسیر بالرائے کی وجہ سے مطالب القرآن سمجھنے میں لوگوں سے لغزشیں ہوئیں۔ ایسی تفسیر سے مقصود وہ تفسیر نہ تھی کہ جو اس لئے کی جائے کہ قرآن کیا کہتا ہے بلکہ اس لئے کی جائے کہ ہماری ٹھہرائی ہوئی دلیل کیا چاہتی ہے''۔ (150)

مولانا عبدالماجد دریا بادی نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں علوم لغویہ کی اہمیت کا اعتراف کرنے کے ساتھ فرمایا کہ تزکیہ نفس یعنی باطنی تصوف بہت ضروری ہے۔ محض زبان دانی کے بھروسہ پر قرآن سمجھ لینے کی کوشش ایک سعی لا حاصل ہے ابوجہل اور ابولہب سے بڑھ کر زبان دان اور کون تھا؟ لیکن اپنی روح کو انہوں نے قرآنی روح سے یکسر بیگانہ و نا آشنا رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن ان پر ذرا بھی نہ کھلا اور وہ فہم قرآن کے درجہ ادنیٰ کی سعادت سے بھی محروم ہی رہے۔ (151)

بعض کہتے ہیں کہ قرآن فہمی اور اس کی تفسیر محکمات اور متشابہات کے لئے باطنی تصوف یعنی تزکیہ نفس کا ہونا بہت ضروری ہے، صوفیائے کرام ایک درخت لگاتے ہیں لیکن سالوں تک لوگ اس کے پھل کھاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی قبروں میں سو جاتے ہیں لیکن ان کے علوم سے لوگ پشت در پشت فیض پاتے رہتے ہیں۔ (152)

یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور مظہر ذات الٰہی ہیں ان کی اپنی کلام میں بھی کچھ محکمات ہوتے ہیں کچھ متشابہات جیسے منصور حلاجؒ نے ''انا الحق'' کہا بایزید بسطامیؒ نے سبحانی ما اعظم شانی فرمایا اسی طرح شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے وہ کلمات جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں متشابہات ہیں اسی لئے خود محی الدین نے فرمایا کہ ہم ایسی قوم ہیں کہ ہماری کتابیں نااہل کو دیکھنا حرام ہیں۔ امام سیوطی نے فرمایا میرے نزدیک

فیصلہ یہ ہے کہ ابن عربی ولی کامل ہیں مگر ان کی کتابیں دیکھنا حرام ہے۔ (153)

لیکن علمائے شریعت نے صرف ان متشابہات کو سامنے رکھ کر ظاہری معنی پر حکم شرعی جاری کیا اور بہت سے صوفیاء کرام پر کفر کے فتوے صادر کئے اور بعض کو شہید کیا گیا جیسے منصور حلاج کو۔

تاہم قرآنی آیات کو کھینچ کر اپنے مطلب کے معانی وتوضیح کرنا معیوب اور مذموم ہے کیونکہ لازمی طور پر اس سے قاری کی توجہ قرآن سے ہٹ کر دوسری طرف چلی جاتی ہے اور قرآن کی اصل روح اس پر واضح نہیں ہوسکتی۔

محمد رضی الاسلام ندوی نے قرآن کی تفسیر میں طرق تفسیر کو نظر انداز کرنے سے غلط تاویلات کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا:

۱۔ احادیث کو نظر انداز کرکے صرف قرآن کو بنیاد بنا کر تفسیر کرنے سے تاویل میں غلطی ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے لئے نعمت اور نعیم دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفسرین اور علمائے لغت نے دونوں کے درمیان فرق نہیں کیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی میں واضح فرق ہے نعمۃ کا لفظ دنیوی نعمتوں کے لئے استعمال ہوا ہے اور نعیم کا استعمال قرآن میں صرف آخرت کی نعمتوں کے لئے خاص ہے۔

۲۔ آثار صحابہ وتابعین کو تفسیر کے وقت پیش نظر نہ رکھا جائے تو تاویل غلط ہوسکتی ہے مثلاً سورۃ المائدہ میں ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰت...مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُم... (154)

ترجمہ: آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں ۔۔۔اور حلال ہیں تم کو پاک دامن عورتیں مسلمان اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے ۔۔۔

بعض کہتے ہیں کہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح جائز نہیں کیونکہ اس آیت سے مراد اہل کتاب کی وہ عورتیں ہیں جو ایمان لے آئی ہیں چونکہ اسی آیت میں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ الگ آیا ہے اس لئے متعدد صحابہ نے قرآن کی اس اجازت سے فائدہ اٹھایا تھا جمہور نے یہی مطلب لیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

۳۔ صحف سماوی کے بیانات کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو بعض اوقات صحیح تاویل ممکن نہیں رہتی اور غلطیاں ہو جاتی ہیں مثلاً قرآن کریم کی متعدد آیات میں قتل الانبیاء کو یہود کا ایک جرم بتایا گیا ہے۔

...ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ بِغَيْرِ الْحَق... (155)

ترجمہ: یہ اس لئے ہوا کہ نہیں مانتے تھے احکام خداوندی کو اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق

بعض مفسرین نے یہ بتایا کہ ان آیات میں قتل سے مراد مخالفت ہے انبیاء کا قتل ممکن نہیں۔ جب کہ اس تاویل کی غلطی کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خود یہود و نصاریٰ کے صحیفے اس پر شاہد ہیں کہ یہود نے قتل انبیاء کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

۴۔ لغت اور کلام عرب سے اعراض برتنے پر قرآن کے صحیح معانی کے تعین اور آیت کی تاویل میں غلطی ہو جاتی ہے مثلاً سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔

وَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰیO فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰیO (156)

ترجمہ: اور جس نے نکالا چارا۔ پھر کر ڈالا اس کو کوڑا سیاہ

مفسرین نے عام طور پر غُثَآءً اَحْوٰی کا معنی سیاہ کوڑا کرکٹ کیا ہے لیکن لغت اور کلام عرب سے اس سے مختلف مفہوم نکلتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی غُثَـآءً اَحْوٰی کے لفظ کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عربی میں لفظ 'غُثَآءً' تو بے شک جھاگ اور خس و خاشاک کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن 'اَحْوٰی' ہرگز اس سیاہی کے لئے نہیں آتا جو کسی شے میں اس کی کہنگی، بوسیدگی اور پامالی کے سبب سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ یہ اس سیاہی مائل سرخی یا سبزی کے لئے آتا ہے جو کسی شے پر اس کی تازگی، شادابی، زرخیزی اور جوش نمو کے سبب سے نمایاں ہوتی ہے۔ لفظ 'غُثَـآءً' اگر چہ مکھن کی جھاگ اور سیلاب کے خس و خاشاک کے لئے بھی آتا ہے لیکن اس سبزہ کے لئے بھی اس کا استعمال معروف ہے جو زمین کی زرخیزی کے سبب سے اچھی طرح گھنا اور سیاہی مائل ہوگیا ہو۔

بعض مفسرین قرآن کی تفسیر بالقرآن پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں: قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے وہ خارج کی کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ سوائے اس ماحول کے جس پر اس کا انطباق ہوتا ہے اس کی تائید کائنات میں اللہ تعالٰی کے قوانین قدرت سے اور معاشرہ میں اس کے نظام سے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات علی الاطلاق درست نہیں۔ دیگر طرق جس میں علوم لغویہ، اصول فقہ، شان نزول اور باطنی تصوف یعنی تزکیہ نفس سے تغافل برتنے سے آیاتِ قرآن سے غلط تاویل کا قوی اندیشہ ہوسکتا ہے۔ (157)

اصل بات یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے قرآن کی تفسیر میں اگر چہ بہت محنت کی لیکن جب انہوں نے کلامی انداز میں بحث کی تو وہ اپنی جانبداری سے دور ہٹتے چلے گئے اور ایسی تاویلات کیں جو صرف ان کے اپنے سابقہ نظریات کی تائید میں تھیں۔ ان کلامی طریقے سے کی گئی تاویلات میں بے شمار غلطیاں کیں جس کی وجہ سے اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہوئی۔ امام رازی کی تفسیر کبیر، جار

اللہ زمخشری کی کشاف اور بیضاوی کی انوار التنزیل معروف کلامی تفسیریں ہیں ۔ سرسید احمد خان نے کلامی مسائل میں اعتزال کو نئے اسلوب میں پیش کیا اور سائنسی منہاج اختیار کیا۔ شبلی ، نذیر احمد ، چراغ علی نے اسی بحث کو آگے بڑھایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی علم کلام کی راہ پر چلتے چلتے نبوت تک جا پہنچا۔ اس نے اپنا سارا زور استدلال مسیح کی وفات پر دیا اور خود مسیح موعود اور نبی بن بیٹھا۔

اگر چہ سید مودودیؒ نے بھی کلامی مسائل پر اپنی تفسیر میں بحث کی لیکن انہوں نے کمال احتیاط سے کام لیا اور حتی الوسع اعتدال کا دامن نہیں چھوڑا اور جو بات قرآن سے ہم آہنگ تھی اس کا ذکر کیا۔ (158)

لیکن پھر بھی کلامی بحث کے نتیجے میں ان کی تفسیر کے کچھ مقامات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور ان کو اَحسن تاویلات کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ مفسرین نے حتی المقدور تفسیر میں قرآنی مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی لیکن بعض تاویلات ایسی کیں جو واقعی غلط تاویلات کے زمرے میں آتی ہیں اور اَحسن تاویلات بھی کمال کی ہیں لیکن غلط تاویلات نے قرآن مجید کے واضح حکم

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا... (159)

ترجمہ: اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو

کے باوجود امت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا یہاں تک کہ ہم اب تفرقہ بازی کی آخری حدوں تک پہنچ گئے ہیں ۔

صحابہ کرامؓ میں بھی تفسیری اختلاف موجود تھا اگر چہ بہت کم لیکن اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور اختلاف کو صرف حقیقت معلوم کرنے تک محدود رکھا ۔ جب حقیقت سامنے آجاتی تو وہ اپنی رائے سے دست بردار

ہو جاتے تھے ۔ انہوں نے اختلاف کبھی بھی ایسے خلاف میں نہیں بدلا جس کا نتیجہ تعصب اور انتشار ہو ۔ یہی حال تابعین، تبع تابعین فقہا اور محدثین کا تھا لیکن اختلاف کے باوجود ان میں بغض یا عداوت نہ تھی ۔ امام ابو حنیفہ اگر کسی فقہی مسئلے میں کوئی رائے دیتے تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنی اس رائے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص اسے نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کرے اگر کسی کے پاس اچھی بات ہو تو وہ پیش کرے ۔ لیکن آج انہی اماموں کے پیروکاروں کو دیکھیں تو افسوس ہوتا ہے کہ بات بات پر فسق و کفر کے فتوے لگتے ہیں ۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم

حوالہ جات

1. اشرف علی تھانوی، ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم، تاج کمپنی لمیٹڈ، ایڈیشن ۵، ۲۰۰۰ء، ص 44
2. ثناءاللہ عثمانی محمد، ترجمہ: پیر کرم شاہ تفسیر مظہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ج ۲، ۲۰۱۲ء، ص ۱۸
3. القرآن، سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۱۵۱
4. القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۲۳
5. النسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، ترجمہ: شمس الدین تفسیر مدارک للنسفی، مکتبہ العلم، لاہور، س ن ص ۴۰۸
6. محمد اکرام اعوان، امیر، اسرار التنزیل، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، منارہ، چکوال، ۲۰۰۵، ج ا، ص ۲۹۹
7. صلاح الدین یوسف، ترجمہ: محمد جوناگڑھی تفسیر احسن البیان (اردو)، دار السلام، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۶۳
8. ایضاً، ص ۶۴
9. ایضاً
10. سید قطب، ترجمہ: سید معروف شاہ شیرازی، فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۵۶۰
11. عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۲
12. امیر علی، سید، تفسیر مواہب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان، ادارہ نشریات اسلام، لاہور، س ن ص ۱۶۱
13. سید احمد خان، سر، تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس، کشمیری بازار، لاہور، س ن، ج ۲، ص ۴۳
14. القرآن، سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۱۰۲
15. القرآن، سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۱۹
16. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۶۴
17. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۲۵۶
18. القرآن، سورۃ النساء: ۴، آیت: ۳۶
19. القرآن، سورۃ النساء: ۴، آیت: ۴۸
20. القرآن، سورۃ البقرۃ: ۲، آیت: ۱۱۲

21. سید احمد خان، سر، تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس، کشمیری بازار، لاہور، س ن، ج ۲، ص ۴

22. القرآن، سورۃ النحل: ۱۶، آیت: ۸۹

23. القرآن، سورۃ الاعراف: ۷، آیت: ۵۲

24. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۱۱۸

25. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۱۵۹

26. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۱۱۸

27. القرآن، سورۃ المآئدہ: ۵، آیت: ۸۹

28. القرآن، سورۃ النور: ۲۴، آیت: ۱۸

29. محمد عنایت اللہ المشرقی، تذکرہ، فروغ اسلام فاؤنڈیشن، راولپنڈی، س ن، ص ۴۹

30. فضل الرحمٰن بن میاں محمد، ثناء اللہ امرتسری، دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور، ۱۹۹۴، ص ۱۱۷

31. القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع الاحکام القرآن، ج ۲، ص ۹

32. القرآن، سورۃ الاخلاص: ۱۱۲، آیت: ۴

33. القرآن، سورۃ طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۸۲

34. عاشق الٰہی مہاجر مدنی، The Noble Quran، دارلاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵، ج ا، ص ۳۵۳

35. القرآن، سورۃ ھود: ۱۱، آیت: ۱

36. القرآن، سورۃ الزمر: ۳۹، آیت: ۲۳

37. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Quran, Light of Islam, Maduguri, Nigeria, 1968, p.123, Note:347

38. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۱۸۷

39. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۹۳

40. القرآن، سورۃ فاطر: ۳۵، آیت: ۹

41. القرآن، سورۃ ھود: ۱۱، آیت: ۱

41A. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۱ تا ۳

42. سید احمد حسن محدث دہلوی، احسن التفاسیر، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۲۲۲

43. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۵

44. سید احمد حسن محدث دہلوی، احسن التفاسیر، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، س ن، ج ۱ ص ۲۲۳

45. القرآن، سورۃ الفتح: ۴۸، آیت: ۱۰

46. القرآن، سورۃ طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۵

47. عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۵

48. ایضاً

49. القرآن، سورۃ النساء: ۴، آیت: ۱۰۱

50. القرآن، سورۃ النور: ۲۴، آیت: ۳۱

51. القرآن، سورۃ محمد: ۴۷، آیت: ۴

52. القرآن، سورۃ الروم: ۳۰، آیت: ۵۸

53. القرآن، سورۃ النور: ۲۴، آیت: ۳۱

54. اہل ذکر و القرآن بورڈ، قرآن فہمی کے قرآنی اصول و قواعد، ادارہ بلاغ القرآن، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۸۹

55. ایضاً

56. القرآن، سورۃ الشعرا: ۲۶، آیات: ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۴۳، ۱۶۲، ۱۷۸

57. القرآن، سورۃ الصف: ۶۱، آیت: ۶

58. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۹۷

59. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۳۹

60. القرآن، سورۃ النجم: ۵۳، آیت: ۲

61. القرآن،سورۃ الواقعہ:۵۶،آیت:۷۷،۷۹

62. القرآن،سورۃ الجن:۷۲،آیت:۱۹

63. القرآن،سورۃ الاسراء:۱۷،آیت:۱

64. القرآن،سورۃ الانبیاء:۲۱،آیت:۱۰۷

65. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۱۵۹

66. القرآن،سورۃ یٰسین:۳۶،آیت:۳

67. القرآن،سورۃ الحج:۲۲،آیت:۴۹

68. القرآن،سورۃ الرعد:۱۳،آیت:۷

69. اہل ذکر والقرآن بورڈ،قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد،ادارہ بلاغ القرآن،لاہور،۲۰۰۸،ص ۸۹

70. صحیح بخاری،حدیث نمبر۳۳۷۷،ترجمہ محمد اقبال شاہ گیلانی،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۲،ج ۲،ص ۴۴۰

71. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۲۱ تا ۲۹

72. مظہر بقا،ڈاکٹر،اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،۱۹۷۳،ص ۱۱۳،۱۱۴

73. القرآن،سورۃ الزخرف:۴۳،آیت:۵۹

74. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۵۹

75. محمد شفیع،مفتی،معارف القرآن،ادارہ معارف القرآن،کراچی،۲۰۰۱،ج ۲،ص ۲۰

76. مودودی،ابوالاعلیٰ،تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،۲۰۰۷،ج ا،ص ۲۳۴

77. سیوطی،جلال الدین و محلی،جلال الدین،ترجمہ:محمد نعیم،تفسیر جلالین،مکتبہ دارالاشاعت،کراچی،۲۰۰۴،ج ا، ص ۳۴۷

78. القرآن،سورۃ طٰہٰ:۲۰،آیت:۵

79. القرآن،سورۃ طٰہٰ:۲۰،آیت:۳۹

80. القرآن،سورۃ القصص:۲۸،آیت:۸۸

81. القرآن،سورۃالفتح:۴۸،آیت:۱۰

82. القرآن،سورۃالزمر:۳۹،آیت:۶۷

83. القرآن،سورۃالقلم:۶۸،آیت:۴۲

84. القرآن،سورۃق:۵۰،آیت:۱۶

85. القرآن،سورۃالفجر:۸۹،آیت:۲۲

86. القرآن،سورۃالبقرہ:۲،آیت:۱۱۵

87. القرآن،سورۃالحدید:۵۷،آیت:۴

88. القرآن،سورۃالحجر:۱۵،آیت:۲۹

89. القرآن،سورۃالنور:۲۴،آیت:۳۵

90. القرآن،سورۃص:۳۸،آیت:۷۵

91. القرآن،سورۃالصّٰفّٰت:۳۷،آیت:۹

92. القرآن،سورۃالنحل:۱۶،آیت:۱۲۸

93. سیوطی،جلال الدین ومحلی،جلال الدین،ترجمہ:محمد نعیم،تفسیر جلالین،مکتبہ دارالاشاعت،کراچی،۲۰۰۴،ج ۱، ص ۳۴۷

94. النسفی،عبداللہ بن احمد بن محمود،ترجمہ:شمس الدین،تفسیر مدارک للنسفی،مکتبہ العلم،لاہور،س ن،ص ۴۰۹

95. وحیدالدین خان،مولانا،تذکیر القرآن،دارالتذکیر،لاہور،۲۰۰۷،ج ۱،ص ۱۲۷

96. امین احسن اصلاحی،مولانا،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۰۱،ج ۲،ص ۲۵

97. القرآن،سورۃیونس:۱۰،آیت:۳۹

98. صلاح الدین یوسف،ترجمہ:محمد جونا گڑھی،تفسیر احسن البیان (اردو)،دارالسلام،لاہور،۱۹۹۵،ص ۶۳، ۶۴

99. غلام رسول سعیدی،تبیان القرآن،فرید بک سٹال،لاہور،۲۰۱۲،ج ۲،ص ۶۲

100. محمد کرم شاہ الازہری،پیر،ضیاء القرآن،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور،س ن،ج ۱،ص ۲۱۰

101. حقانی،ابو محمد عبدالحق،تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی،الفیصل ناشران کتب،لاہور،۲۰۰۹،ج ۳،ص ۱۲۷

102. ایضاً

103. شبیر احمد عثمانی تفسیر عثمانی،عبداللہ اکیڈمی، لاہور،س ن،ج ا،ص ۱۷۷

104. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۵۸

105. القرآن،سورۃ الاعراف:۷،آیت:۱۶۱

106. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۱۷۳

107. القرآن،سورۃ المآئدہ:۵،آیت:۳

108. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۲

109. القرآن،سورۃ لقمٰن:۳۱،آیت:۳

110. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۳۴۷

111. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۱۳۶

112. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۸۴

113. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۵۰

114. عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی،ترجمہ:صلاح الدین یوسف،حافظ،تیسیر الکریم الرحمٰن،دارالسلام،لاہور،س ن،ج ا، ص ۳۴۱

115. امیر علی،سید،تفسیر مواہب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان،ادارہ نشریات اسلام،لاہور،س ن،ص ۱۶۲

116. پرویز،مطالب الفرقان،ادارہ طلوع اسلام،لاہور،س ن،ج ۴،ص ۱۹

117. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۲

118. القرآن،سورۃ القیٰمہ:۷۵،آیت:۱۹

119. پرویز،مطالب الفرقان،ادارہ طلوع اسلام،لاہور،س ن،ج ۴،ص ۱۹

120. Arthur J. Arberry, The Koran Interpretted, Vol.1, p.73

121. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جوناگڑھی، مولانا تفسیر ابن کثیر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء ص ۴۶۸

122. القرآن، سورۃ الشوریٰ: ۴۲، آیت: ۱۱

123. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ ص ۲۴۶

124. ایضاً

125. عاشق الٰہی مہاجر مدنی، The Noble Quran، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء، ج ا ص ۳۵۳

126. القرآن، سورۃ طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۵

127. القرآن، سورۃ القلم: ۶۸، آیت: ۴۲

128. القرآن، سورۃ الفجر: ۸۹، آیت: ۲۲

129. القرآن، سورۃ الفتح: ۴۸، آیت: ۱۰

130. عاشق الٰہی مہاجر مدنی، The Noble Quran، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء، ج ا ص ۳۵۴

131. القرآن، سورۃ النساء: ۴، آیت: ۸۲

132. القرآن، سورۃ الزمر: ۳۹، آیت: ۲۳

133. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۷

134. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب منہ آیات محکمات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ج ۲، ص 817

135. ثناء اللہ محمد، قاضی، پانی پتی تفسیر مظہری، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء، ج ا ص ۲۰، ۲۱

136. ایضاً ص ۲۳

137. ایضاً ص ۲۱، ۲۲

138. عبدالحمید سواتی، معالم العرفان، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰ء، ص ۳۸

139. ایضاً ص ۴۰

140. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن ص ۲۸۴

141. شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ محمد مہدی الحسنی، سید، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، قرآن محل، کراچی، س ن، ص ۱۵۶

142. ایضاً ص ۱۰۷

143. ایضاً،ص۱۵۸
144. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص۵۷۲تا۵۷۵
145. فضل الرحمٰن بن میاں محمد،مقالہ:ثناءاللہ امرتسری،دارالدعوۃ السّلفیہ،لاہور،۱۹۹۴،ص۱۳۱
146. ترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،ترجمہ:ناظم الدین،مولانا،جامع ترمذی،ابواب تفسیر القرآن،مکتبۃ العلم،لاہور،ج۲، حدیث نمبر۸۶۰،ص۳۵۴
147. عبدالرشید رحمت،ڈاکٹر،مقالہ:قرآن فہمی کے اصول(علمی کام کا جائزہ)،بشمولہ فکرونظر،ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد،ج۳۶،شمارہ۳،۴،جنوری تا جون۱۹۹۹،ص۱۱
148. ایضاً،ص۲۱
149. ایضاً،ص۲۲
150. ایضاً،ص۲۳
151. ایضاً،ص۲۶
152. احمد یار خان،مفتی،تفسیر نعیمی،مکتبہ اسلامیہ،لاہور،س ن،ص۲۵۵
153. ایضاً
154. القرآن،سورۃ المآئدہ:۵،آیت:۵
155. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۶۱
156. القرآن،سورۃ الاعلیٰ:۸۷،آیت:۴،۵
157. محمد رضی الاسلام ندوی،مقالہ:تفسیر قرآن میں قرآن سے استفادہ کے حدود،بشمولہ:فکرونظر،ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد،ج۴۹،شمارہ۱،جولائی تا ستمبر۲۰۱۱،ص۳
158. خالد علوی،ڈاکٹر،مقالہ:مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بحیثیت مفسر،بشمولہ فکرونظر،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد، ج۳۶،شمارہ۳،۴،ص۲۷۴
159. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۱۰۳

3 ۔ باب سوم:

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7:
تفاسیر کی روشنی میں

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 (هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ...وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ O) میں متشابہات سے متعلق قرآن کریم نے ہماری رہنمائی کی لیکن اس آیت کے مفہوم میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں اس لئے متشابہات سے متعلق مفسرین کا نکتہ نظر مختلف ہے۔ پہلے متشابہات کے حکم سے متعلق آیت نمبر 7 کا مختصر تفاسیر کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے گا تاکہ ان تفاسیر کے مفسرین کی متشابہات سے متعلق آراء معلوم ہوسکیں۔

3.1 فصل اول: مختصر بیان والی تفاسیر

(سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر بحث کے حوالے سے)

مندرجہ ذیل تفاسیر ایسی ہیں جن میں مذکورہ آیت نمبر 7 کی تشریح وتفسیر میں زیادہ تفصیل سے بات نہیں کی گئی بلکہ مختصر طور پر مگر جامع انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

1 ۔ تفسیر القرآن:

اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تفسیر القرآن میں مختصر انداز میں محکمات اور متشابہات سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا اور فرمایا:

''محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن کی مراد واضح ہے اور

اشتباہ سے محفوظ ہیں اور متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جو
مشتبہ المراد ہیں یعنی جن کا مطلب خفی ہے۔''(1)

2۔ احسن التفاسیر:

احسن التفاسیر میں مفسر سید احمد حسن نے محکمات اور متشابہات سے متعلق اپنے نکتہ نظر کو عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے یوں نقل کیا:

''قرآن میں جو آیتیں عمل کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ محکم ہیں
اور جن سے عمل متعلق نہیں بلکہ ان پر فقط ایمان لانا اللہ تعالیٰ کا
مقصود ہے جیسے صفات الٰہی کی آیات یا قیامت یا دجال سے متعلق
آیات یا حروف مقطعات یہ سب متشابہ ہیں۔''(2)

3۔ معارف القرآن:

معارف القرآن میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کو مختصر انداز میں لیا گیا اور بتایا گیا کہ کلمات متشابہات کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہیں جن کی حقیقت پر عوام مطلع نہیں ہو سکتے عوام کے لئے ان الفاظ کی تحقیق میں پڑنا روا نہیں۔ان پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے جو کچھ ان سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور وہی مراد حق ہے۔(3)

4۔ تفہیم القرآن:

تفہیم القرآن میں محکمات اور متشابہات پر مختصراً گفتگو کی گئی لیکن جامع انداز میں۔محکمات کی تعریف میں کہا گیا کہ ان سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے جبکہ متشابہات وہ آیات ہیں جن کے مفہوم میں اشتباہ کی گنجائش ہے۔(4)

5 ۔ جواھرالقرآن :

مولانا غلام اللہ خان نے جواھرالقرآن میں انتہائی مختصر انداز میں بات کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب تو خدا ہی نے نازل کی ہے جس میں حضرت عیسیٰ کے متعلق روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ موجود ہیں مگر اس کی آیتیں اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے دو قسم کی ہیں ایک محکم دوم متشابہ ، محکم وہ ہیں جن کا معنی متفق علیہ اور اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو جب کہ متشابہ وہ ہیں جن کی تاویل مختلف فیہ ہو اور ان کا ظاہر مفہوم فہم سے بالا ہو مثلاً حروف مقطعات اور ید اللہ ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ ۔(5)

6 ۔ اسرارالتنزیل

مولانا محمد اکرم اعوان نے اپنی تفسیر اسرارالتنزیل میں متشابہ آیات کے بارے میں فرمایا :

> '' متشابہات کا علم اہل عرفان کو الہام یا تعلیم الہی سے ہو جاتا ہے عوام اس کا علم پانے سے عاجز ہیں اور ان میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ محکمات کی طرف لوٹا کر دیکھی جائیں گی اور جو معنی اس کے خلاف ہوں گے ان کی قطعی نفی کی جائے گی اور کوئی ایسی تاویل قابل قبول نہ ہو گی جو آیات محکمات کے خلاف ہو گی ۔ ''(6)

7 ۔ تذکیرالقرآن :

تذکیرالقرآن میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی تشریح کی گئی اور بتایا گیا کہ قرآن میں دو طرح کے مضامین ہیں ایک وہ جو انسان کی معلوم دنیا سے متعلق ہیں مثلاً تاریخی واقعات ، کائناتی نشانیاں ، دنیوی زندگی کے احکام وغیرہ دوسرے وہ جن کا تعلق ان غیبی امور سے ہے جو آج کے انسان کے لئے ناقابل ادراک ہیں مثلاً خدا کی

صفات ، جنت دوزخ کے احوال وغیرہ یہ متشابہات ہیں اور ان کے مفہوم کے نہ جاننے میں انسان اپنی عقلی محدودیت کا اعتراف کرے اور جن باتوں کو وہ اپنے حواس کی گرفت میں نہیں لاسکتا ان کے مجمل تصور پر قناعت کرے ۔[7]

8 ۔ احسن البیان :

تفسیر احسن البیان میں محکمات اور متشابہات پر بات کرتے ہوئے الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے سلسلے میں تاویل کے معنی کسی چیز کی اصل حقیقت بیان کرنے کے بتاتے ہیں اور الا اللّٰــــہ پر وقف کو ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ہر چیز کی اصل حقیقت صرف اللہ ہی جانتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ تاویل کے دوسرے معنی بھی بتاتے ہیں اور وہ کسی چیز کی تفسیر وتعبیر اور بیان و توضیح ۔ اس اعتبار سے وہ الا اللہ پر وقف کی بجائے وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر بھی وقف کو جائز سمجھتے ہیں ۔ ان کے خیال میں مضبوط علم والے بھی صحیح تفسیر وتوضیح کا علم رکھتے ہیں ۔ ان کے قول کے مطابق تاویل کے یہ دونوں معنی قرآن کریم کے استعمال سے ثابت ہیں ۔[8]

تفسیر احسن البیان کے مطابق تأویل کے دومعنی ہیں :

۱) اصل حقیقت کا ادراک

۲) کسی چیز کی توضیح اور تفسیر

پہلے معنی کے اعتبار سے وَالرّٰسِخُوْن پر نیا جملہ شروع ہوتا ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے وَالرّٰسِخُوْنَ کا جملہ معطوف ہے ۔[9]

9 ۔ تفسیر عثمانی :

مولانا شبیر احمد عثمانی نے محکمات اور متشابہات کے سلسلے میں کہا کہ نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہوکر بطور معارضہ کہا کہ آخر آپ حضرت مسیح کو روح اللّٰــہ اور کلمۃ اللّٰــہ مانتے ہیں ۔ اورانہوں نے ان متشابہات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

الوہیت اور ابنیت ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دوسری محکم آیات میں عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق درج ذیل تصریحات کی طرف توجہ نہ کی۔

1) اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ... (10)

ترجمہ: وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا

2) اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ... (11)

ترجمہ: بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے آدم کی، بنایا اس کو مٹی سے

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ج قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ O مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ لا سُبْحٰنَهٗ... (12)

ترجمہ: یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا، سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں، اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد، وہ پاک ذات ہے۔

ان محکم آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت و ابنیت کا رد کیا گیا ہے۔ اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کرے کلمۃ القاھا الیٰ مریم و روح منہ وغیرہ متشابہات کو لے دوڑے اور اس کے وہ سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیان کے منافی ہوں تو یہ کجروی اور ہٹ دھرمی ہے۔ (13)

10۔ ضیاء القرآن:

پیر کرم شاہ الازھریؒ نے ضیاء القران میں محکم اور متشابہ پر بات کرتے ہوئے وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ پر کھل کر گفتگو کی اور کہا کہ بعض علماء نے وَالرّٰسِخُوْنَ کا عطف اللہ پر کیا ہے اس قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کی حقیقی غرض اللہ تعالیٰ اور علمائے راسخین کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن دوسرے علماً نے اللّٰہ پر وقف کیا ہے اور والراسخون ...الخ کو مستقل جملہ قرار دیا ہے ان کے قول کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ متشابہات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور علمائے راسخین نہ جاننے کے باوجود ان آیات کی حقانیت اور

منزل من اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں ۔ (14)

پیر کرم شاہ الازھریؒ کی رائے میں وَالرّٰسِخُوْنَ سے نیا جملہ بھی شروع ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راسخون آیات متشابہات کی حقیقت کو نہیں جانتے اور وَالرّٰسِخُوْنَ جملہ معطوف بھی ہوسکتا ہے اور اس صورت میں عام انسانوں میں صرف راسخون متشابہات کا معنی جانتے ہیں لیکن وہ احسن البیان کے مفسر کی طرح تأویل کے دو معنی نہیں بتاتے ۔

11۔ تفسیر ابن عباسؓ :

تفسیر ابن عباسؓ میں محکمات اور متشابہات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ محکمات اُمُّ الْکِتٰب ہیں یعنی کتاب اللہ کی جڑ اور بنیاد ہیں اور دوسری آیات ایسی متشابہات ہیں جن کا مفہوم مشتبہ ہے اور علمائے یہود جیسے کعب بن اشرف، حی بن اخطب، جدی بن اخطب وغیرہ متشابہ آیات کی آڑ میں بدنیتی کے ساتھ کفر اور گمراہی پر ڈٹے رہے دوسری طرف توریت کے علم میں پختہ کار بھی تھے مثلاً عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو یہ کہتے تھے کہ ہم اس قرآن پر یقین رکھتے ہیں کہ محکم و متشابہ سب آیات اللہ کی طرف سے ہیں ۔عبداللہ بن عباسؓ محکم و متشابہ سے متعلق اس دوسرے گروہ کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آیت قرآنیہ سے عقلمند لوگ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ۔ (15)

یہی تفسیر 'تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس' کے نام سے تہران سے شائع کی گئی ہے ۔ اسے ابو طاہر محمد بن یعقوب ، صاحب القاموس نے تالیف کیا اور اردو ترجمہ فتح محمد جالندھری نے کیا ۔ مضمون و تفسیر وہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ۔

12۔ انوارالبیان:

محمد عاشق الٰہی نے تفسیر انوارالبیان میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی توضیح کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات محکمات ہیں اور بہت سی متشابہات سورۃ ہود میں تمام آیات کو محکم اور سورۃ زمر میں پورے قرآن کو متشابہ فرمایا پورا قرآن اس لئے محکم کہ بالکل صحیح ہے اس میں اشکال نہیں اس کے الفاظ اور معنی سب محکم، مضبوط اور مربوط ہیں اور متشابہ اس لئے کہ اس کے معانی حسن و خوبی میں اور حق و صادق ہونے میں ایک دوسرے سے تشابہ رکھتے ہیں۔ (16)

محمد عاشق الٰہی نے پورے قرآن کو ترکیب اور الفاظ کے لحاظ سے محکم بتایا کیونکہ اس میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور پورے قرآن کو متشابہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر بیان کردہ حقائق سب صادق ہیں اور مفہوم کا حُسن پورے قرآن میں متشابہ ہے یعنی ایک جیسا ہے لیکن آل عمران کی آیت نمبر 7 میں راسخین فی العلم کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ لوگ قرآنی تعلیمات کا مرکز اور محور آیات محکمات کو مانتے ہیں اور متشابہات کے بارے میں اپنے علم کے قصور کا اعتراف کرتے اور حقیقی معنی خدا کے سپرد کرتے ہوئے یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ان کا مفہوم جو بھی ہے ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ متشابہات تو اہل علم کے ابتلاء کے لئے ہیں ان کا ابتلاء یہ ہے کہ بس رک جاؤ، اور آگے نہ بڑھو۔ محمد عاشق الٰہی کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے مشہور جب امام مالک رحمۃ اللہ سے استویٰ علی العرش کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

المعنی معلوم و الکیف مجهول و الایمان به واجب و السوال عنه بدعة

ترجمہ: معنی معلوم ہے اور کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے معنی کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ (17)

13۔ گلدستہ تفاسیر:

'گلدستہ تفاسیر' میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 کی تفسیر میں محکمات اور متشابہات کی معنوی وضاحت کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ متشابہات کے مفہوم کو بیان کرنے میں ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کی جائے۔ جو دین کے اصولِ مسلمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہو۔

تفسیر عثمانی ،تفسیر مظہری ،تفسیر عزیزی ،تفسیر ابن کثیر، معارف مفتی اعظم ، معارف کاندھلوی ، رسالہ تاریخ تفسیر ومفسرین کا لب لباب ، اور خلاصہ مرتب کرتے ہوئے عبدالقیوم مہاجر مدنی اور عبداللہ عباس المدنی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ بعض یہودیوں نے جب اسلام کی شوکت اور بلندی دیکھی تو جل گئے اور یقین کرلیا کہ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کی یہ امداد ان کے دین کی وجہ سے ہورہی ہے لہذا ظاہر میں اسلام لے آئے اور متشابہات کی غلط توجیہات تفسیری کرنے لگے اور مذاہب باطلہ کی ایجاد کرنی شروع کردی اور یوں امت مسلمہ کی وحدت پر کاری ضرب لگائی۔ (18)

14۔ تفسیر ابن کثیر:

تفسیر ابن کثیر کے اردو ترجمہ میں جو محمد جوناگڑھی نے کیا اس میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی تشریح میں بتایا گیا کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح ، بالکل صاف اور سیدھا ہے ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر فہم سے بالاتر آیتوں کو دلیل بنائیں اور الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔ (19)

15۔ درس قرآن:

درس قرآن بورڈ کی شائع شدہ تفسیر میں محکمات اور متشابہات پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ پہلی قسم کی آیتوں یعنی محکمات کی روشنی میں دیکھا جائے جو معنی اس کے خلاف پڑیں انہیں رد کر دیا جائے اور اگر کوشش کے باوجود مفہوم واضح نہ ہو تو پھر بھی معنی تلاش کرنے والے کو حد سے نہیں گزرنا چاہیے انساں ہمہ دان نہیں کہ ہر چیز کا احاطہ کر سکے ۔ عامی کا فرض ہے کہ وہ متشابہات میں نہ الجھے جو آیات ایک سے زیادہ معنی رکھتی ہیں اس کے معانی علمائے دین سے دریافت کرے اور جن آیات کے مطالب واضح ہیں ان پر کسی پس وپیش کے بغیر عمل کرے ۔(20)

16۔ تیسیر القرآن:

تیسیر القرآن کے مترجم ومفسر عبدالرحمٰن کیلانی تفسیر میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی تشریح کرتے ہوئے محکمات اور متشابہات پر گفتگو کرتے ہیں اور متشابہات کے پیچھے پڑنے والوں کی مذمت کرتے ہیں ۔ متشابہات کی دوسری قسم کا بھی ذکر کرتے ہیں جس میں ذومعنی الفاظ استعمال ہوتے ہیں ۔ مثال دی گئی ہے کہ ابن یا بیٹا صرف حقیقی بیٹے کو ہی نہیں کہتے بلکہ اپنے چھوٹے بھائی ، غلام اور نوکر کو بھی از راہ شفقت و پیار بیٹا کہہ دیتے ہیں ۔ اسی لفظ سے یہود کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ وہ واقعی اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں ۔ اور نصاریٰ کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ عیسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ کے بیٹے تھے جب کہ قرآن کریم نے اس باطل خیال کی بار بار تردید کی ہے ۔(21)

17۔ تیسیر الرحمٰن:

ڈاکٹر لقمان سلفی نے اپنی تفسیر تیسیر الرحمٰن میں محکم اور متشابہ کی کئی تعریفیں بیان کی ہیں لیکن اس نے بتایا کہ امام شوکانی کے نزدیک یہ تعریفیں جزوی اور ناقص ہیں اور پھر کہا کہ محکم کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ جس کا معنی واضح اور جس کی دلالت ظاہر ہو

اور متشابہ یہ ہے کہ جس کا معنی واضح نہ ہو یا جس کی دلالت ظاہر نہ ہو۔(22)

18۔ حدیث التفاسیر

عبدالستار محدث دہلوی نے بھی مختصر حواشی کے ساتھ تفسیر میں محکم ومتشابہ کے دو معنی قرآن حکیم کی رو سے کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اور كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا کو سامنے رکھ کر بیان کئے ہیں اور بتایا ہے کہ قرآن سب کا سب محکم بھی ہے اور متشابہ بھی اور پھر بتایا کہ توحید سے متعلق محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات جن میں مفہوم مشتبہ ہے کسی مخلوق میں علم غیب ثابت کرنا یا صفات الٰہی مثلاً خدا کی عین، ساق اور نزول وغیرہ کی کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کرنا یا ان کی تاویل کر کے معنی بدلنا کفر ہے۔(23)

19۔ معالم العرفان:

معالم العرفان میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 کی تشریح میں محکم اور متشابہ کی تعریفات خوبصورت طریقے سے کی گئی ہیں اور بتایا گیا کہ متشابہ آیتوں کا مطلب اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں جو کوئی دعویٰ کرے کہ اس کو متشابہ آیت کا مطلب یا تاویل معلوم ہے وہ جھوٹا ہے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 میں نیا جملہ ہے پہلے پر معطوف نہیں۔(24)

20۔ تفسیر صدیقی:

محمد عبدالقدیر صدیقی، حاصلات تفسیر صدیقی میں سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی تشریح یوں کرتے ہیں:

> ''واضح ہو کہ اوپر بیان کردہ آیت کے معنی میں اختلاف ہے بعض لوگ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کرتے ہیں اور وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کو الگ کرتے ہیں۔اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ آیات متشابہات کے معنی مراد اور مقصود کو صرف اللہ جانتا ہے اور راسخین علم

کوبھی اس کا علم نہیں اور دوسرے حضرات اِلَّا اللّٰہ پر وقف نہیں
کرتے بلکہ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر وقف کرتے ہیں اس وقت معنی
یہ ہوں گے کہ آیات متشابہات کے معنی، مراد اور مقصود کو اللہ اور
راسخین علم جانتے ہیں۔ (25)

21۔ تفسیر القرآن وھوالھدیٰ والفرقان:

سرسید احمد خان کا بیان محکمات اور متشابہات اور آل عمران کی آیت نمبر 7 کے بارے میں بہت معنی خیز ہے وہ کہتے ہیں قرآن مجید انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور اس سے عوام و خواص سب کی ہدایت مقصود ہے۔ قرآن جس طرح ذی علم دانشمندوں کے لئے باعث ہدایت ہے اسی طرح جاہل عوام کے لئے بھی۔ عوام اکثر حقائق نہیں سمجھ سکتے بلکہ بلحاظ زمانہ اور ترقی علم و معلومات اکثر ذی علم بھی حقائق اشیاء سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید میں آیات متشابہات کا ہونا لازمی امر تھا۔ اور ان کا ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن منزّل من اللہ ہے۔ قرآن کا یہی بہت بڑا معجزہ ہے۔ بعض امور اصل الاصول بھی ہوتے ہیں جن کا ایک ہی مطلب ہو اور دوسرے مطلب کی اس میں آنے کی گنجائش نہ ہو اور انہی پر آیات محکمات کا اطلاق ہوا ہے۔ توحید، اعمال حسنہ کا ذکر قرآن مجید کی آیات محکمات میں بڑی عمدگی سے ہوا ہے۔ (26)

سرسید احمد خان نے محکمات کے تذکرے کے بعد آیات متشابہات کا ذکر کیا ہے اور صفات باری کو سوائے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کے، ازقبیل متشابہات میں شامل بتایا اور وجوہات بھی درج کیں۔ اسی طرح حشر اجساد، نعیم جنت، عذاب دوزخ وغیرہ کو متشابہات میں داخل کیا اور آیت نمبر 7 سورۃ آل عمران میں رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے

بارے میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ ایمان میں راسخ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ سب خدا کے پاس سے آیا ہے اس لئے وہ کسی قسم کی تاویلوں کے درپے نہیں ہوتے ۔ ہم اللہ کے حی لایموت، سمیع، بصیر، علیم، رحمٰن ورحیم، قہار و جبار ہونے پر یقین کرتے ہیں مگر اس امر کی کہ اس کی حیات کیا ہے اور عدم موت کیا ہے، اس کا سمیع و بصیر، علیم ورحمٰن ورحیم و جبار وقہار ہونا کیا ہے اور کیسا ۔ کچھ تاویل نہیں کرتے ۔ اور کہتے ہیں کہ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا سا نہیں پس ہمارے نزدیک آیات متشابہات پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں اور فطرت انسانی کا یہی مقتضٰے ہے ۔(27)

The Noble Quran -22

ڈاکٹر تقی الدین ہلالی اور ڈاکٹر محمد محسن خان اپنی انگریزی تفسیر، جو کہ طبری کی تلخیص ہے، میں محکمات اور متشابہات کا فرق واضح کرنے کے بعد آل عمران آیت نمبر 7 میں رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے متعلق بتاتے ہیں کہ اس آیت میں رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ نئے جملے کا حصہ ہے سابقہ جملے پر عطف نہیں اور رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ متشابہات کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ ہمیں ان کا علم نہیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہی برحق ہے ۔

> "In it are the verses that are entirely clear, they are the foundations of the Book and those are the verses of al-Ahkam (Commandments) al-Fara'id (obligatory duties) and al-Hudud (Laws for punishment of thieves, adulterers) and others are not entirely clear. So as for those in whose hearts there is a deviation (from the

truth) they follow that which is not entirely clear. They seek al-Fitnah (polytheism and trials) and seek for its hidden meanings but none knows its hidden meanings save Allah. And those who are firmly grounded in knowledge say: *We believe in it; the whole of it (clear and unclear verses) are from our Lord.* And none receive admonition except man of understanding.(28)

ترجمہ: اس میں محکم آیات ہیں، وہ کتاب کی اصل ہیں۔ وہ آیات احکام وفرائض و حدود ہیں اور دوسری متشابہات ہیں۔اس لئے جن دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ فتنہ چاہتے ہیں اور ان کے خفی معنی تلاش کرتے ہیں لیکن اللہ کے سوائے ان کے خفی معنی کو کوئی نہیں جانتا اور وہ جو علم میں پختہ کار ہیں کہتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے ۔مکمل قرآن ہمارے رب کی طرف سے ہے اور راسخون فی العلم کے سوائے کوئی بھی سبق حاصل نہیں کرتا۔

The Holy Quran -23

عبداللہ یوسف علی بھی اپنی انگریزی تفسیر اور ترجمہ میں اسی نکتہ کا اظہار کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس لئے اس کے معنی کے پیچھے نہ پڑیں اور یہی عقیدہ رکھیں کہ جو اللہ کا مقصود ہے وہی برحق ہے، یوسف علی کے نزدیک بھی رٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ کا تعلق پہلے جملے سے نہیں ہے:

...not waste our energies in disputing about the matters

beyond our depth.[29]

ترجمہ: ہماری پہنچ سے دور معاملات کے متعلق جھگڑا کرنے میں اپنی توانائیاں ضائع نہیں کرنی چاہئیں۔

3.2 فصل دوم

تفصیلی بحث کرنے والی تفاسیر

(سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر بحث کے حوالے سے)

1۔ تفسیر جلالین:

تفسیر جلالین میں محکم اور متشابہ کے سلسلے میں پوری تحقیق کی گئی ہے اور محکم اور متشابہ کا باہمی تقابل کیا گیا جس کا ملخص تقابلی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ (30)

محکم	متشابہ
جس کی مراد ظہور یا تاویل کے ذریعے سے معلوم ہوسکے	متشابہ کی مراد کا پتہ چلنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہوسکتا جیسے قیام قیامت، دجال کا نکلنا، حروف مقطعات
محکم میں صرف ایک تاویل کی گنجائش ہے۔	متشابہ میں چند وجوہ متحمل ہوتی ہیں
محکم ناسخ ہوتا ہے	متشابہ منسوخ ہوتا ہے۔
محکم میں تکرار الفاظ نہیں ہوتا	متشابہ میں تکرار الفاظ ہوتا ہے۔
محکم معقول المعنی ہوتا ہے	متشابہ غیر معقول المعنی کو کہتے ہیں۔
محکم فرائض، وعد اور وعید کو کہتے ہیں	متشابہ قصص و امثال کو کہتے ہیں۔
محکم ان احکام کو کہتے ہیں جو اللہ نے تمام کتابوں میں عام طور پر نازل فرمائے جیسے قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ... (31)	متشابہ قرآن کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور جلالین میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 میں رٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے ایک مستقل جملہ ہونے کو ترجیح دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا کہ خاص متشابہات کا علم سوائے اللہ

تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ۔

2 ۔ تدبر قرآن :

مولانا امین احسن اصلاحی نے سورۃ آل عمران کی آیت 7 کی توضیح وتشریح جس انداز میں تفصیلاً کی ہے کسی اور مفسر نے نہیں کی ۔ تدبر قرآن کا واقعی حق ادا کر دیا ہے ۔ پہلے بتایا کہ آیات محکمات اور آیات متشابہات سے کیا مراد ہے پھر ام الکتٰب کا مفہوم بتایا ۔ متشابہات کی مثالیں نقل کیں ۔ مثلاً بتایا کہ سورۃ المدثر میں قرآن نے دوزخ کے عذاب کی تصویر ان الفاظ میں پیش کی ۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَO وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُO لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُO لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِO عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَO (32)

ترجمہ: اب اس کو ڈالوں گا آگ میں ۔ اور تو کیا سمجھا کیسی ہے وہ آگ ۔ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ۔ جلا دینے والی ہے آدمیوں کو ۔ اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے

بتایا کہ یہاں جس سزا کا ذکر ہے وہ حقیقت ہے ۔ لیکن اس کا تعلق چونکہ ایک نادیدہ عالم سے ہے اس وجہ سے اس کی اصلی صورت کسی طرح ہماری گرفت میں نہیں آسکتی ۔ اسی طرح سورۃ بقرہ میں جنت کی نعمتوں کا تمثیلی رنگ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا

...قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ لا وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ط ... (33)

ترجمہ: تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیئے جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے ۔

ایسی مثالوں سے اہل ایمان دنیا میں بیٹھے ہوئے ایک سیر جنت کی کر لیتے ہیں لیکن ان ہی تمثیلات و متشابہات سے متعلق ضلالت پسندوں کے رویہ کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلاً ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا لا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ O [34]

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے۔سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے ۔گمراہ کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو، اور اللہ گمراہ نہیں کرتا اس مثل سے مگر بدکاروں کو۔

امین احسن اصلاحی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان مثالوں سے اہل ایمان کے علم وایمان میں اضافہ ہوتا ہے لیکن جن کی طبیعتوں میں فتنہ پسندی ہوتی ہے وہ انہی کے اندر موشگافیاں کرکے بہت فتنے پیدا کرلیتے ہیں۔[35]

امین احسن اصلاحی نے لفظ تاویل کا خاص مفہوم بھی بیان کیا ہے اور پھر محکمات و متشابہات کے بارے میں چند تنبیہات بیان کر کے کچھ الجھنیں دور ہونے کی تمنا کی ہے۔[36]

۱) اس آیت میں اسلوب کلام میں حصر نہیں ہے اس وجہ سے یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ بس قرآن کی آیات دو ہی قسموں محکمات اور متشابہات میں تقسیم ہیں۔ یہاں ان کے ذکر سے مقصود محض فتنہ پسندوں اور ہدایت پسندوں کے اختلاف ذوق کو نمایاں کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ ان دو قسموں کے علاوہ بھی آیات ہیں مثلاً قصص قرآن، امثال قرآن، تلمیحات واشارات وغیرہ۔

۲) قرآن کی آیات کا محکم ومتشابہ ہونا ہرگز بلحاظ الفاظ نہیں ہے بلکہ صرف بلحاظ معنی ہے۔قرآن عربی مبین میں ہے الفاظ کی تاویل اختلافات کے تین اسباب یہ

ہیں ۔

۱۔ غور و تحقیق میں کوتاہی

۲۔ غلط عقیدے کی بے جا عصبیت

۳۔ عربی زبان سے ناواقفیت

۳) متشابہات ہوں یا محکمات دونوں ممیّز اور معلوم ہیں ۔ بعض متکلمین کا اسے غیرممیّز جاننا بالکل غلط ہے ۔ قرآن کو اللہ نے نور و برہان بنا کر اتارا عالم غیب سے متعلق باتیں اللہ نے ہمیں ضرورت کی حد تک بتا دیں اور محجوب حصہ کی تاویل پردہ خفا میں ہے ۔

۴) قرآن نے محکم اور متشابہ کا جو خاص مفہوم لیا ہے وہ لغوی مفہوم سے ایک حد تک الگ ہے ۔ محکم سے مراد وہ کلام ہے جو جامع اور واضح ہو اس لئے اس کے بعد تفصیل کا ذکر ہے مثلاً :

... كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝ (37)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے

شروع شروع میں اللہ نے اپنی تعلیمات قول محکم کی شکل میں اتاریں پھر وحی کے ذریعے ان کی تفصیل فرما دی ۔

اسی طرح متشابہ کا ایک عام مفہوم بھی ہے وہ یہ کہ ایک دوسری سے ملتی جلتی ، ہم آہنگ اور ہم رنگ چیزیں اس اعتبار سے پورا قرآن متشابہ ہے اسی پہلو سے قرآن کو متشابہ کہا گیا ہے ۔

... كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ... (38)

ترجمہ: کتاب آپس میں ملتی

جس طرح قرآن محکمات ومتشابہات دونوں ہی قسم کی آیات پر مشتمل ہے اسی طرح عالم انفس اور عالم آفاق میں جونشانیاں ہیں وہ بھی محکمات ومتشابہات دونوں ہی پر مشتمل ہیں۔ جن کے ذہن وفکر میں پختگی ہے وہ متشابہات کوخدا کے علم وحکمت کے حوالے کر دیتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ اپنے اور دوسروں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

امین احسن اصلاحی نے آیت نمبر 7 میں ذکر زیغ کی حقیقت، اہل کتاب کی عام بیماری کے عنوان سے اس سبب کا تذکرہ کیا جس کی وجہ سے خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے۔ پھر یہود ونصاریٰ کی گمراہی کی نوعیت میں فرق بتاتے ہوئے کہا کہ یہود کی گمراہی اصلاً عملی ہے اور نصاریٰ کی اعتقادی۔ (39)

امین احسن وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کو مانتے ہیں اور اسے جمہور اہل سنت کا مذہب جانتے ہیں۔ البتہ بعض مسلمان علماً وصل کے قائل ہیں اوران کے نزدیک متشابہات کی تاویل اللہ کے سوا راسخین فی العلم بھی جانتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ جولوگ علم میں راسخ ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں کو اپنے رب کا عطیہ سمجھتے ہیں اور دونوں پر یکساں ایمان رکھتے ہیں۔ (40)

آیت نمبر 7 سورۃ آل عمران کے الفاظ اوراس کے مختلف اجزاء کی وضاحت کے بعد امین احسن اصلاحی دعویٰ کرتے ہیں کہ اب آیت نمبر 7 سورۃ آل عمران کا صحیح مفہوم سامنے آ گیا۔

3۔ تبیان القرآن:

غلام رسول سعیدی نے محکمات اور متشابہات کی آیات پر لفظی اور اصطلاحی لحاظ سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اپنی گفتگو میں وہ کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا:

...اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ... (41)

ترجمہ: بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے۔

جب قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح کہا ہے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عیسیٰ ابن اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رد میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 نازل فرمائی اور بتایا کہ قرآن میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہ آیات بھی ہیں اور متشابہات کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (42)

ان کو محکم آیات کی روشنی میں سمجھا جائے اور اپنی محکم آیات واضح طور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ، انسان اور رسول بتایا گیا ہے۔ جہاں تک کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا تعلق ہے وہ متشابہات میں سے ہے جس کی اصل حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

غلام رسول سعیدی نے تاج العروس کی روشنی میں متشابہ کی لغوی اور اصطلاحی تفصیل بتاتے ہوئے کہا:

> ''جس لفظ کا معنی اس لفظ سے معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس کو محکم کی طرف لوٹانے سے اس کا معنی معلوم ہو جائے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی حقیقت کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور جو شخص اس کے معنی کے در پے ہو وہ فتنہ پرور ہے۔ بعض علما نے یہ کہا ہے کہ اگر لفظ سے اس کی مراد ظاہر ہو تو اگر وہ منسوخ ہونے کا احتمال نہ رکھے تو وہ محکم ہے اور اگر وہ منسوخ ہونے کا احتمال رکھتا ہو لیکن اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو مفسر ہے، اور اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہو لیکن عبارت اس وجہ سے لائی گئی ہو تو نص ہے ورنہ وہ ظاہر ہے اور اگر کسی عارض کی بناء پر لفظ سے اس کی مراد مخفی ہو تو وہ خفی ہے اور اگر اس لفظ کی وجہ سے اس کی مراد مخفی ہو تو وہ مشکل ہے اور اگر عقل یا نقل

سے اس کا ادراک ہو سکے تو وہ مجمل ہے اور کسی وجہ سے اس کا
ادراک نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔"(43)

تبیان القرآن میں محکم کے متعلق علمائے اصول کے اقوال میں وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کی تحقیق میں دونوں موقف یعنی وقف اور عطف بیان کیے گئے ہیں پہلے موقف یعنی وقف کی تائید کی ہے اور بتایا ہے کہ پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے علم کے در پے ہونے والوں کی مذمت کی ہے

غلام رسول سعیدی نے فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ کے سلسلے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ربیع تابعی کے مطابق نجران کے عیسائی مراد ہیں انہوں نے قرآن کی آیات سے حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے پر استدلال کیا لیکن حضرت ابن عباسؓ اس سے یہود مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ یہودی عالم حی بن اخطب اور اس کے اصحاب کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے مختلف سورتوں کے اوائل سے حروف مقطعات پڑھے تو وہ ابجد کے حساب سے ان کے عدد نکال کر اس دین کی مدت کا حساب کرنے لگے اور جب آپ نے کئی حروف پڑھے تو وہ کہنے لگے ہم پر حساب مشتبہ ہو گیا کہ ہم قلیل عدد کا اعتبار کریں یا کثیر کا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ اس کتاب میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں۔ قتادہ تابعی کے مطابق اس سے مراد منکرین بعثت ہیں اور ابن جریج نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد متبدعین ہیں۔ میرے خیال میں ان سے مراد یہ سارے لوگ لئے جا سکتے ہیں کیونکہ قرآن میں فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ میں عموم ہے۔ اور عموم کو اصولی اعتبار سے اطلاق پر چھوڑا جاتا ہے اگر اس میں وجہ ترجیح نہ ہو اس لئے عموم میں ہر وہ فرقہ داخل ہے جس کے دل میں کجی ہے۔(44)

4۔ فی ظلال القرآن:

سید قطب نے بھی محکمات اور متشابہات پر تفصیلی بحث میں نجران کے عیسائیوں کو اس

آیت کے نزول کا سبب بتایا اور متشابہ کے بارے میں بتایا کہ یہ وہ آیات ہیں جن میں ان غیبی امور کا بیان ہے جن کا صحیح تصور ہماری محدود عقل کے دائرہ قدرت سے باہر ہے جن پر ادراک انسانی اپنے موجودہ محدود وسائل علم کے ذریعے قابو نہیں پا سکتا اور ان متشابہات کی تاویل صرف اللہ جانتا ہے اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ ان متشابہات کے مفاہیم نہیں پاسکتے اس لئے وہ شرح صدر کے ساتھ کہتے ہیں اٰمَنَّابِہٖ کُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا سید قطب فرماتے ہیں کہ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ نے یہ بات پالی ہے کہ علم اور خردمندی یہ ہے کہ جس حقیقت کا ادراک بذریعہ علم وعقل نہ ہو سکے اس میں دلچسپی نہ لی جائے۔خصوصاً جو امور انسان کے ذرائع علم کی حدود سے باہر ہوں۔ (45)

5۔ تفسیر فتح المنان:

مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر تفصیلی انداز میں لغت اور نحوی ترکیب سے ہر ایک چیز واضح کی ہے۔

انہوں نے کہا:

''اس جملے میں اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ صفت وموصوف مبتدا اورمِنْہُ خبر۔ ھُنَّ مبتدا، اُمُّ الْکِتٰبِ خبرلفظ 'ام' اگر چہ مفرد ہے لیکن معنی جنس کے دیتا ہےاس لئے جمع کی خبر ہوگی اُخَرُ جمع ہے اُخریٰ کی مونث ہے آخرا فعل تفصیل کامعطوف ہے اٰیٰتٌ پر مُتَشٰبِھٰتٌ اس کی صفت ہے مَا بمعنی الَّذِی تَشَابَہَ مِنْہُ صلہ مجموعہ مفعول ہے۔یَتَّبِعُوْنَ کا اِبْتِغَآءَ مفعول لہ یَتَّبِعُوْنَ کاالْفِتْنَةِ مضاف الیہ اوراس طرح اِبْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مبتدا ءیَقُوْلُوْنَ ۔۔۔الخ ۔خبراوربعض کہتے ہیں وَالرّٰسِخُوْنَ معطوف ہے لفظ اللہ پراور یَقُوْلُوْنَ حال ہے۔''(46)

نحوی ترکیب بتانے کے بعد مولانا عبدالحق نے بڑی تفصیل کے ساتھ نصاریٰ کے دلائل کا جائزہ لیا ہے اور بتایا کہ ان کا عقائد فاسدہ کو متشابہات سے ثابت کرنا اور وہ

معنی لینا کہ جو دیگر آیات کے بر خلاف ہیں صریح گمراہی ہے ۔ (47)

محکم اور متشابہ کے سلسلے میں مولانا عبدالحق نے متشابہ کے معنی صرف ملتے جلتے کے لئے ہیں کہ جو دو چیزیں آپس میں ملتی جلتی ہوں ان کو متشابہ کہتے ہیں اور اس لئے قرآن کو کتاباً متشابھاً فرمایا کہ حسن وخوبی میں باہم ہر ایک آیت دوسرے سے برابر ہے ان معنی کے لحاظ سے تمام قرآن پر متشابہ کا اطلاق ہوسکتا ہے اور اور محکم کے لغوی معنی مضبوط اور حق ہونے کے ہیں اس لحاظ سے تمام قرآن کو محکم بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے :

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ... (48)

یہ دونوں لغوی معنی باہم کچھ منافات نہیں رکھتے ۔ البتہ اصطلاحی معنوں میں منافات ہے جو محکم ہے متشابہ نہیں اور جو متشابہ ہے اس کو محکم نہیں کہہ سکتے ۔ (49)

6 ۔ تفسیر عثمانی :

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کا مضمون سورۃ حج کی آیت

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡٓ اُمۡنِیَّتِہٖ ج فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ ثُمَّ یُحۡکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ط وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ O (50)

ترجمہ : اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں ، اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا ۔

سے مشابہ قرار دیا ہے ۔ (51)

چنانچہ اس مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً وعملاً دارامتحان بنایا ہے ۔ اس قسم کی کاروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے شک وشبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور

کون سمجھدار آدمی اپنے علم وتحقیق کی وقت سے ایمان کے بلند مقام پر پہنچ کر دم لیتا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے آیت درج بالا کا سورۃ آل عمران کی آیت 7 سے موازنہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ میں متشابہات کا اور ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ میں محکمات کا ذکر ہے اور لِّیَجْعَلَ مَایُلْقِی الشَّیْطٰنُ فِتْنَۃً میں زائغین کی دوقسمیں بتائی گئیں جن میں الذین فی قلوبھم مرض کا کام ابتغاء تاویل اور القاسیۃ قلوبھم کی غرض ابتغاء الفتنہ ہے وغیرہ۔ (52)

مولانا عثمانی نے نہایت واضح انداز میں ساری آیت کو سامنے رکھ کر محکمات اور متشابہات کے مفہوم کی وضاحت کی اور اسی طرح کج رو لوگوں کی جو متشابہات کے معنی معلوم کرنے کے در پے ہوں دوقسمیں بتائی ہیں اور واضح کیا کہ ان کے اس سارے کام کے پیچھے فتنہ اور فساد، شکوک وشبہات اور مسلم امت میں فرقہ بندی پیدا کرنا ہے۔

7۔ تفسیر ماجدی :

عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ محکمات ومتشابہات پر بحث کی ہے اور عربی تفاسیر سے اقتباسات کی مدد سے مفہوم کو واضح کرنے کی سعی کی۔ محکم اور متشابہ کی تعریفوں کے بعد اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ کی وضاحت یوں کی ہے۔

> ''(یہ) کھلا ہوا اور براہ راست اشارہ ہے مسیحیوں کی جانب جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی صاف واضح وصریح ہدایات توحید کو پس پشت ڈال کر ان کی بعض تشبیہات کو توڑ مروڑ کر اصل قرار دے لیا تھا لیکن الفاظ عام ووسیع ہیں اس لئے ہر کج رائے وکج رو، ہر زندیق وصاحب بدعت اس آیت کے عموم کے میں آجاتا ہے۔'' (53)

عبدالماجد دریابادی نے مزید تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

جن کے دلوں میں حق طلبی، حق جوئی اور تلاش صداقت نہیں ہوتی وہ نصوص کلام

الٰہی کو توڑنے مروڑنے میں کوئی باک نہیں رکھتے جیسا کہ بدقسمتی سے آج کل ہر فرقہ باطل کی تاویلات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

دریابادی محققین کے اس مذہب سے اتفاق کرتے ہیں کہ

وقف تام ،مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰہ پر ہے اور اَلرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے دوسرا جملہ شروع ہوتا ہے جس کی خبر یَقُوْلُوْنَ ہے۔ (54)

8۔ تفسیر نعیمی:

احمد یار خان نعیمی نے اپنی تفسیر میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر تفصیلی بحث کی ہے اور پچھلی آیات سے اس آیت کے تعلق کو واضح کیا پھر اس کا شان نزول بیان کیا گیا جس میں نجرانی عیسائیوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکالمہ اور یہودیوں کے سردار ابو یاسر ابن اخطب کے اپنے یہودی ساتھیوں کے ہمراہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حروف مقطعات کا حروف ابجد کی مدد سے حساب لگا کر دین اسلام کی عمر کے سلسلے میں مناظرہ شامل ہے۔ پھر محکمات اور متشابہات کی لغوی اور نحوی تشریح کی اور اَلرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کے بارے میں اس قول کو دلائل کے لحاظ سے قوی قرار دیا جس میں یہ موقف پیش کیا گیا ہے کہ الا اللّٰہ پر وقف ہے اور اَلرّٰسِخُوْنَ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ متشابہات کے معنی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پختہ علم والے بغیر تاویل کئے ان پر ایمان لاتے ہیں۔ (55)

محکم اور متشابہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے احمد یار خان نعیمی متشابہ کی چند قسمیں بتاتے ہیں۔

1: متشابہ لفظاً

2: متشابہ معناً

3: متشابہ لفظاً و معناً

اور لفظاً متشابہ کی مزید قسمیں ۔

1 : مفرد لفظ 2 : پورا جملہ

اور معناً متشابہ کی مزید قسمیں ذکر کیں ۔

1 : صرف معنی کے لحاظ سے

2 : معنی کے عموم وخصوص کے لحاظ سے

3 : کیفیت کے لحاظ سے

4 : شرائط کے لحاظ سے

اور پھر معناً متشابہ کے متعلق بتایا کہ

1 : ایک وہ معناً متشابہ ہے جس کے معنی کچھ بھی سمجھ میں نہ آئیں مثلاً آیات مقطعات

2 : اور دوسرا معناً متشابہ وہ ہے جس کے لغوی معنی سمجھ میں آتے ہوں مگر یہ خبر نہ ہو کہ یہاں رب کی مراد کیا ہے ؟ ظاہری معنی محکم آیتوں کے خلاف ہوں جیسے آیات صفات وغیرہ ۔(56)

احمد یار نعیمی کہتے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے متشابہات کے علم کا دعوی کیا چنانچہ علی خواص فرماتے ہیں کہ مجھے سورۃ الفاتحہ سے دو لاکھ چالیس ہزار نوسو نوے علوم ملے جب کہ علی خواص یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو عالم کہتے ہیں جو ہر لفظ کو جانے ۔(57)

علی خواص کا یہ دعوی محل نظر ہے کیونکہ بظاہر یہ نا قابل یقین بات ہے اس لئے نا قابل قبول بھی البتہ اس قسم کے دعوی کو صوفیاء کے شطحات میں شمار کیا جا سکتا ہے ۔ شطحات سے مراد صوفیاء کے وہ دعوے ہیں جو بظاہر بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں لیکن ہم ان کو کلی طور پر رد بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اس سے کیا مراد ہے

اور یہ عامۃ الناس کے لئے متشابہات ہیں ۔(58)

احمد یار نعیمی خود آگے چل کر لکھتے ہیں ابن جریر نے عبداللہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ متشابہ کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا جو اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے ۔(59)

9 ۔ تفسیر مواہب الرحمٰن :

تفسیر مواہب الرحمٰن میں سید امیر علی نے بھی نہایت تفصیل کے ساتھ سورۃ آل عمران کی آیت 7 پر بحث کی ہے تمام الفاظِ آیات کے لغوی معنی واضح کرنے کے بعد کئی صفحات پر مشتمل تفسیر بیان کی جس میں نص و ظاہر مفسر و محکم وغیرہ سے متعلق علمائے اصول کے مقرر کردہ اصولوں کو مدنظر رکھا اور پھر بتایا کہ

> 'فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ' سے ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو متشابہات کے درپے ہوتے ہیں اور اس میں مذمت کے بارے میں دو قول بیان کیے ہیں کہ مذمت کس معنی پر ہے پس جو لوگ فی العلم پر وقف کرتے ہیں اس امر کے قائل ہیں کہ متشابہات کی تاویل کو اللہ اور راسخین فی العلم جانتے ہیں ۔ وہ کلام کے معنی **ابتغا الفتنہ** کی خاطر کرتے ہیں جو لوگ الا اللہ پر وقف کرتے ہیں وہ باوجود یہ جاننے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں جانتا ان کے دلوں میں کجی ہے جو انہیں اس بات پر مائل کرتی ہے کہ اس کی تاویل کے درپے ہوں ۔(60)

10 ۔ عروۃ الوثقیٰ :

عبدالکریم اثری نے محکمات اور متشابہات کی بہتر انداز میں وضاحت کی ہے ۔ ان کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ قرآن میں آیات متشابہات کا ہونا لازمی ہے بلکہ ان آیات کا ہونا ہی ان کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے جو مطلب آیات محکمات میں بیان نہ ہوسکتا وہ تمثیل کے پیرائے میں آیات متشابہات کے

ذریعہ بیان کیا گیا۔حشر اجساد، نعیم جنت اور عذاب دوزخ وغیرہ عالم وراء کے حقائق ہیں جو ہمارے ذہن میں نہیں آسکتے چنانچہ ان سب باتوں کا تماثیل ہی میں بیان کر دیا گیا ویسے بھی اَن دیکھی چیزوں کو سوائے تماثیل کے بیان کرنے کے اور کوئی طریقہ ہی نہیں اس لئے جو باتیں مشاہدہ میں آتی ہیں اور روزمرہ زندگی میں سب لوگوں کو پیش آتی رہتی ہیں وہ سب کی سب محکمات ہیں اور جو چیزیں انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہیں اور مشاہدہ میں نہیں آسکتیں وہ سب کی سب متشابہات ہیں۔ (61)

عبدالکریم اثری نے اس سلسلے میں جنت کے انعامات کی مثالیں دی ہیں اور کہا کہ قرآن کو کسی جگہ سے کھولیں تو آیتوں کی آیتیں جنت کے انعامات کے ذکر سے بھری پڑی ہیں جن کو پڑھنے سے ایک سرور اور لطف محسوس ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تم اس کا عقل سے ادراک اور حواس سے مشاہدہ اس دنیا میں نہیں کر سکتے۔ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (62)

ترجمہ: سوکسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک، بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔

اسی سلسلے میں ایک حدیث نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ (63)

ترجمہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی کان سے سنا نہیں اور انسان کے دل میں اس کا تصور پیدا ہونا بھی ممکن نہیں۔

عبدالکریم اثری نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 میں لفظ فتـــنة کی وضاحت

اچھے انداز میں کی اور اس کا مفہوم حق سے پھیر دینا بتایا ہے اور ابتغاء الفتنة کے معنی حق سے پھیر دینا بتائے ہیں۔ (64)

متشابہات میں الجھنے کی غرض حق کی بجائے گمراہی کا پیدا کرنا ہے۔ منافق خود محکمات پر عمل کرنا نہیں چاہتے اور اس متشابہات کے جھگڑے میں مسلمانوں کو بھی شکوک و شبہات میں مبتلا کر کے عمل سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عبدالکریم اثری کہتے ہیں کہ راسخون فی العلم کو بھی متشابہات کے معنی معلوم نہیں ہو سکتے اور ان کے معنی معلوم کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ان کا احکام کے ساتھ تعلق ہی نہیں، ان کے مفہوم پر جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اس پر ایمان بالغیب لانا ضروری ہے جب اس عالم سے کوچ کر کے دوسرے عالم میں پہنچیں گے تو ان کی حقیقت بھی یقینی طور پر کھل جائے گی۔ (65)

11۔ آسان ترجمۂ قرآن (تشریحات کے ساتھ)

مفتی تقی عثانی نجران کے عیسائیوں کے وفد کی اس دلیل کو رد کرتے ہیں کہ قرآن نے خود حضرت عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ کہا ہے۔ تقی عثانی کہتے ہیں کہ اس کا جواب قرآن کریم نے جگہ جگہ صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہوسکتی اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا یا خدا قرار دینا شرک اور کفر ہے۔ ان واضح آیتوں کو چھوڑ کر کلمۃ اللہ کے لفظ کو پکڑ کو بیٹھ جانا اور ایسی تاویلیں کرنا جو محکم آیات کے برخلاف ہیں دل کے ٹیڑھ کی علامت ہیں۔ کلمۃ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ 'کُن' سے پیدا ہوئے۔ یہ بات البتہ انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ 'کُن' سے پیدا کرنے کی کیفیت کیا تھی۔ یہ امور متشابہات میں سے ہیں۔ اس لئے من مانی تاویل کر کے ان سے خدا کے بیٹے کا تصور کرنا کج فہمی ہے۔ (66)

The Holy Quran: ـ 12

عبداللہ یوسف علی نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

1. This passage gives us an important clue to the interpretation of the Holy Quran. Broadly speaking it may be divided into two portions.

    (i) The nucleus or foundation of the Book, literally "The Mother of the Book".

    (ii) The part which is not entirely clear.

2. Though people of wisdom may get some light from it, no one should be dogmatic, as the final meaning is known to Allah alone.

3. The commentators usually understand the verses 'of established meaning' (Muhkam) to refer to the categorical orders of the law.(67)

ترجمہ:

1 ۔ یہ پیرا ہمیں قرآن پاک کی تشریح کے لئے ایک اہم نکتہ بتاتا ہے۔ صاف لفظوں میں اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ کتاب کا مرکز یا بنیاد یا حقیقی معنی میں ام الکتاب

۲۔ متشابہات

2 ۔ اگرچہ راسخین فی العلم اس سے کچھ روشنی پا سکتے ہیں لیکن کسی کا بھی حتمی یقین نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حتمی مراد صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔

3 ۔ مفسرین عموماً آیات کے مقرر شدہ معانی (محکم) کو ہی احکام کے لئے حوالہ سمجھتے

ہیں ۔

عبداللہ یوسف کے تبصرہ کے مطابق آیت نمبر 7 (آل عمران) قرآن کریم کی تفسیر میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ قرآن کی آیات دوقسم کی ہیں ۔

۱۔ محکمات اور یہ قرآن کی مرکزی آیات ہیں ، ان میں بیان شدہ احکام نہایت واضح ہیں اوران پرعمل کرنے کا حکم ہے ۔ یہ آیات ام الکتاب ہیں ۔

۲۔ متشابہات مفہوم اورمقصود کے اعتبار سے واضح نہیں بلکہ تمثیلی ہیں کیونکہ ان کے مفہوم اورمقصود کا صحیح ادراک عقل اورحواس کے ذریعے ممکن ہی نہیں ۔

ان آیات متشابہات سے علمائے راسخین اگرچہ کچھ روشنی حاصل کرسکتے ہیں لیکن ان کی تفسیر میں تعصب سے بالاتر ہوکر غیر جزمی تشریح کی جائے کیونکہ ان کا صحیح مفہوم اور مقصودصرف اورصرف اللہ تعالیٰ کومعلوم ہے اور علمائے تفسیر کورہنمائی دی گئی ہے کہ وہ متشابہات کے غیر جزمی مفہوم اورمقصود تک پہنچنے کے لئے محکمات سے روشنی حاصل کریں اوریہی تفسیر قرآن کا صحیح طریقہ ہے ۔

اب تفاسیر سے ہٹ کرعلوم القرآن کی معروف کتاب الاتقان کا جائزہ لیتے ہیں ۔

13 ۔ الاتقان فی علوم القرآن :

الاتقان فی علوم القرآن میں بھی محکم اور متشابہ کا تفصیلی موازنہ پیش کیا گیا ہے جو درج ذیل ہے ۔

محکم	متشابہ
☆ جس امر کی مرادصاف طورپر یا تاویل کے ذریعے سے معلوم ہوجائے محکم ہے	جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ہی خاص کیا ہے جیسے قیامت کا قائم ہونا دجال کا خروج اورحروف مقطعات وغیرہ
☆ جس چیز کی مرادواضح اورکھلی ہو ۔	جس کی مراداس کے برعکس یعنی معلوم

	نہ ہو سکے ۔
☆ جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے	جس کی تاویل کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو
☆ جس بات کے معنی عقل انسانی میں آتے ہیں ۔	جس کے معنی عقل میں نہ آئیں اور نہ ہی حواس اس کا مشاہدہ کر سکیں ۔
☆ جو شے فہم میں مستقل بنفسہٖ ہے ۔	جو چیز فہم معنی میں غیر کی محتاج ہو اور جو مستقل بنفسہٖ نہیں ہو اور اپنے معانی پر دلالت نہیں کرتی ہو
☆ جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہے	جو بغیر از تاویل سمجھ میں نہیں آتا
☆ محکم نام ہے فرائض، وعد اور وعید کا	متشابہ قصص اور امثال کو کہتے ہیں
☆ جن پر عمل کیا جاتا ہے ۔	جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے مگر ان پر عمل نہیں کیا جاتا ۔
☆ محکمات انہی آیتوں کا نام ہے جن میں حلال وحرام کا بیان ہے ۔	حلال وحرام کے سوا جس قدر قرآن کا حصہ ہے وہ سب ایسا متشابہ ہے کہ اس میں سے بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی تصدیق کرتا ہے ۔ (68)

الاتقان میں متشابہ کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک وہ اگر اس کو محکم کی طرف پھیر کر اور اس کے ساتھ ملا کر غور کریں تو فوراً اس کے معنی ظاہر ہو جائیں اور دوسری وہ کہ اس کی حقیقت پر آگاہ ہونے کی کوئی سبیل ہی نہیں نکلتی اور کج رفتار لوگ اس کی تہہ تک پہنچنے کے باعث دھوکے اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ (69)

الاتقان میں متشابہ میں صفات کی آیتیں شامل کی گئیں اور بتایا گیا کہ ان آیتوں پر

ایمان رکھنا فرض ہے اور ان کے معنی اور مراد کا علم خدا ہی کے سپرد کرنا چاہیے۔ (70)

اسی طرح متشابہات میں سورتوں کے اوائل (حروف مقطعات) بھی شامل ہیں اور بتایا گیا کہ مشرکین عرب کو رسول ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب میں کسی لغزش اور غلطی نکالنے کا حد سے بڑھا ہوا شوق اور اس کی کمال جستجو رہتی تھی۔ مقطعات غلط یا بے معنی ہوتے تو کبھی ممکن نہ تھا کہ یہ مشرکین کی نکتہ چینی سے بچ جاتے اور یہی امر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایسے حروف کا استعمال اہل عرب کے یہاں معروف تھا اور اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ (71)

مقطعات اللہ تعالیٰ کے سربستہ راز (Divine Codes) ہیں جن کا مقصد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں لیکن بعض مفسرین نے اپنی سمجھ کے مطالب صرف اپنی رائے کا اظہار کر کے بعض غیر جزمی توجیہات بتائی ہیں مثلاً یہ قسم ہیں یہ خدا کے نام ہیں یہ ابجد اور جمل کے حساب سے ہیں۔ یا یہ کہ یہ تنبیہ کے لئے آئے ہیں۔ یہ تعجب کے لیے ہوتے ہیں۔ (72)

مختصر یہ کہ علامہ سیوطی کا یہ نقطۂ نظر انتہائی مناسب اور حد درجہ قبولیت کا حامل ہے۔ واقعتاً متشابہات پر ایمان رکھنا ہمارا فرض اور یہ جاننا کہ ان کے حقیقی معنی کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ زیر بحث آیت کا مقصود بھی یہی ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں مشرکین تو اس ٹوہ میں رہتے تھے کہ قرآن مجید میں کوئی معمولی سی ہی لغزش ڈھونڈ لیں اور اب موجودہ دور میں تو مستشرقین کو کوئی بہانہ چاہیے لیکن الحمدللہ نہ اس دور میں اور نہ آج، کسی کو اس بات کی ہمت ہوسکی کہ کم از کم متشابہ آیت کی تاویل کر کے اسے اچھالے اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنا سکے۔ اس کے برعکس یہ کتاب الٰہی اس وقت بھی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی اور آج بھی پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (72A)

3.3 فصل سوم

آیات محکمات : اُمُّ الْکِتَابْ

قرآن کریم میں آیات کی تقسیم محکمات اور متشابہات سے کی گئی لیکن قرآن کریم نے آیات محکمات کے بارے میں فرمایا:

...هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ... (73)

ترجمہ: یہ آیات قرآن کی اصل ہیں۔

اس لئے مفسرین نے اُمُّ الْکِتٰب کے لفظ پر اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا ہے اور اپنی علمی بساط کے مطابق اس لفظ کے مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس لفظ (اُمُّ الْکِتٰب) کو چیدہ چیدہ مفسرین کی آراء کے حوالے سے زیر بحث لایا جائے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ ان مفسرین کی آراء سے اُمُّ الْکِتٰب کا مشترک اور متفق علیہ مفہوم کیا نکلتا ہے۔

تفسیر اشرف علی تھانوی:

اشرف علی تھانوی نے اُمُّ الْکِتٰب کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے 'اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا' اور تشریح میں لکھا ہے۔ 'یعنی غیر حاضر المعنی کو بھی ان ہی ظاہر المعنی کے موافق بنایا جائے'۔ (74)

تفسیر ثناء اللہ پانی پتی:

ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اُمُّ الْکِتٰب کی تشریح میں فرماتے ہیں: قاموس کے مطابق اُمْ، والدہ کو کہتے ہیں۔ ہر چیز کی اصل اس کے ستون قوم کے رئیس اور ہر وہ چیز جس کے ساتھ اور چیزیں ملی ہیں اس کو 'اُم' کہتے ہیں اور کتاب بمعنی فرض ہے جیسے آیت

کریم میں آیا:

...کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ... (75)

ترجمہ: تم پر روزے فرض کئے گئے۔

یہاں ام والدہ یا اصل کے معنی میں ہے یعنی محکم آیات ہی ہمارے فرائض و محرمات ہیں، اصل ہیں، 'الکتاب' قرآن کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا یہ کتاب کے احکام اصل ہیں اور محکم آیات قرآن کا ستون ہیں ان کی حقیقت وہی ہے جس طرح قوم کے رئیس کی ہوتی ہے اور تمام دوسری آیات اپنے مفہوم کے تعین میں ان کی محتاج ہوتی ہیں۔

ثناء اللہ پانی پتی مزید فرماتے ہیں: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ 'ام' کی جگہ 'امہات' کا لفظ استعمال ہوتا لیکن مفرد کا لفظ ذکر کیا گیا تاکہ اس پر دلالت کرے کہ تمام محکم آیات بمنزلہ آیت کے ہیں۔ کیونکہ فرائض ان کے مجموعہ سے اخذ کئے جاتے ہیں نہ کہ الگ الگ۔ (76)

تفسیر مفتی محمد شفیع:

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع اُمُّ الْکِتٰب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: محکمات کو اللہ تعالیٰ نے اُمُّ الْکِتٰب کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری تعلیمات کا اصل اصول یہی آیات ہیں جن کے معانی اور مفاہیم اشتباہ والتباس سے پاک ہوتے ہیں۔ (77)

تفسیر ابوالاعلیٰ مودودی:

تفہیم القرآن میں ہے:

''یہ آیات کتاب کی اصل بنیاد ہیں، یعنی قرآن جس غرض کے لئے نازل ہوا اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں انہیں میں

اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دی گئی ہے۔انہی میں عبرت اور نصیحت
کی باتیں بیان فرمائی گئی ہیں، انہی میں گمراہیوں کی تردید اور
راہ راست کی توضیح کی گئی ہے انہی میں دین کے بنیادی اصول
بیان کئے گئے ہیں۔انہی میں عقائد، عبادات، اخلاق، فرائض اور
امرونہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں۔پس جو شخص طالب حق ہو
اور یہ جاننے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرنا جانتا ہو کہ وہ
کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے اس کی پیاس بجھانے کے لیے
آیات محکمات ہی اصل مرجع ہے۔(74)

تفسیر مولانا غلام اللہ خان :

جواھر القرآن میں مولانا غلام اللہ خان نے اُمُّ الْکِتٰب کی وضاحت یوں کی ہے :

''ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰب یعنی کتاب کی اصل اور مرکزی حصہ احکام کا محور
یہی محکمات ہیں۔احکام انہیں سے ثابت ہوں گے نہ کہ متشابہات
سے بلکہ متشابہات کا مفہوم محکمات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔(79)

تفسیر جلال الدین سیوطی :

تفسیر درمنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے اُمُّ الْـــکِتٰـــب کی وضاحت کرتے ہوئے سعید بن جبیر تابعی سے ابن ابی حاتم سے روایت کیا ہے ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰب سے اصل کتاب مراد ہے اس لئے کہ یہ چیزیں لکھی ہوئی ہیں ساری کتابوں میں۔(80)

اسی طرح مالک بن دینار نے ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ' سے اُمُّ الْــکِتٰــب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اس سے حلال و حرام مراد ہے پھر میں نے ان سے پوچھا اَلْحَـمْـدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (کیا ہے) تو انہوں نے فرمایا یہ ام القرآن ہے۔(81)

تفسیر النسفی :

مدارک میں عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی نے هُنَّ اُمُّ الْکِتٰب کے بارے میں فرمایا:

''هُنَّ اُمُّ الْکِتٰب : وہ کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات کو ان کی طرف پھیرا جائے گا اور ان کے مطابق مراد لی جائے گی ۔''(82)

تفسیر امین اَحسن اصلاحی :

امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر تدبر قرآن میں اُمُّ الْکِتٰب کی وضاحت یوں کی ہے ۔ آیت محکمات کی حیثیت اُمُّ الْکِتٰب کی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ ساری کتاب کا مرجع ومرکز وہی محکمات ہوتی ہیں انہی پر ساری بحث کا مدار ہوتا ہے ۔ ساری شاخیں انہی سے پھوٹتی ہیں اگر کوئی نزاع اور اختلاف پیدا ہوتا ہے تو اس کا فیصلہ بھی انہی کی کسوٹی پر پرکھ کر ہوتا ہے پھر انہی کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ ان کو اصول قرار دے کر ان سے مسائل مستنبط کئے جائیں اور ان مسائل پر اسی طرح اعتماد کیا جائے جس طرح اصولوں پر اعتماد کیا جاتا ہے ۔(83)

تفسیر محمد کرم شاہ الازھری :

محمد کرم شاہ الازھری اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اُمُّ الْکِتٰب کے بارے میں کہتے ہیں کہ قرآن کی بعض آیات بالکل واضح اور ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں ۔ اور یہی ساری کتاب کی اصل اور مرجع ہیں اور یہی اُمُّ الْکِتٰب ہیں ۔(84)

تفسیر ماجدی :

عبدالماجد دریا بادی اپنی تفسیر القرآن الحکیم المعروف بہ تفسیر ماجدی میں اُمّ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اُمّ ہر شے کی اصل کو کہتے ہیں ۔ اُمُّ الْکِتٰب کہہ کر اس حقیقت کو

بیان کر دیا گیا کہ قرآن مجید میں جو آیتیں بالکل واضح و صاف ہیں جن میں سے ایک ہی معنی نکلتے ہیں وہی اصلی مدار و معیار ہیں اور یہ اُمُّ الْکِتٰب ہیں۔ دوسری آیتیں کے جن کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں وہ متشابہات ہیں اور ان کو محکمات کی روشنی میں سمجھا جائے گا۔ (85)

تفسیر عبد الکریم الاثری:

مندرجہ بالا نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے عروۃ الوثقیٰ میں عبد الکریم الاثری فرماتے ہیں:

> ''اصل اور بنیاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جس غرض کے لئے نازل ہوا ہے اس غرض کو یہی آیات پورا کرتی ہیں۔ انہی میں اسلام کی طرف دنیا کو دعوت ہے۔ ان ہی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں ہیں۔ ان ہی میں گمراہیوں کی تردید اور راہِ راست کی توضیح ہے۔ دین کے بنیادی اصول ہیں۔ عبادات و عقائد، فرائض و حقوق، اوامر و نہی کے احکام ہیں۔ خصوصاً مسیحؑ کی الوہیت کا اصولی اور بنیادی مسئلہ بھی موجود ہے۔ پس جو شخص حق کا طالب ہو اس کے لئے آیات محکمات ہی اصل مرجع ہیں انہی سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہی اس کو سیدھی راہ پر قائم رکھ سکتی ہیں۔ (86)

تفسیر عاشق الٰہی مہاجر مدنی:

انوار البیان میں مفسر عاشق الٰہی مہاجر مدنی نے اُمُّ الْکِتٰب کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

> ''یہ آیات اصل الاصول ہیں جن کے معانی و مفاہیم میں کوئی اشتباہ نہیں۔

ان میں اوامر ونہی ہیں اور احکام ہیں جو بالکل واضح ہیں ان
کے جاننے اور سمجھنے میں کوئی اشتباہ والتباس نہیں ۔اگر کسی آیت
میں کوئی ابہام یا اجمال ہو تو اس کے مفہوم کو بھی انہی محکمات یعنی
اصل الاصول کی طرف راجع کر دیا جاتا ہے ۔'' (87)

ترجمہ محمد جوناگڑھی :

تفسیر ابن کثیر جس کے اردو مترجم محمد جوناگڑھی ہیں نے ام الکتاب کے بارے میں کہا ہے کہ کتاب اللہ میں اصل اصولوں کی صاف اور واضح آیتیں ہیں ، شک وشبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو ، انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اس کو بھی ان سے ہی سمجھو ۔ (88)

اور اس کی مزید تائید سعید بن جبیرؒ تابعی کے قول سے کی کہ ان آیات کو اصل کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں موجود ہیں اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے کہ تمام مذاہب والے ان آیات کے احکامات کو مانتے ہیں ۔ (89)

تفسیر عبدالرحمٰن کیلانی :

تیسیر القرآن میں مفسر عبدالرحمٰن کیلانی نے کہا کہ محکمات کو ہی قرآن میں اُمُّ الْكِتٰبِ کا نام دیا گیا ہے اور یہی وہ آیات ہیں جن کے متعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا ۔ (90)

تفسیر عاشق الٰہی مہاجر مدنی (انگریزی) :

ام الکتاب کے بارے میں عاشق الٰہی مہاجر مدنی لکھتے ہیں ۔

Ummul Kitab means Mother of the Book. It means those

verses, whose meaning is apparent and clearly comprehensible. They constitute the substance and basic principles of the Quran. They contain clear orders and prohibitions where in lies no cause of doubt for anyone.

The people having sound knowledge interpret the allegorical verses because they understand the clear meanings in the way that does not contradict the accepted views and principles.(91)

ترجمہ: ام الکتاب کے معنی کتاب کی اصل ہیں۔ اس کا مطلب ہے وہ آیات جن کے معنی ظاہر اور واضح ہیں۔ وہ قرآن کا مفہوم اور بنیادی اصول متعین کرتی ہیں۔ وہ واضح اوامر اور نواہی پر مشتمل ہیں جن میں کسی کے لئے اشتباہ کی گنجائش نہیں۔ علم میں پختہ کار لوگ متشابہات کی توضیح کرتے ہیں کیونکہ وہ ایسے معانی سمجھتے ہیں جو قابل قبول نظریات اور اصولوں کے منافی نہیں ہوتے۔

درج بالا مختلف مفسرین کی آراء سے ایک بات سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ محکم آیات مفہوم میں واضح ہیں اور قرآن فہمی کے لئے بنیاد ہیں۔ ان ہی کی بنیاد پر ان آیات کو سمجھا جائے جن کو متشابہات کہا جاتا ہے۔ متشابہات کا تفسیری مفہوم صرف وہی بتایا جائے جو کہ محکم آیات کے مفہوم پر مبنی ہو اور متشابہات کی تفسیر کسی طرح بھی محکم آیات کے مفہوم سے متعارض نہیں ہونی چاہیے۔ اگر متشابہات کی تفسیر محکم آیات کی روشنی میں کی جائے تو یہ متشابہات کے مفہوم کی تاویل صحیح ہوگی اور اگر ان کی تفسیر بلا لگام اپنی من پسند رائے سے کی جائے جس کی تائید محکم آیات سے نہ ہوتی ہو بلکہ وہ محکم آیات کے مفہوم

سے کسی طرح بھی متصادم ہو تو وہ تاویل فاسد اور گمراہی شمار ہوگی ۔

جلال الدین سیوطی :

تفاسیر مذکورہ سے ہٹ کر علوم القرآن سے متعلق کتاب 'الاتقان' میں جلال الدین سیوطی نے ابن الحصار کا قول نقل کیا ہے جس کے مطابق محکمات کی نسبت بتایا گیا ہے کہ وہ ام الکتاب ہیں کیونکہ متشابہات کی بازگشت انہی کی طرف ہوتی ہے اور یہی محکمات ایسی آیتیں ہیں جن پر اس بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کی تخلیق عالم سے کیا مراد ہے اور کیوں اس نے اپنی معرفت اپنے رسولوں کی تصدیق اور اپنے احکام کی پابندی اور اپنے نواہی سے اجتناب کو بندوں پر فرض عبادت قرار دیا ہے ۔ غرضیکہ اصول عبادت اور اسرار دین و ملت ان ہی محکم آیتوں سے سمجھ میں آتے ہیں ۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ اصل ہیں ۔ (92)

حوالہ جات

1. اشرف علی تھانوی، ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم، تاج کمپنی لمیٹڈ، ایڈیشن ۵، ۲۰۰۰ء، ص ۷۸
2. احمد حسن، سید، محدث دہلوی، احسن التفاسیر، مکتبہ سلفیہ، لاہور، س ن، ج ا، ص ۲۲۱
3. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۱، ج ۲، ص ۱۹
4. مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷، ج ا، ص ۲۳۴
5. حسین علی، مولانا، مرتبہ: مولانا غلام اللہ خان، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی، ج ا، ص ۱۴۳
6. محمد اکرم اعوان، امیر، اسرار التنزیل، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، منارہ، چکوال، ۲۰۰۵، ج ا، ص ۳۰۰، ۲۹۹
7. وحید الدین خان، مولانا، تذکیر القرآن، دار التذکیر، لاہور، ۲۰۰۷، ج ا، ص ۱۲۶، ۱۲۷
8. صلاح الدین یوسف، احسن البیان، دار السلام، لاہور، س ن، ص ۶۴
9. ایضاً
10. القرآن، سورۃ الزخرف: ۴۳، آیت: ۵۹
11. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۵۹
12. القرآن، سورۃ مریم: ۱۹، آیت: ۳۴
13. شبیر احمد عثمانی، ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، ۱۹۸۹، ص ۱۷۷
14. کرم شاہ الازہری محمد، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ج ا، ص ۲۰۹، ۲۱۰
15. ابن عباس، ترجمہ: محمد سعید احمد عاطف، تفسیر ابن عباس، مکی دار الکتب، لاہور، ۲۰۰۵، ج ا، ص ۷۴
16. محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوار البیان، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن، ج ا، ص ۳۹۵
17. ایضاً، ص ۳۹۶
18. عبد القیوم مہاجر مدنی، الحاج، مرتبہ: گلدستہ تفاسیر، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۳ھ، ج ا، ص ۵۶۷
19. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جونا گڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۴۵۳

20. خواجہ عبدالحیٔ فاروقی، وغیرہ، درس قرآن پہلی منزل، درس قرآن بورڈ، ادارہ اصلاح وتبلیغ آسٹریلین بلڈنگس، میکلوڈ روڈ، لاہور، س ن، ص ۳۶۳

21. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۶

22. محمد لقمان السّلفی، ڈاکٹر، تیسیر الرحمٰن، دارالکتاب والسنہ، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۱۶۶

23. عبدالستار محدث دہلوی، قرآن مجید محشّٰی بنام حدیث التفاسیر، دارالسلام، محمدی مسجد، کراچی، ۱۹۸۲، ص ۴۳

24. عبدالحمید سواتی، معالم العرفان، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ، ۲۰۰۰، ص ۴۰

25. عبدالقدیر صدیقی، محمد، مولانا، مرتبہ: عبدالاحد صدیقی، محمد، حاصلات تفسیر صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۲۵۷

26. سرسید احمد خان، ڈاکٹر، تفسیر الھدٰی والفرقان، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، ۱۳۱۵ھ، ج ۲، ص ۲ تا ۴

27. ایضاً، ص ۵ تا ۸

28. Dr. M. Mohsin Khan & Dr. M. Taqi-ud-Din Hilali, The Nobel Quran, Darus Salam, KSA,1996, p.78

29. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Qur'an, The Light of Islam, Maiduguri, Nigeria, 1968, p.123

30. جلال الدین محلی وجلال الدین سیوطی، تفسیر جلالین، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۴، ج ۱، ص ۳۴۷

31. القرآن، سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۱۵۱

32. القرآن، سورۃ المدثر: ۷۴، آیات: ۲۶ تا ۳۰

33. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۲۵

34. القرآن، سورۃ البقرہ: ۲، آیت: ۲۶

35. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱، ج ۲، ص ۲۸

36. ایضاً، ص ۲۸، ۲۹

37. القرآن، سورۃ ھود: ۱۱، آیت: ۱

38. القرآن،سورۃ الزمر:۳۹،آیت:۲۳

39. اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۰۱،ج ۲ص ۳۲

40. ایضاًص ۳۳

41. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۱۷۱

42. غلام رسول سعیدی،غلام،تبیان القرآن،فرید بک سٹال،لاہور،۲۰۱۲،ج ۲ص ۶۰،۶۱

43. ایضاًص ۶۲

44. ایضاًص ۶۳

45. سید قطب شہید،ترجمہ:سید معروف شاہ شیرازی،فی ظلال القرآن،ادارہ منشورات اسلامی،ملتان روڈ،لاہور،
۱۹۹۷،ج ا ص ۵۶۰،۵۶۱

46. حقانی،ابو محمد عبدالحق تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی،الفیصل،اردو بازار،لاہور،۲۰۰۹،ج ۳ص ۱۲۵

47. ایضاًص ۱۲۶

48. القرآن،سورۃ ھود:۱۱،آیت:۱

49. محولہ بالا ص ۱۲۷

50. القرآن،سورۃ الحج:۲۲،آیت:۵۲

51. شبیر احمد عثمانی بترجمہ وتفسیر القرآن الکریم،شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس،مدینہ منورہ،۱۹۸۹،ص ۶۴

52. شبیر احمد عثمانی بترجمہ وتفسیر القرآن الکریم،شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس،مدینہ منورہ،۱۹۸۹،ص ۴۵۰

53. عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی،تاج کمپنی لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۱،ص ۱۲۲

54. ایضاًص ۱۲۳

55. احمد یار خان نعیمی،مفتی،مکتبہ اسلامیہ،اردو،بازار،لاہور،۱۳۶۳ ھج،ج ۳ص ۲۴۵

56. ایضاًص ۲۵۰

57. ایضاًص ۲۵۱

58. ایضاًص ۲۵۲

59. ایضاً

60. امیر علی،سید،مولوی،تفسیر مواہب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان،ادارہ نشریات اسلامی،لاہور،ج ۲،ص ۱۵۹

61. عبدالکریم الاثری،تفسیر عروۃ الوثقٰی،مکتبہ الاثریہ،گجرات،۱۹۹۵،ج ۲،ص ۵۹

62. القرآن،سورۃ الم السجدہ:۳۲،آیت:۱۷

63. مسلم بن الحجاج القشیری،ترجمہ:عابد الرحمٰن صدیقی،صحیح مسلم،ادارہ اسلامیات،کراچی،ج ۳،حدیث نمبر ۲۴۱۷، ص ۸۵۷

كِتَابُ الْجَنَّةِ وَ صِفَةِ نَعِيمِهَاوَ اَهْلِهَا

64. عبدالکریم الاثری،تفسیر عروۃ الوثقٰی،مکتبہ الاثریہ،گجرات،۱۹۹۵،ج ۲،ص ۶۱

65. ایضاً،ص ۶۳

66. محمد تقی عثمانی،مفتی،آسان ترجمۂ قرآن تشریحات کے ساتھ،مکتبہ معارف القرآن،کراچی،۲۰۱۰،ج ۱،ص ۱۸۳

67. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Qur'an, The Light of Islam, Maiduguri, Nigeria, 1968, p.123

68. السیوطی،جلال الدین،عبدالرحمٰن بن کمال،ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری،الاتقان،میر محمد کتب خانہ،کراچی،حصہ دوم، ص ۱،۲

69. ایضاً،ص ۹

70. ایضاً،ص ۱۲

71. ایضاً،ص ۲۸

72. ایضاً،ص ۲۱ تا ۳۳

72A. القرآن،سورۃ البقرہ:۲،آیت:۲۳

73. القرآن،سورۃ آل عمران:۳،آیت:۷

74. اشرف علی تھانوی،ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم،تاج کمپنی لمیٹڈ،لاہور،ایڈیشن ۵،۲۰۰۰ء،ص ۷۸

75. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۱۸۳

76. ثناءاللہ پانی پتی محمد،قاضی،علامہ،تفسیر مظہری،دارالاشاعت،اردو بازار،کراچی،ج ۱،ص ۱۲۲

77. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۱، ج ۲، ص ۲۰
78. مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷، ج ۱، ص ۲۳۴
79. حسین علی، مولانا، مرتبہ: مولانا غلام اللہ خان، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی، ج ۱، ص ۱۴۳
80. السیوطی، جلال الدین، ترجمہ: محمد خالد خان گڑھی، مولانا، تفسیر دُرِّ منثور، دارالاشاعت، کراچی، ج ۲، ص ۱۶۲
81. ایضاً، ص ۱۶۳
82. النسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، ترجمہ: شمس الدین، مولانا، تفسیر مدارک، مکتبۃ العلم، لاہور، ج ۱، ص ۴۰۷
83. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱، ج ۲، ص ۲۵
84. کرم شاہ الازہری، محمد، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ج ۱، ص ۲۰۹
85. عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۱۲۲
86. عبدالکریم الاثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ۱۹۹۵، ج ۲، ص ۶۰
87. محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوار البیان، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن، ج ۱، ص ۳۹۵
88. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جونا گڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۴۵۳، ۴۵۴
89. ایضاً، ص ۴۵۴
90. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۶
91. Ashiq Ilahi Muhajir Madni, The Noble Quran, Dar ul Asha'at, Karachi, 2005, Vol.1, p.354
92. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۹

4۔ باب چہارم

محکمات اور متشابہات: اصول فقہ کے ترازو میں

4.1 فصل اوّل

اصول فقہ کی مختلف اصطلاحات

محکمات اور متشابہات کو جس طرح مفسرین نے واضح کرنے کی کوشش کی، اسی طرح یہ دونوں اصول فقہ کا بھی زرین موضوع رہیں۔ علمائے اصول فقہ نے ان سے متعلق مختلف اصولی اصطلاحات مستنبط کر کے ان سے تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کی وجہ سے مختلف فقہی مسائل سامنے آئے اور ان مسائل کے اختلاف کی وجہ سے مختلف فقہی فروعی اختلاف پیدا ہوئے جن میں کسی پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے اور اس طرح مسلم معاشرے میں آسانی پیدا ہوئی جن میں سے کسی پر عمل کر کے شریعت کے حکم کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اصول فقہ کا علم مسلمان علماً کا ایک زندہ کارنامہ ہے جس کی مثال دنیا کا کوئی مذہب اور دین نہیں پیش کر سکتا۔ ان علماً نے اصول فقہ کے وضع کردہ مسلمہ اصول کو بنیاد بنا کر انسانوں کے اختیاری افعال کے لئے احکام قرآن کے محکمات اور متشابہات سے اخذ کئے جن میں رہتی دنیا تک باقاعدہ ان قواعد وضوابط کی بنیاد پر نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کیا جا سکتا ہے۔

اصول فقہ کے مسلمہ اصول کے مطابق اگر ہمیں بحیثیت مسلمان کسی بھی مسئلے کا حل تلاش کرنا ہو تو ان چار چیزوں میں سے کسی ایک کا سہارا لینا پڑتا ہے۔قرآن مجید، سنت

رسول ﷺ ، اجماع امت اور اجتہاد۔

ان میں ترتیب کے لحاظ سے پہلے قرآن پھر سنت رسول ﷺ اور اگر مسئلہ کا حل قرآن وسنت سے نہ مل سکے تو پھر اجماع اور اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔

قرآن ، کتاب اللہ ہے جس کی تعریف اصول فقہ میں یوں کی گئی ہے ۔

اما الكتاب فالقرآن المنزل على رسول الله المكتوب فى المصاحف المنقول عن النبى عليه السلام نقلاً متواتراً بلاشبهة (1)

ترجمہ: وہ قرآن جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور مصاحف میں لکھا گیا ہے اور نبی علیہ السلام سے نقل متواتر کے ساتھ بغیر شبہ کے منقول ہے ۔

نقل متواتر سے مراد اصول فقہ کی روشنی میں یہ ہے کہ ہر زمانے میں اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے اسے آگے منتقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا از روئے عقل محال اور ناممکن ہو۔

اصول فقہ میں لفظ کی مختلف اقسام ہیں جو لفظ کی مختلف لحاظ سے تقسیم سے حاصل ہوئی ہیں ۔ یہ اقسام ایک ہی تقسیم کے اعتبار سے تو مختلف اقسام ہیں جو بیک وقت اکٹھی نہیں ہوسکتیں لیکن مختلف تقسیموں سے حاصل شدہ اقسام اصول فقہ کی رُو سے قسیمات ہیں جو آپس میں بیک وقت یکجا ہوسکتی ہیں ۔ اس لئے اصول فقہ میں اقسام اور قسیمات میں فرق کیا جاتا ہے ۔

لفظ کی مختلف تقسیمات اور ان سے حاصل شدہ اقسام اصول فقہ کی روشنی میں درج ذیل ہیں ۔

1 ۔ لفظ کی معنی اور وضع کے لحاظ سے چار اقسام ہیں ۔

۱ ۔ خاص ۲ ۔ عام ۳ ۔ مشترک ۴ ۔ مؤول

2۔ لفظ کی معنی کے استعمال کے لحاظ سے بھی چار اقسام ہیں۔

۱۔ حقیقت ۲۔ مجاز ۳۔ صریح ۴۔ کنایہ

3۔ لفظ کی ظہور معنی کے لحاظ سے بھی چار اقسام ہیں۔

۱۔ ظاہر ۲۔ نص ۳۔ مفسر ۴۔ محکم

4۔ لفظ کی معنی کے اخفاء کے لحاظ سے بھی چار اقسام ہیں۔

۱۔ خفی ۲۔ مشکل ۳۔ مجمل ۴۔ متشابہ

5۔ لفظ کی معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی چار اقسام ہیں۔

۱۔ عبارۃ النص ۲۔ اشارۃ النص ۳۔ دلالۃ النص

۴۔ اقتضاء النص

اصول فقہ میں قرآنی الفاظ کو مختلف تقسیمات کی روشنی میں پرکھا گیا اور پھر ان سے حاصل شدہ اقسام پر فقہاً نے سیر حاصل بحث کی اور اس کی روشنی میں قرآن کے محکمات اور متشابہات سے فقہی مسائل کا استنباط کیا۔ درج ذیل میں صرف ان ہی تقسیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے جو محکمات اور متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں متقابلات اور متعلقات پر ہی بحث کی جانی مقصود ہے۔

متقابلات

قرآن کے محکمات اور متشابہات کو سمجھنے اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے اصول فقہ میں متقابلات پر بحث کی گئی اور ان متقابلات کی ظہور معنی اور خفاً معنی کے اعتبار سے محکم اور متشابہ کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ ان متقابلات میں چار ظہور معنی کے اعتبار سے اور چار خفاً معنی کے اعتبار سے ہیں۔ متقابلات پر اصول فقہ کی بحث بہت دقیق ہے۔ اور اس دقیق بحث میں محکم اور متشابہ کے مختلف زاویوں کو اجاگر کیا گیا اور

ان سے احکام شرعی کا استنباط فقہاً نے اصول فقہ کی روشنی میں کیا۔ظہور معنی کے لحاظ سے لفظ کی تقسیم کی چار اقسام ہیں۔

☆ لفظ کے معنی ظاہر ہوں تو تاویل وتخصیص کا احتمال ہوگا یا نہیں ہوگا؟

☆ اگر لفظ میں تاویل اور تخصیص کا احتمال ہو تو معنی کا ظہور یا تو صرف صیغہ سے ہوگا یا نہیں ہوگا۔

☆ اگر صرف صیغہ سے معنی کا ظہور ہو تو یہ لفظ ظاہر ہے اگر صرف صیغہ سے معنی کا ظہور نہ ہو بلکہ اس کو بیان کرنے کے لئے دوسرا لفظ لایا جائے تو وہ نص ہے۔

☆ اگر لفظ معنی تاویل وتخصیص کا احتمال نہ رکھے تو اس میں قبول نسخ کی صلاحیت ہوگی یا نہیں ہوگی؟

پہلی صورت میں وہ لفظ مفسر اور دوسری صورت میں وہ لفظ محکم ہوگا۔ اس طرح اصول فقہ میں ظہور معنی کے اعتبار سے لفظ رعبارت کی چار اقسام بنتی ہیں اور یہ چاروں کسی نہ کسی حد تک واضح اور محکم ہیں۔ اور یہ اقسام ظاہر، نص، مفسر اور محکم ہیں لیکن معنی کے ظہور اور احکام میں تفاوت اور درجہ بندی ہے۔ اس لئے اصول فقہ میں محکم سب سے زیادہ واضح ہے اور پھر مفسر اور پھر نص اور پھر ظاہر۔ اس لئے ظاہر، نص میں اور نص مفسر میں اور مفسر محکم میں موجود ہوتا ہے۔

متقابلات سے مراد ظاہر، نص، مفسر، محکم اور ان کے مقابل خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ ہیں۔ یہ چاروں اقسام خفاً معنی کے اعتبار سے ہیں اگر لفظ کے معنی خفی ہوں تو اس کا خفا نفس صیغہ کی وجہ سے یا صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے ہے۔ اگر معنی کا خفا کسی عارض کی وجہ سے ہو تو وہ لفظ خفی ہے اور نفس صیغہ کی وجہ سے خفا ہے تو سیاق وسباق میں غور وفکر کرنے سے خفاً کا ادراک ممکن ہے یا نہیں۔ اگر ادراک ممکن ہے تو وہ لفظ مشکل

ہے اور اگر خفاً کا ادراک ممکن نہیں تو متکلم کی جانب سے اس کی وضاحت کی توقع ہے یا نہیں ۔ اگر ہے تو وہ لفظ مجمل ہے اور اگر نہیں تو وہ لفظ متشابہ ہے ۔ان چاروں اقسام میں خفا کے اعتبار متشابہ مجمل سے اقویٰ، مجمل مشکل سے اقویٰ ہے اور مشکل خفی سے اقویٰ ہے ۔یعنی خفی ، مشکل میں موجود ہوتا ہے مشکل ،مجمل میں موجود ہوتا ہے اور مجمل ، متشابہ میں موجود ہوتا ہے ۔ ان متقابلات میں ظاہر کی ضد خفی ،نص کی ضد مشکل ،مفسر کی ضد مجمل اور محکم کی ضد متشابہ ہے ۔(2)

ظاہر،نص ،مفسر اور محکم ظہور معنی کے لحاظ سے لفظ کی اقسام ہیں لیکن یہ خاص ،عام، مشترک اور موَول کے بالمقابل نہیں بلکہ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی پائی جاسکتی ہیں ۔ کیونکہ ایک تقسیم کی اقسام ایک دوسرے کے مقابل ہوتی ہیں لیکن مختلف تقسیموں کی اقسام، قسیمات ہوتی ہیں جن کا ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے، محال نہیں ۔

ظہور معنی کے اعتبار سے جو محکم کے زمرے میں اقسام ہیں، ان پر وضاحت کے لئے اصول فقہ کی روشنی میں مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے ۔

ظاہر

'معین المفتی' میں ظاہر کی تعریف یوں کی گئی ہے :

وھوما ظھر المراد منه بنفس الصیغة (3)

شرح اردو اصول الشاشی میں اسی کو یوں بیان کیا گیا ہے :

یعنی ظاہر وہ کلام ،عبارت یا الفاظ ہیں جن کی مراد سامع کو سنتے ہی بغیر غور وفکر کے معلوم ہو جائے ۔(4)

ظاہر کے معنی کو سامع سنتے ہی بغیر کسی غور وفکر کے فوراً سمجھ لیتا ہے اگر چہ اس کو بتلانا متکلم کی غرض نہ بھی ہو۔اصول فقہ کی رُو سے ظاہر محکمات کے زمرے میں ہے اس لئے ظاہر عام ہو یا خاص اس پرعمل کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

. . .وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا... (5)

ترجمہ: اور اللہ نے خرید وفروخت کوحلال کیا ہے اور سود کوحرام کیا ہے۔

اس میں ہر سننے والا اس سے تجارت کی حلت اور سود کی حرمت کوسمجھ لیتا ہے۔ اور یہ آیت اس مفہوم کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

سورۃ النسا میں ارشاد فرمایا

... فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ... (6)

ترجمہ نکاح کرلو جوعورتیں تمہیں بھلی لگیں، دو دو، تین تین، چار چار

اس آیت میں ایک سے زیادہ نکاح کی بوقت ضرورت اجازت اور چار سے زیادہ نکاح کی ممانعت ظاہر ہے اور یہ آیت اس مفہوم کے اعتبار سے ظاہر ہے۔

نص

'معین المفتی' میں شمس الدین محمد بن عبداللہ نص کی تعریف میں کہتے ہیں:

و هومازدادوضوحاًعلی الظاهر لمعنیً من المتکلم (7)

یعنی نص ایسے کلام، عبارت یا الفاظ کو کہتے ہیں جس کا مطلب اور حکم مخاطب کو سنتے ہی سمجھ آجائے اور متکلم بھی اسی معنی کو بیان کرنے کے لئے اس کلام رعبارت یا الفاظ کو لایا ہو۔نص بھی محکم کے زمرے میں شامل ہے اس لئے تاویل ونسخ کے امکان کے ساتھ

اس پر عمل کرنا ضروری ہے مثال کے طور پر آیت

...وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا... (8)

ترجمہ: اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے

بیع اور ربوٰ کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ کفار کے اس دعویٰ کو رد کرنے کے لئے جس میں کہا گیا کہ بیع اور ربوٰ میں برابری ہے چنانچہ انہوں نے کہا

...اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا... (9)

ترجمہ: بے شک خرید وفروخت تو سود کی طرح ہی ہے۔

یہ آیت بیع اور ربوٰ کے درمیان فرق کے سلسلہ میں وارد ہوئی اس لئے یہ آیت اس معنی میں نص ہوگی اور بیع کے حلال اور ربوٰ کے حرام ہونے کے سلسلے میں ظاہر ہوگی۔ (10)

ظاہر اور نص میں فرق کی وضاحت کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو:

...فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ... (11)

ترجمہ: تو نکاح کرلو جو عورتیں تمہیں بھلی لگیں، دو دو، تین تین، چار چار

اللہ تعالیٰ نے چار عورتوں تک کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی اجازت کی دی ہے۔ اور چار کے عدد سے یہ متکلم نے وضاحت کر دی، چار سے مزید کی گنجائش نہیں جیسا کہ اس وقت دنیا کے معاشرے میں رواج تھا۔ اس لئے آیت عدد کو بتلانے میں نص ہے لیکن لفظ فَانْكِحُوْا کو سنتے ہی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نفس نکاح اسلام میں جائز ہے۔ اگر چہ یہ آیت نکاح کے جواز کو بتانے کے لئے نازل نہیں ہوئی لیکن جواز نکاح خود بخود واضح

ہے ۔ یہ آیت کریمہ نفس نکاح کے جواز اور اباحت میں ظاہر ہے ۔

مفسر

ماازدادوضوحاًعلی النص بحیث لا یبقیٰ فیہ احتمال التخصیص و التاویل (12)

مفسر ایسے کلام ، عبارت یا الفاظ کو کہتے ہیں جو خود اپنی مراد کی تشریح کر دے اوراس میں تاویل یا تخصیص کا احتمال نہ ہو ۔مفسر بھی اصول فقہ میں محکمات کے زمرے میں ہوتا ہے اوراس پر عمل ضروری ہے اوراس میں تاویل یا تخصیص کا احتمال نہیں البتہ نسخ کا احتمال رہتا ہے ۔(13)

ارشادِ ربانی ہے :

... وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً ...(14)

ترجمہ: تمام مشرکین سے جنگ کرو۔

یہاں مشرکین میں کَــآفَّةً کی قید کی وجہ سے تخصیص کا کوئی احتمال نہیں اس لئے مفسر ہے ۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ...(15)

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی تشریح حضورﷺ کی احادیث میں واضح ہے اس لئے یہ آیت ہر قسم کی تاویل سے خالی ہے اور مفسر ہے ۔ ایسے ہی

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ (16)

ترجمہ: پس سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔

اس میں ملائکہ عام ہے لیکن کُلُّھُم کی قید لگا کر تخصیص کا احتمال ختم کر دیا گیا ہے اور اَجْمَعُوْن کی قید لگا کر اس تاویل کے احتمال کو ختم کیا گیا ہے کہ فرشتوں نے الگ الگ سجدہ کیا یا ایک ساتھ۔ اس لفظ نے یہ متعین کر دیا کہ انہوں نے ایک ساتھ سجدہ کیا لہٰذا یہ مفسر ہے۔(17)

اصول فقہ کی روشنی میں مفسر اپنی قوت میں ظاہر اور نص سے زیادہ ہوتا ہے مگر محکم سے کم طاقت رکھتا ہے پس کسی قسم کے تعارض کی صورت میں زیادہ قوت والے کو کم قوت والے پر غالب کیا جائے گا۔

محکم

'معین المفتی' میں محکم کی تعریف میں کہا گیا ہے:

ماحکم المراد بہ عند التبدیل و التغیر(18)

عبدالعزیز بن احمد بخاری محکم کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

فمااز داد قوۃ او احکم المراد بہ عن احتمال النسخ و التبدیل سمی محکماً من احکام البناء(19)

ترجمہ: محکم وہ کلام ہے جو قوت کے اعتبار سے زیادہ ہو احتمال نسخ اور تبدیل سے مبرا ہو۔ اس کو محکم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور احکام بناء سے ہے۔

واماالمحکم فھو ما ازدادقوۃ علی المفسر بحیث لا یجوز خلافہ اصلاً(20)

ترجمہ: اور محکم وہ ہے جو قوت کے اعتبار سے مفسر سے اس حیثیت سے زیادہ ہے کہ اس

کے خلاف نہ ہو۔

واماالمحکم فما احکم المراد بہٖ عن احتمال النسخ و التبدیل (21)

ترجمہ: اور محکم وہ کلام ہے جس کی مراد قوی اور مضبوط ہو اور نسخ اور تبدیلی کا احتمال نہ ہو۔

مندرجہ بالا تعریفات کے مطابق محکم وہ کلام ،عبارات یا الفاظ ہیں جو اس قدر واضح ہوں کہ اس میں کسی قسم کے شک یا تاویل کی گنجائش نہ ہو یعنی اس قدر قوی اور مضبوط ہو کہ وہ نہ تبدیلی کا احتمال رکھتا ہو اور نہ ہی نسخ کا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد

... اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ○ (22)

ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

...وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ○ (23)

ترجمہ: بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا... (24)

ترجمہ: بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا

ان مثالوں میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ،علیم وقدیر ہونا اور ظلم سے پاک ہونا ایسی چیزیں ہیں جن میں کسی قسم کی تبدیلی یا نسخ کا احتمال نہیں ہے اس لئے یہ تینوں آیات اپنے مضمون کے لحاظ سے محکمات ہیں۔محکم اصول فقہ میں محکمات کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے اس لئے اس پر عمل کرنا فرض ہے اور اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی نسخ کی۔

علامہ سرخسی محکم کی واضح تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں :

''محکم وہ ہے جو نہایت درجہ واضح ہو اور اس میں نسخ کا کوئی احتمال بھی نہ ہو۔''(25)

محکم کی اس تعریف کو فقہاء حنفیہ نے اختیار کیا ہے لیکن اس اصطلاح کی تعبیر میں علماً اصول میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ شوکانی نے اس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے ہے۔(26)

امام غزالی نے محکم کی تعریف میں زیادہ عموم برتا ہے کہ

الکشوف المعنی الذی لا یتطرق الیه اشکال و احتمال (27)

ترجمہ: جس کا معنی واضح ہو اس میں اشکال و احتمال کی گنجائش نہ ہو۔

''بہر حال یہ محض تعبیر کا اختلاف ہے ورنہ سرخسی نے جو تعریف کی ہے اور اس کے مطابق جو حکم بتایا ہے غالباً اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''(28)

خفی

یہ ایک عقلی اصول ہے کہ کسی شے کی حقیقت جاننے کے لئے اس کی ضد کا جاننا ضروری ہے جس نے اندھیرا نہ دیکھا ہو وہ روشنی کی حقیقت نہیں جان سکتا۔ اس لئے متقابلات میں ظاہر، نص، مفسرا ور محکم کو جاننے کے بعد ان کے متقابلات خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ کی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ ان متقابلات کی مزید وضاحت ہو۔

شمس الدین محمد بن عبد اللہ کے مطابق خفی کی تعریف یہ ہے کہ

وَھو ما خفی المراد منه بعارض فی غیر الصیغة لا ینال الا با لطلب (29)

یعنی خفی وہ لفظ جس کے معنی از روئے لفظ واضح ہوں لیکن کسی دوسری وجہ سے اس میں خفاء پایا جائے، جوغور وفکر کے ذریعے دور ہو جائے۔ (30)

اصول فقہ میں خفی متشابہات میں سے ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ غور وفکر کے ذریعے خفا کی وجہ معلوم کی جائے۔ خفاء اگر زیادتی مفہوم کی وجہ سے ہو تو خفی کو ظاہر کے حکم میں داخل کریں وگرنہ خارج رکھیں گے۔ (31)

ارشاد ربانی ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا ... (32)

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

اس آیت میں الفاظ چور کے حق میں ظاہر اور جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی ہیں۔ (33)

اگر چہ غیر کے مال کا بغیر اجازت لے لینا، ان تینوں میں قدر مشترک ہے لیکن تینوں کے عمل میں فرق ہے چور محفوظ مال کو مالک کی ناواقفیت کے ساتھ لے جاتا ہے جیب کترا مالک کے جاگنے اور ہوشیار رہنے کی حالت میں فائدہ اٹھاتا ہے جو چوری سے بھی زیادہ ہے اس لئے چور کی سزا اس پر لاگو ہو گی لیکن کفن کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں اس لئے کفن چور کو اس حکم سے خارج کر دیا جائے۔ (34)

مشکل

وَھو الداخل فی اشکال حتی لاینال الا بالتامل بعد الطلب (35)

یعنی مشکل وہ لفظ ، کلام اور عبارت ہے جس کی مراد خود اس درجہ مخفی ہو کہ کافی غور وفکر کے بغیر اس کا خفاء دور نہ ہو سکے ۔ اشکال اور اشتباہ کی بہت سی وجوہ ہیں ۔

مشکل نص کی ضد ہے اور اس کا حکم ہے غور وفکر کے ذریعے قرائن کی مدد سے مراد کی وضاحت کی جائے ۔ ارشاد ربانی ہے جو جنت کے برتنوں کی تعریف میں ہے ۔

قَوَارِيْرَاْ مِنْ فِضَّةٍ... (36)

ترجمہ: شیشے چاندی کے برتن

قارورہ چاندی کا نہیں بلکہ شیشے کا ہوتا ہے ۔ اب کیسے ہوسکتا ہے کہ شیشہ چاندی سے ہو لیکن ذرا غور وفکر اور استعارہ کی تحلیل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ برتن شیشے جیسے صاف اور چاندی جیسے سفید ہوں گے ۔ (37)

مجمل

مجمل وہ کلام ، عبارت یا الفاظ ہیں جن کا مفہوم مختلف صورتوں کا احتمال رکھتا ہو اور وہ ایسے حال میں ہو جس کی ان مختلف صورتوں میں اصل مراد پر متکلم کی طرف سے بیان کے بغیر واقفیت نہیں ہوسکتی ۔ (38)

اصول فقہ میں مجمل مفسر کی ضد ہے اور اس کا درجہ خفاً مشکل سے زیادہ ہوتا ہے یعنی اس میں خفی اور مشکل سے زیادہ معنی کا خفاء ہوتا ہے اور جس کی اصل مراد اتنی مشتبہ ہو کہ متکلم کے اپنے بیان کے بغیر پتہ ہی نہ چل سکے ، مجمل متشابہات کے سب سے اونچے درجے پر ہوتا ہے ۔ مفسر میں وضاحت اعلیٰ درجہ کی ہے اور مجمل میں خفاء اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے ۔

ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاO (39)

ترجمہ: بے شک انسان بڑا بےصبرا اور کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔

هلوع کا لفظ عربی میں نادر الاستعمال ہے اس لئے اس میں اجمال اور اشتباہ شدید درجے کا ہے اس کا اصل مفہوم کسی بھی لغوی، بلاغی، روائی اور عقلی سوچ و بچار سے واضح نہیں ہوسکتا۔

اس لئے خود اللہ تعالٰی نے اس کی تفسیر یوں فرمائی:

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاOوَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًاO (40)

ترجمہ: جب اسے کوئی برائی پہنچے تو گھبرا اٹھنے والا ہے۔ اور اگر اسے آسائش پہنچے تو بخل کرنے والا ہے۔

مجمل کی اگر وضاحت نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جن آیات میں مفہوم مجمل ہے تو ان آیات متشابہات میں اللہ تعالٰی کی جو بھی مراد ہو اس کے حق ہونے کا یقین رکھا جائے۔ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ کی طرح جو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔

اصول فقہ کی رُو سے مجمل میں کوشش کی جائے کہ خود متکلم کے بیان سے اس کی تفسیر جانی جائے اور اپنی طرف سے اس کی تفسیر جاننے کی کوشش نہ کی جائے۔ جب تفسیر خود متکلم کی طرف سے ہو جائے تو پھر اس پر یقین رکھا جائے ورنہ احتیاط ہی بہتر طریقہ کار ہے اور اگر کوئی وضاحت بھی کی جائے تو وہ حتمی نہ ہو بلکہ احتمالی ہو۔

متشابہ

متشابہ کی چند تعریفات کچھ یوں ہیں:

وَھو اسم لما انقطع رجاء معرفة المراد منه (41)

ترجمہ: اور وہ ایسا اسم (کلام) ہے جس کی مراد کی امید منقطع ہو

اما المتشابه فهو اسم انقطع رجاء معرفة المراد منه ولا یرجیٰ (42)

ترجمہ: اور متشابہ اس کلام کا نام ہے جس کی مراد جاننے کی امید منقطع ہو اور اس کے ظاہر ہونے کی امید بالکل نہ ہو۔

متشابہ محکم کی ضد ہے اور متشابہ سے مراد وہ مجمل کلام / عبارت یا الفاظ ہیں جن کی مراد کا علم بالکل نہ ہو سکے، نہ تو متکلم نے کسی موقع پر وضاحت کی ہو اور نہ ہی کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہو جس کے ذریعے مراد کی تعیین ہو سکے۔(43)

الحکم فیه اعتقاد و الحقیةوالتسلیم بترک الطلب (44)

اصول فقہ میں متشابہ میں انتہائی درجے کا اشتباہ ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ مراد کے برحق ہونے کا اعتقاد رکھ کر سکوت اختیار کیا جائے اور اپنی طرف سے ان کے معنی نہ بتائے جائیں اور یہ عقیدہ بھی رکھا جائے کہ ان کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

متشابہ کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں بڑی اہم ہیں ایک یہ کہ جن کے معنی کا بالکل علم نہیں ہوسکتا جیسے حروف مقطعات یعنی قرآن مجید کی 29 سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف تہجی الٓمٓ، حٰمٓ، طٰهٰ، کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ

دوسرے وہ متشابہ جن کے معنی تو از روئے لغت یا کسی اور ذریعے سے معلوم ہو جائیں لیکن کلام الٰہی میں ان کی وضاحت موجود نہ ہو۔ ان کے ظاہر یا معروف معنی مراد لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ کی متعدد صفات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے لیکن ان کو لغوی معنوں سے مطابقت دینا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ مثلاً یداللّٰه، وجه الله وغیرہ جیسے

الفاظ کا لغوی مفہوم تو معلوم ہوسکتا ہے لیکن ان کی حقیقت کا نہ ہی کسی کو علم ہے اور نہ اس سے کچھ مراد لینا درست ہے۔ اگر اس کا کوئی معنی بتایا بھی گیا ہوتو وہ صرف توجیہ ہے حتمی نہیں، اس لئے توجیہ کے ساتھ ساتھ یہ بتایا جائے کہ اس کی اصل حقیقت کا علم صرف اللہ تعالٰی کو ہے۔(45)

متعلقات نصوص

اصول فقہ میں اظہار اور اخفاً کی بنیاد پر بھی لفظ کی متکلم کی مراد پر دلالت کی چار اقسام ہیں۔ یہ اقسام دراصل محکم اور متشابہ ہی کی وضاحت ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ یہ اقسام لفظ کی نہیں بلکہ دلالت لفظ کی ہیں کہ کلام /عبارت یا لفظ سے جو مفہوم سمجھ میں آرہا ہے وہ نص کی عبارت سے ہے یا عبارت سے متعلق اشارات سے ہے یا عبارت میں موجود لغوی قیاس کی بنیاد ہے یا عبارت کی شرعاً اور عقلاً صحت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ عبارت یا نص سے اس دلالی مفہوم کی درج ذیل اقسام اصول فقہ میں ہیں۔

1) عبارۃ النص   2) اشارہ النص

3) دلالۃ النص   4) اقتضاء النص

عبارۃ النص

عبارۃ النص سے مراد وہ مفہوم ہے جو عبارت (نص) ہی سے سمجھ آرہا ہو کیونکہ یہ عبارت کا اصلی مقصود ہے۔

عبارۃ النص میں مفہوم مجرد عبارت کو سننے اور پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

...فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ...(46)

ترجمہ: تو نکاح کرلو جو عورتیں تمہیں بھلی لگیں ، دو دو ، تین تین ، چار چار ، پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی ۔

اس آیت کو مجرد سننے سے تین احکام سننے والے کی سمجھ میں آتے ہیں ۔

۱۔ نکاح کا جواز

۲۔ چار تک بیویوں کا جواز

۳۔ اگر عدل نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو ایک پر اکتفا(47)

تینوں احکام کی نسبت سے یہ مثال عبارۃ النص کی ہے۔

اشارۃ النص

عبارۃ النص کے مقابلے میں اشارۃ النص میں غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور عبارت کو سننے کے بعد غور وفکر سے بعض مفاہیم سامنے آتے ہیں اور ان کے اشارے واضح ہوتے ہیں لیکن تمام اشارات یکساں درجے کے نہیں ہوتے بعض پر تھوڑا غور وفکر ہوتا ہے اور بعض کے لئے گہرے غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے ۔

ارشاد ربانی ہے :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ(48)

ترجمہ: (یہ مال) ان مہاجر ناداروں کے لئے ہے ، جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا ۔

آیت کو سننے کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ فقراء مہاجرین مال غنیمت کے حقدار ہیں ۔ اس مفہوم پر آیت کی دلالت عبارۃ النص ہے لیکن اشارۃ النص سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ہجرت کے بعد مہاجرین مفلس اور فقیر ہو گئے ہیں اس آیت کریمہ سے بطور اشارۃ النص درجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں ۔

۱۔ مسلمان کے مال پر کافر کا قبضہ ہو جانا درست ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو مہاجرین فقراء ثابت نہیں ہو سکتے تھے ۔

۲۔ اگر کوئی تاجر کافروں سے وہ مال خریدے تو یہ بھی درست ہے ۔

۳۔ مال غنیمت کا جواز بھی ملتا ہے اور یہ کہ مہاجرین خمس غنیمت میں حقدار ہیں۔

۴۔ کافر کے مال پر مسلمان غازی کی ملکیت درست ہے ۔ (49)

اصول فقہ میں عبارۃ النص اور اشارۃ النص کا حکم یہ ہے کہ دونوں پر عمل ضروری ہے ۔

دلالۃ النص

دلالۃ النص میں عبارت میں مذکور حکم کی علت جان کر لغت کے اعتبار سے اس پر غور وفکر کیا جائے ، کسی فقہی اجتہاد کی ضرورت نہیں بلکہ زبان کے تقاضے کی وجہ سے عبارت سے مفہوم کو سمجھا جائے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

... فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ ... (50)

ترجمہ: تو ان سے اُف تک نہ کہہ

اُف تک نہ کہنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس سے ان کو اذیت و تکلیف ہوتی ہے ۔ دلالۃ النص کا حکم یہ ہے کہ علت کے عموم کی وجہ سے حکم میں تعمیم کی جائے

لہٰذا والدین کو مارنا، ان کو گالیاں دینا، ان کی مدد نہ کرنا، ان کی راحت کا خیال نہ رکھنا اور ان کی ضروریات کو پورا نہ کرنا یہ سب چیزیں بھی جائز نہیں کیونکہ ان میں اور زیادہ اذیّت ہے۔ لہٰذا تکلیف واذیت کا ہر ذریعہ اور ہر صورت منع ہے خواہ وہ قول کی شکل میں ہو یا فعل کی شکل میں، ان سب کا بیان عبارت میں نہیں ہے لیکن عبارت ان سب پر لغت کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے۔ (51)

اقتضاء النص

عبارت کا اپنے معنی سے زائد کسی ایسے معنی پر دلالت کرنا جس پر شرعاً یا عقلاً کلام یا عبارت کے معنی کا صدق یا صحت موقوف ہو۔ اس دلالت کو اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ (52)

ارشاد ربانی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ... (53)

ترجمہ: (یہ مال) ان مہاجر ناداروں کے لئے ہے، جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا۔

اس آیت کا بنیادی مقصد یعنی عبارت النص یہ ہے کہ فقراء مہاجرین کے لئے مال غنیمت کے مال میں حصہ ہے۔ 'فقراء' کے لفظ سے لغوی دلالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مہاجرین کے پاس اب کچھ مال نہیں ہے جب کہ پہلے ان کے پاس گھر بھی تھے اور اموال بھی۔ ان کو فقراء کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے مال کی ملکیت کفار کے پاس چلی گئی ہے اور ان کے قبضے سے نکل گئی ہے۔ اس آیت سے مختلف دلالات کے ذریعے مختلف احکام

معلوم ہوتے ہیں۔ دلالۃ النص اور اقتضاء النص میں تعارض پیدا ہو جائے تو دلالۃ النص کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اصول فقہ میں اقتضاء النص کا حکم یہ ہے کہ اس پر بقدر ضرورت عمل کیا جائے۔

4.2 فصل دوم

(فقہی) اصطلاحات کا فقہی مسائل پر اثر

اصول فقہ کی روشنی میں محکمات اور متشابہات سے متعلق اصطلاحات کے فقہی مسائل پر دوررس نتائج مرتب ہوئے اور فقہاً نے ان اصولوں کو سامنے رکھ کر محکم اور متشابہ آیات اور احادیث صحیحہ سے فقہی مسائل کا استنباط کیا، اور فقہاً کے یہ اختلافات زیادہ تر فروعی نوعیت کے ہیں۔ فقہاً کے فقہی یا فروعی اختلافات کے اور بھی اسباب ہیں جن میں قرأتوں کا اختلاف، حدیث رسول ﷺ سے لاعلمی اور بعض اوقات حدیث کے ثبوت میں کسی شبہ کا ہونا ہے لیکن یہاں بحث صرف اصول فقہ کی چند ضروری اصطلاحات تک محدود ہوگی۔

نص کے فہم اور اس کی تفسیر میں اختلاف

بعض اوقات کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ میں موجود کسی حکم کے مفہوم، مزاج اور روح کو عبارۃ النص، اشارۃ النص اور دلالۃ النص وغیرہ نیز تخصیص، تعمیم اور اطلاق و تقیید وغیرہ کی روشنی میں سمجھنے میں فقہا کے درمیان اختلاف پیدا ہوا۔ ایسی صورت میں جو مفہوم فقہاً نے اپنی سمجھ کے مطابق شریعت سے زیادہ ہم آہنگ محسوس ہوا، اسی کو اختیار کرلیا۔ مثال کے طور پر حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب عراق و مصر کے علاقے فتح ہوئے تو حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ مفتوحہ زمین اصل مالک کے پاس رہے اور اس پر ٹیکس لگا دیا جائے حضرت عمرؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ سورۃ الانفال کی آیت میں سورۃ حشر کی آیت سے تخصیص ہوئی ہے۔

سورۃ الانفال میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ... (54)

ترجمہ: اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے۔

حضرت عمرؓ کے نزدیک خمس کے بعد مال غنیمت میں بعد میں آنے والے لوگ بھی شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سورۃ الحشر کی آیت 7 اور 8 سے دلائل پیش کئے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ط وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ O (55)

ترجمہ: جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر، بستیوں والوں سے، سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے تا کہ نہ آئے لینے دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O (56)

ترجمہ: واسطے ان مفلس وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی، اور اس کے رسول کی، وہ لوگ وہی ہیں سچے۔

تو سب نے اتفاق کر لیا کہ مفتوحہ اراضی نہ تقسیم کی جائے اور خراج یعنی ٹیکس وصول کیا جائے اس مسئلے میں فقہا نے یہ اختلاف کیا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلے کی اس وقت غرض و غایت کیا تھی؟ ہر ایک نے غرض و غایت کا تعین شریعت کی روح سے ہم آہنگی کو مدنظر رکھ کر کیا۔ اس سلسلے میں

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ نے مفتوحہ علاقوں کی زمینیں اس لیے تقسیم نہیں کیں کہ وہ فے کے طور پر ملی تھیں، جہاد کے بعد نہیں ملی تھیں۔

امام احمدؒ نے بھی امام شافعیؒ کے نقطۂ نظر کی تائید کی ہے۔

اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: مذکورہ قسم کی زمین مجاہدین میں تقسیم نہیں کی جائے گی بلکہ سرکاری ملکیت میں ہوگی اور اس کی آمدنی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ضرورت میں خرچ کی جائے گی۔ البتہ کسی وقت حاکم وقت محسوس کرے اور مصلحت ہو تو اسے تقسیم کا اختیار رہے۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: مفتوحہ علاقوں کی تقسیم میں حاکم وقت کو اختیار رہے چاہے تو تقسیم کر دے چاہے تو سابقہ مالکان کے پاس رہنے دے اور جزیہ عائد کر دے یا ان کی زمینوں سے خراج وصول کرے۔ (57)

لفظ صریح کا حکم اصول فقہ کی روشنی میں

صریح محکمات میں سے ہے اور صریح وہ لفظ ہے جس کے معنی اور مراد اس طرح واضح ہوں کہ جیسے ہی یہ لفظ منہ سے ادا ہو اس کے معنی سمجھ میں آ جائیں صریح کا حکم یہ کہ ہے وہ اپنے معنی کو یقینی طور پر ثابت کرتا ہے اس لئے اس پر عمل ضروری ہے اس کے ثبوت کے لئے نیت کے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں قرآن مجید میں ارشادربانی ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ط مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ O (58)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور مَل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مَل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے اور لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تا کہ تم احسان مانو۔

احناف کے نزدیک وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (وہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے) کی آیت تیمم میں صریح ہے اس لیے تیمم سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے جبکہ شوافع کہتے ہیں کہ یہ طہارت وقتی ہے اور ضرورت کے وقت ہی کے لئے ہے لہذا امام شافعی کے نزدیک تیمم سے صرف ایک فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے البتہ نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔ احناف

اس بات کے قائل ہیں کہ ایک تیمّم سے جتنی فرض نمازیں چاہیں، پڑھی جا سکتی ہیں اور تیمّم بھی انہی چیزوں سے ٹوٹتا ہے جن سے وضو ٹوٹتا ہے۔ پانی مل جانے کی صورت میں بھی تیمّم ختم ہو جاتا ہے۔ حنابلہ کے نزدیک تیمیم کے ساتھ اس وقت کی فرض نماز اور فوت شدہ نمازیں اور نوافل پڑھ سکتا ہے البتہ ایک تیمّم سے دو اوقات میں دو فرض نمازیں نہیں پڑھی جا سکتیں۔ امام شافعی سمجھتے ہیں کہ تیمّم طہارۃ نہیں بلکہ یہ ناپاکی کو چھپا لیتا ہے۔

تیمّم سے متعلق مذکورہ بالا آیت میں تطہیر کے صریح لفظ کی اصولی قواعد میں اختلاف سے فروعی مسائل میں شوافع اور احناف کے درمیان درج ذیل فقہی اختلافات پیدا ہوئے جنہیں موازنہ کے انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

احناف	شوافع
۱۔ تیمّم طہارۃ مطلقہ ہے اس لئے نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمّم کرنا اور پھر نماز کے وقت اس تیمّم سے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔	۱۔ تیمّم طہارۃ ضروریہ ہے اس لئے ہر نماز سے پہلے تیمّم کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ صرف فرض نماز کے لئے ہی ضرورت ہوتا ہے۔
۲۔ ایک تیمّم سے دو فرض نمازوں کو ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایک وضو سے متعدد فرض نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں۔	۲۔ ایک تیمّم سے دو فرض نمازیں ادا نہیں کی جا سکتیں۔ ہر فرض نماز کے لئے الگ الگ تیمّم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ایک فرض نماز ادا کرنے ضروت پوری ہوگئی دوسری فرض نماز کے لئے نئی ضرورت اس لئے نیا تیمّم۔
۳۔ تیمّم کرنے والا شخص وضو کرنے والوں کا امام بن سکتا ہے کیونکہ	۳۔ تیمّم کرنے والا شخص وضو کرنے والوں کا امام نہیں بن سکتا وضو

تیمم طہارۃ مطلقہ ہے۔ طہارت میں وضو کرنے والا اور تیمم کرنے والا دونوں برابر ہیں۔	طہارۃ اصلیہ ہے یہ قوی ہے طہارۃ ضرور یہ ضعیف ہے قوی کا ضعیف کی اقتدا کرنا جائز نہیں۔
۴۔ اگر بیمار آدمی کو وضو کرنے سے عضو یا نفس کے تلف ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ اگر پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو دونوں صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔	۴۔ اگر بیمار آدمی کو وضو کرنے سے عضو یا نفس کے تلف ہوجانے کا خوف نہ ہو تو تیمم کرنا جائز نہیں۔
۵۔ نماز عید اور نماز جنازہ اگر تیار ہوں اور وضو کا وقت نہ ہو تو تیمم کر کے ایسی نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں کیونکہ عید اور جنازہ کی نمازوں کی قضاء نہیں ہے۔	۵۔ نماز عید اور نماز جنازہ جیسی نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں کیونکہ نماز عید فرض نہیں اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں۔
۶۔ تیمم وضو کا متبادل ہے۔	۶۔ تیمم وضو کا متبادل نہیں ہے۔
۷۔ طہارۃ مطلقہ کی نیت کر کے تیمم کرنے سے طہارۃ مطلقہ حاصل کی جاسکتی ہے۔	۷۔ فرض نماز ادا کرنے کے لئے تیمم کی نیت کرنا شرط ہے۔

الفاظ کی دلالت

اگر چہ اس پر بحث گزر چکی ہے لیکن یہاں بار دگر ایک نئے انداز میں اس پر اظہار خیال کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

علماء اصول فقہ نے الفاظ کی دلالت کے دو بڑے طریقے اختیار کئے ہیں۔ ایک اصول فقہ کا طریقہ اور دوسرا متکلمین کا طریقہ۔ اصول فقہ کے طریقے پر دلالت کی چار

اقسام ہیں۔

1 : عبارۃ النص 2 : اشارۃ النص 3 : دلالت النص 4 : اقتضا النص

لفظ جس معنی پر دلالت کرے اور کلام اس معنی ہی کو بیان کرنے کی غرض سے لایا گیا ہو تو اس کو عبارۃ النص کہا جاتا ہے اور اگر کلام اس معنی کو بیان کرنے کے لیے نہیں لایا گیا لیکن وہ معنی کلام سے سنتے ہی معلوم ہو جاتا ہو تو اس کو اشارہ النص کہتے ہیں اور اگر معنی صرف اس لفظ سے ثابت نہ ہو بلکہ اس لفظ کے لغوی معنی میں سوچ و بچار کے بعد معلوم ہو تو اس کو دلالۃ النص اور اگر معنی شرعی اصطلاح سے ہو یا عقلی تقاضاً ہو تو اس کو اصلی فقہ میں اقتضاء النص کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ... (59)

ترجمہ: اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو، تین تین، چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے۔

اس آیت میں تین احکام بیان ہوئے ہیں۔

ا۔ نکاح کا جائز ہونا

ب۔ چار تک شادیوں کی اجازت

ج۔ زیادہ بیویوں کی صورت میں انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں ایک بیوی پر اکتفا کرنا۔

اور یہ آیت ان احکام کو بتانے کے لئے اتری ہے، آیت کی ان احکام پر دلالت عبارۃ النص ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْف... (60)

ترجمہ: اور بچے والی عورتیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت، اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے۔

درج بالا آیت میں عبارۃ النص سے یہ ثابت ہوا کہ دودھ پلانے والی ماؤں کا خرچ شیر خواری کے دوران والد پر فرض ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

لیکن آیت سے بطور اشارۃ النص یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بچے کا نسب والد سے ہوگا کیونکہ آیت 'وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ' میں لام کے ذریعے بچے کی نسبت والد کی طرف ہے اور لام اختصاص کے لئے ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (61)

ترجمہ: جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں۔ اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں۔

یہ آیت بطور عبارۃ النص یتیموں کا مال ظلماً کھانے کی حرمت پر دلالۃ کرتی ہے اور واضح بات ہے کہ حرمت کا حقیقی سبب یتیم کے مال کا ضیاع ہے اس نکتہ کی بنیاد پر دلالتہ النص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کو ضائع کرنے کی ہر شکل حرام ہے مثلاً ان کے مال کو جلانا، خراب کرنا، فضول اور بے مقصد خرچ کرنا وغیرہ سب حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''واسئل القریة ''یعنی بستی سے پوچھ لو یہاں قریہ سے مراد بستی نہیں بلکہ بستی میں

رہنے والے لوگ ہیں اور یہ دلالت اقتضاء النص ہے کیونکہ از روئے عقل بستی یا عمارتوں سے سوال نہیں کیا جاتا۔

متکلمین کے نزدیک لفظ کی مفہوم پر دلالت کی دو بنیادی قسمیں ہیں : منطوق اور مفہوم پھر منطوق کی دو قسمیں ہیں صریح اور غیر صریح۔ اسی طرح مفہوم کی بھی دو قسمیں ہیں مفہوم موافق اور مفہوم مخالف۔

اصول فقہ اور علم کلام کی دلالت کا اگر گہرا تجزیہ کیا جائے تو اس میں صرف اصطلاحات کا اختلاف نظر آتا ہے، ورنہ متکلمین کی بیان کردہ دلالت کی اقسام اصول فقہ کی بیان کردہ اقسام پر منطبق ہوتی ہیں مثلاً منطوق اور مفہوم صریح عبارۃ النص ہے اور منطوق اور مفہوم غیر صریح اشارۃ النص ہے۔ اسی طرح منطوق اور مفہوم مخالف دلالۃ النص ہے وغیرہ وغیرہ۔

اصول فقہ میں دلالت کی مذکورہ بالا اقسام سے احکام ثابت ہوتے ہیں اور فقہاً نے اس کو استنباط احکام کے لئے بنیاد بنایا ہے لیکن یہ سب دلالات قوت اور ضعف میں ایک جیسی نہیں بلکہ ان میں تفاوت ہے دلالت کی اقسام میں عبارت النص سب سے قوی ہے اس کے بعد اشارۃ النص پھر دلالت النص اور پھر اقتضاء النص ہے۔

اس لئے جب زیادہ قوی دلالت کے مفہوم کا اس سے کم درجہ دلالت کے مفہوم سے تعارض پیدا ہو جائے تو اصول فقہ کی رُو سے زیادہ قوی دلالت کو حکم کے ثابت کرنے کے لئے ترجیح دی جائے گی، دلالات کی قوت اور ضعف مفہوم پر محکم اور متشابہ کا تعین کرتی ہے۔ جو آیت مفہوم پر جتنی قوت سے دلالت کرے گی اتنا ہی وہ آیت محکم ہوگی اور جو اپنے مفہوم میں جتنے ضعف سے دلالت کرے گی اتنا ہی وہ متشابہ کے زمرے میں شمار ہوگی۔

تعارض اور ترتیب کی مثالیں

ارشاد باری تعالٰی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى... (62)

ترجمہ: اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (63)

ترجمہ: اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

فقہا اصول کے مطابق پہلی آیت کی دلالت اپنے مفہوم پر عبارۃ النص ہے کہ ظلماً قتل کرنے کی صورت میں قصاص ہے کیونکہ كُتِبَ عَلَيْكُم کہہ کر فرض کیا گیا جب کہ دوسری آیت کی دلالت اپنے مفہوم پر اشارۃ النص ہے کہ قاتل پر قصاص نہیں ہے کیونکہ اللہ نے اس کی سزا یہ بیان فرمائی کہ اس کے لئے دائمی جہنم ہے اور اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لئے آخرت میں بڑا عذاب تیار ہے۔

بظاہر اس آیت میں اشارۃ النص کے اعتبار سے ایسے قاتل کے لئے دنیاوی سزا نہیں ہے یہاں پر عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح حاصل ہے اس لیے ظلماً قتل کرنے والے کو دنیا میں بھی سزا ملے گی۔

اشارۃ النص سے جو مفہوم پیدا ہوتا ہے وہ تمام وجوہ سے ظاہر نہیں ہوتا مثلاً آیت لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ کو لانے کا اصل مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ فقرا مہاجرین مال غنیمت کے حق دار ہیں آیت کی عبارت اس مقصد کے اعتبار سے نص

ہے لیکن اشارۃ النص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

1) مہاجرین ہجرت کے بعد اپنے مال واسباب جو وہ چھوڑ کر آئے تھے کے اب مالک نہیں رہے اس لیے تو ان کو مال غنیمت دیا جارہا ہے کیونکہ وہ فقیر ہو گئے ہیں۔

2) اگر مسلمانوں کے مال پر کافروں کا قبضہ ہو جائے تو کافر اس مال کا مالک بن جائے گا کیونکہ مسلمانوں کے مال کی ملکیت مان لی جائے تو ان کا فقر ثابت نہیں سکتا۔

3) اگر کافر کے مال پر مسلمان غازی کا قبضہ ہو جائے تو اب یہ مال اس کا ہو جائے گا کسی کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے یہ مال لے لے۔

4) اگر کوئی تاجر مسلمان کافر سے کوئی مال خرید لے تو اس مال کی ملکیت تاجر مسلمان کی ہو گی۔

5) مال غنیمت جائز ہے وغیرہ

اشارۃ النص کی مدد سے احکام کے استنباط میں پایا جانے والے استدلال میں اختلاف نہیں ہے۔

علامہ محمد عبید اللہ الاسعدی نے اصول فقہ میں مذکورہ چاروں دلالات کی ایک جامع مثال قرآن کریم سے آیت حرمت علیکم امھاتکم کی پیش کی اور کہا کہ یہ چاروں اقسام کی جامع ہے۔

عبارۃ النص سے ثابت ہے کہ مائیں اور وہ تمام عورتیں جن کا تذکرہ آیت کے الفاظ میں ہے ان کی حرمت یعنی ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

اشارۃ النص سے یہ ثابت ہے کہ رضاعی خالہ کی حرمت یعنی اس سے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ دودھ پلانے والی کو ماں کہا گیا ہے لہذا اس کی بہن خالہ قرار پائے گی۔

دلالۃ النص   سے یہ ثابت ہے کہ دادی، نانی کی حرمت بھی ہوگئی اس لئے کہ قرابت کی علت مشترک ہے۔

اور اقتضا النص   سے یہ ثابت ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ کے الفاظ سب کے لئے ہیں اور سب حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ کے حکم میں آتی ہیں۔ (64)

محکم و متشابہ کا عمل

محکم اور متشابہ کا مختصر جائزہ شاہ ولی اللہ نے خصوصی انداز میں پیش کیا۔ شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ محکم اور متشابہ کو سمجھنے میں اعتبار پہلے عربوں کا ہے نہ کہ ہمارے زمانے کی بال کی کھال نکالنے والوں کا جن کی موشگافی ایک ایسا سخت ترین مرض ہے جس کے ذریعے سے وہ محکم کو متشابہ اور معلوم کو مجہول بنا ڈالتے ہیں

محکم ایسا کلام ہے جس میں کسی قسم کی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے

مثلاً وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O (65) اور... اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O (66)

وغیرہ

اللہ کی صفات ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا محکمات میں سے ہیں محکم اپنی قوت میں ظاہر، نص اور مفسر سے زیادہ ہے اس لئے اس پر عمل فرض ہے۔

اور متشابہ محکم کی ضد ہے یہ وہ کلام ہے جس کے معنی و مراد نہ سوچ و بچار سے معلوم ہوسکیں اور نہ ہی متکلم کے بیان سے واضح ہوں اور ان کا حکم یہ ہے کہ اپنی طرف سے معنی نہ گھڑے جائیں۔ لازماً یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ان کے معنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے تحقیق و تفتیش سے جو معنی اخذ کئے گئے ہیں وہ محض ایک اندازہ ہے اور اندازے سے لی گئی ''مراد'' خامی سے مبّرا نہیں۔

جلال الدین سیوطی نے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: متشابہات میں درج ذیل تین اقسام شامل ہیں۔

۱۔ وہ متشابہ جس کو معلوم کرنے کو کوئی طریقہ نہ ہو مثلاً آیات مقطعات قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں آیات دَآبّۃ الارض نکلنے کے زمانے کے بارے میں آیات۔

۲۔ وہ متشابہ جس کی معرفت کا راستہ پایا جا سکتا ہے اگرچہ اس کو پانے کے لئے مختلف معلومات کا سہارا لینا پڑتا ہے مثلاً غریب الفاظ اور دقت میں ڈالنے والے احکام وغیرہ

۳۔ ایک وہ متشابہ جس میں راستہ بند بھی نظر آتا ہے اور راستہ ڈھونڈا بھی جا سکتا ہے یہ متشابہ تذبذب کی حالت کو جنم دیتا ہے یقیناً علم جدید نے اب یہ راستہ کھولا ہے۔ (67)

قرآن مجید نے اپنے آپ کو کتاباً متشابھاً کہا ہے یہاں متشابہ کا معنی یہ ہے کہ اس کا ہر حصہ دوسرے سے ملتا جلتا ہے قرآن مجید میں اگر ایک ہی بات اجمال کے ساتھ آئی تو دوسری جگہ تفصیل کے ساتھ۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک بات اگر ایک جگہ سمجھ میں نہیں آتی تو دوسری یا تیسری جگہ سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہاں تشابہ سے مراد وہ نہیں جو محکم کے مقابل ہے۔

مثلاً سورۃ الفاتحہ کی آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی تفصیل سورۃ الانفطار آیت 19 میں موجود ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (68)

ترجمہ: جس دن کہ بھلا نہ کر سکے کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے۔

اسی طرح سورۃ الدخان آیت 3 میں فرمایا

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ... (69)

ترجمہ: ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں

پھر سورۃ القدر میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس سے مراد لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہے

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ (70)

ترجمہ: ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں

مذکورہ بالا چار دلالات میں عبارۃ النص محکم کے زمرے میں آتی ہے اور باقی تین دلالات یعنی دلالۃ النص ، اشارۃ النص اور اقتضاء النص متشابہات میں سے ہے ، اس لئے فقہاً نے ان کی تشریح اور احکام فقیہ کا استنباط اپنی اپنی سمجھ سے اور نہایت احتیاط سے کیا لیکن ہر فقیہ کی سوچ اپنے انداز سے ہے اس لئے ان تین دلالات سے احکام کے استنباط میں فقہی اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف کوئی نہیں ہے صرف فروعی مسائل میں ہر ایک کی رائے جداگانہ ہے اور یہ صرف اور صرف علمی اختلاف ہے اس اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف واقع ہونا چاہیے تھا اس کے بغیر تنگی پیدا ہو جاتی عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس دین کو قیامت تک کے لیے باقی رہنا ہے اس میں آسانی ہونی چاہیے تھی تاکہ اس دین کو ماننے والے ضرورت اور عرف و عادت کے مطابق کسی بھی حکم کو اختیار کر سکیں ۔

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان فقہاً کے مقلدین تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے صادر کرتے ہیں یہ ایک منفی سوچ ہے مثبت طرز عمل یہ ہے کہ اسلاف کو دیکھا جائے وہ ایک دوسرے سے علمی اختلاف کرتے تھے ان کے مابین اختلاف علمی ہوتا تھا لیکن ایک دوسرے کا بھرپور احترام ان کے دلوں میں تھا امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کی فقہی اختلافی آرا معروف ہیں لیکن اس کے باوجود امام شافعی نے فرمایا

من اراد ان یتحری فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفه (71)

ترجمہ: جو فقہ میں اصل حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اسے امام ابوحنیفہ کا دامن پکڑنا

ہو گا۔

کسی فقیہ نے اپنی رائے کو حرف آخر نہیں کہا امام شافعی اپنی رائے کا اظہار کرتے وقت کہا کرتے تھے:

رائی صواب یحتمل الخطأ و رأ غیر خطا یحتمل الصواب

ترجمہ: میری رائے درست لیکن خطا کا احتمال رکھتی ہے جبکہ دوسرے کی رائے غلط لیکن درستگی کا احتمال رکھتی ہے۔ (72)

یہی علمی انداز اختلاف اور رائے تھا جس کی وجہ سے فقہ اسلامی کو عروج اور وسعت ملی کہ ہر مسئلے سے متعلق اس میں کسی نہ کسی زاویے سے بحث کی گئی۔ (73)

اسی طرح امام ابو حنیفہ جب کسی فقہی مسئلے میں اپنی رائے دیتے تو ساتھ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ہم اپنی اس رائے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص نہ چاہتے ہوئے بھی اسے متفق کرے۔ اگر کسی کے پاس اس سے اچھی ہو تو وہ پیش کرے۔ (74)

فقہاً میں جو فقہی اختلافات پیدا ہوئے ان کی بنیاد ان کا متشابہات کی وضاحت میں اپنا اپنا انداز اور سوچ تھی لیکن ان فقہی اختلافات نے یہ ثابت کیا کہ دین اسلام جامد نہیں ہے بلکہ اس میں علمی مباحث کے لئے بحر پیکراں کی طرح تحریک موجود ہے فقہاً نے اپنی بھرپور ذہنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے چھوٹے سے چھوٹے اور معمولی سے معمولی مسئلے کو لیا اور اس کے بے شمار پہلو واضح کئے اور کئی جہتیں دکھائیں جس سے ایک عام مسلمان کے عمل کے لیے بھی گنجائش اور سہولیات پیدا ہوئیں تنگی اور تکلیف کا خاتمہ ہوا اور تمدن کی وسعت کے ساتھ جوں جوں نئے مسائل نے جنم لیا ان کا حل فقہاً کی آراء میں پہلے سے موجود ہے۔ تعصب خود پرستی اور موقع پرستی کی وجہ سے افتراق پیدا کرنے کوشش کرنا

اور امت مسلمہ کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنا اور ان کے لئے تنگی اور مشکلات پیدا کرنا ، اسلام کی روح کے خلاف ہے ۔

4.3 فصل سوم

فقہی اختلافات:

پس منظر اور وجوہات

قرآن کریم میں جگہ جگہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ امت مسلمہ ایک وحدت ہے۔ اس میں فرقہ بندی سے سختی سے منع کیا گیا۔
اللہ تعالٰی کا واضح حکم ہے:
وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا... (75)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو
لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ مختلف مسالک اور مذہبی فرقوں میں بٹ گئی ہے ایک ہی مسئلے میں اگر ایک امام کی رائے کوئی اور ہے تو دوسرے امام کی رائے اسی مسئلے میں کوئی اور ہے ان فقہی مسائل واختلافات نے ہمارے معاشرے پر بہت منفی اثرات چھوڑے ہیں۔ حالانکہ فقہاً کا مسائل میں اختلاف باعث نزاع نہیں۔

تمام معاملات کو سمجھنے کے لئے دور نبوت سے آغاز کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں فقہ کی تدوین نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی احکام سے متعلق مباحث کی کوئی ایسی صورت موجود تھی حضور ﷺ نماز پڑھتے تو صحابہ بھی دیکھ کر اسی طرح پڑھ لیتے حج کے مناسک صحابہ کرام نے بعینہ ادا کئے تاہم اختلاف اس بات میں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حج کا احرام باندھا تو کسی نے سمجھا کہ آپ قارن ہیں

یعنی حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ نیت کرنے والے ہیں کسی نے خیال کیا کہ آپ متمتع ہیں یعنی پہلے عمرہ ادا کریں گے اور پھر حج ادا کریں گے ۔(76)

اس وقت یہ تفصیل موجود نہیں تھی کہ وضو کے فرائض کتنے ہیں ؟ واجب اور مستحب کیا ہے ؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ

'میں نے اصحاب رسول ﷺ سے بہتر لوگ نہیں دیکھے ۔انہوں نے
نبی اکرم ﷺ کے رحلت فرمانے تک صرف تیرہ سوال پوچھے جو
سب کے سب قرآن میں موجود ہیں'(77)

نبی اکرم ﷺ کی اتباع واقتداء اور قرآن مجید پر عمل کے لحاظ سے اصحاب رسول ﷺ کی یہ حالت تھی کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی اصحاب کرام کے مراجع تھے اور یہی دو چیزیں عہد رسالت میں قانون سازی کا ذریعہ تھیں ۔(78)

یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں اجماع بھی قانون سازی کا ماخذ نہیں تھا ۔
تمام تر صورت حال کے جائزہ کے لئے تاریخی پس منظر میں چھ مختلف ادوار ہیں ۔

1: عہد نبوی 11 ہجری تک
2: عہد کبار صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) 11 ہجری سے 40 ہجری تک
3: عہد صغار صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) وتابعین 40 ہجری سے 151 ہجری تک
4: 152 ہجری سے تیسری صدی ہجری کے اواخر تک
5: تیسری صدی ہجری کے آخر سے زوال بغداد تک
6: پانچویں دور کے بعد آج تک

پہلا دور: دور نبوی

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ امت مسلمہ کے معلم اعظم تھے قرآن مجید میں ہے ۔
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (79)

ترجمہ: جیسے ہم نے تمہارے لئے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور ان امور کا علم دیتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔

حضورﷺ قرآن حکیم کے پہلے مفسر ہیں وہ قرآن کی آیات کی تشریح فرماتے اور مشکل امور کی وضاحت فرماتے۔ ان کے سامنے جب مسائل لائے جاتے تو آپﷺ وحی کا انتظار کرتے ورنہ قیاس کر کے ان کا حل پیش کرتے جس کی تائید وحی سے ہو جاتی تھی۔

قرآن کریم نے محرمات کے بارے میں ارشاد فرمایا

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ . . . (80)

ترجمہ: تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں۔

اس طرح آیت کی رو سے قرآن کریم نے صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کو حرام کیا لیکن رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ، رضاعی بھانجی، بھتیجی وغیرہ کے بارے میں خاموشی اختیار کی۔ حضورﷺ نے اس آیت پر قیاس کر کے یہ فرمایا کہ وہ تمام رشتے جو نسب سے حرام ہیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

عہد نبوی میں مسائل سے استنباط کے تین ماخذ نظر آتے ہیں قرآن کریم، حدیث نبوی اور قیاس نبوی۔ اس دور میں چونکہ تمدن کی پیچیدگیاں پیدا نہیں ہوئی تھیں انسانی ضروریات سادہ تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرتﷺ کی ذات بابرکات موجود

تھی لہٰذا مسائل میں اختلافات نہیں ہوئے کیونکہ اگر کوئی صورت پیدا ہوتی تو آپ ﷺ اسے خود حل فرما دیتے تھے۔

دوسرا دور: عہد خلفائے راشدین

یہ دور 11 ہجری سے 40 ہجری تک محیط ہے۔ یہ خلفائے راشدین کا دور ہے اس میں فقہ کے ایک نئے ماخذ اجماع کا اضافہ ہوا اس دور کے مجتہدین میں بہت کم اختلاف ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ بہت کم اپنی رائے سے فیصلہ دیتے تھے اپنی رائے سے فیصلہ دیتے ہوئے ڈرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اجتہاد کرتے وقت یہ فرماتے تھے۔

'یہ میری رائے ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور غلط ہے تو میری جانب سے ہے اور میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں'۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جب کسی معاملے میں کبار صحابہ کی ایک جماعت سے مشورہ لیتے اور اس کا مشورہ قبول کر لیتے تو لوگ بالاتفاق اس پر عمل کرتے تھے اظہار رائے کے اس طریقہ کا نام اجماع ہے۔ اس دور میں مجتہدین کی تعداد بہت تھوڑی تھی ان کا اجماع کرنا آسان تھا۔

کبار صحابہ کے فقہی اختلافات بہت کم تھے اور ان کی وجوہات درج ذیل تھیں۔

1: قرآن کے سمجھنے میں اختلاف:

بعض اوقات قرآن کے سمجھنے میں اختلاف ہوا اور اس کی وجہ سے فتویٰ میں بھی اختلاف ہو گیا۔

2: دو مختلف حکموں کا آنا

3: حدیثوں کی وجہ سے اختلاف ہونا

4: رائے کی وجہ سے اختلاف ہونا

صحابہ کرامؓ کا یہ اختلاف رائے ان کی نیک نیتی پر مبنی تھا اس میں عظمت یا بڑائی ظاہر کرنا مقصود نہ تھا چونکہ اس دور میں خلفائے راشدین جیسے مجتہدین موجود تھے اس لئے مسائل میں اختلاف بہت کم رہا۔

تیسرا دور: صغار صحابہؓ اور تابعین کا دور

یہ دور خلافت راشدہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت سے شروع ہوتا ہے اور دوسری صدی ہجری تک چلتا ہے اس دور میں مسلمانوں کے آپس کے اختلافات پہلی بار منظر عام پر آئے مختلف فرقے قوت پکڑ گئے جن کے نظریات الگ الگ تھے ان میں خوارج اور شیعہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس دور میں اختلافات کی وجوہات:

1۔ سیاسی صورت حال:

سیاسی تفرقے نے مذہبی تفرقے کا رنگ اختیار کرلیا اور مسلمان تین فرقوں میں منقسم ہو گئے اہل سنت والجماعت، شیعہ اور خوارج

2۔ علمائے اسلام کا بڑے بڑے شہروں میں چلے جانا

3۔ روایت حدیث کی کثرت

4۔ احادیث کی روایت میں جھوٹ

مختلف باطل فرقوں نے اپنے نظریات کی تائید اور دوسروں کے خیالات کی تردید و مذمت میں احادیث وضع کر ڈالیں۔ وضع حدیث کا فتنہ اسلامی تاریخ کے فتنوں میں سے بدترین ہے مجتہدین نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے بڑی محنت اور جانفشانی سے قبول حدیث کے لئے انتہائی سخت قواعد وضوابط بنائے اور جب تک احادیث مطلوبہ کسوٹی پر پوری نہ اترتیں، فتوئی نہ دیا جاتا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ زندہ تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ احادیث میں جھوٹ اور وضع کا کتنا بڑا عنصر داخل ہوگیا جو بعد میں فقہی استنباط کا سبب بنا۔

اس دور میں مجتہدین کے اختلاف کی نوعیت :

اس دور میں فقہا کے دو واضح گروہ سامنے آئے یعنی اہل الرائے اور اہل حدیث۔ملکی لحاظ سے یہ تقسیم کی جائے تو زیادہ تر اہل حدیث حجازی تھے اور اہل الرائے عراقی تھے۔

اس دور میں مجتہدین کے پاس اجتہاد کے واضح اور معین اصول نہ تھے کیونکہ فقہ کی ابھی باقاعدہ تدوین اور ترتیب نہیں ہوئی تھی۔

چوتھا دور : مجتہدین کے اختلاف کی وجوہات اور نوعیت

وجوہات :

یہ وہ دور ہے کہ جب حدیث وفقہ کی باقاعدہ تدوین ہوئی احادیث رسول کو جانچا اور پرکھا گیا علم فقہ پر متعدد کتابیں تحریر کی گئیں اس دور میں وہ عظیم الشان مجتہدین پیدا ہوئے جنہیں عام طور پر مسلمانوں نے اپنا پیشوا قرار دیا اس دور میں مجتہدین کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کی وجوہات حسب ذیل ہیں :-

1۔ تمدن کی وسعت

2۔ اسلامی شہروں میں علمی حرکت

متکلمین کا ظہور ہوا جنہوں نے محدثین کو ان کے بلند رتبے سے گرانا چاہا کیونکہ مامون عباسی ان کا جانبدار ہوگیا تھا اسی نے خلق قرآن کا مسئلہ پیدا کیا بہرحال عقل و روایت کی اس کشمکش کا فقہ پر گہرا اثر پڑا۔

3۔ تدوین حدیث :

اس دور میں قبولیت حدیث کے بارے میں سخت اختلاف پیدا ہوا جس کا فقہ پر براہِ راست اثر پڑا۔

قیاس ، رائے اور استحسان میں اختلاف :

اس دور میں قیاس رائے اور استحسان کے بارے میں بھی اختلافات پیدا ہوئے احناف نے قیاس سے زیادہ کام لیا مالکیہ اور حنابلہ قیاس سے کم متاثر نظر آتے ہیں اور شوافع ان دونوں کے درمیان ہیں اہل حدیث اور شیعہ اس سے الگ رہے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے رفقا نے کثرت سے استحسان کا استعمال کیا امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ کے ذریعے استنباط کیا امام شافعیؒ استحسان کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔

اجماع سے متعلق بھی اختلاف پیدا ہوا امام شافعیؒ صرف اجماع قولی کو حجت قرار دیتے ہیں ان کے خیال میں وہ چیزیں جو فرائض کی حیثیت رکھتی ہیں اور سب کے علم میں ہیں ان کے علاوہ اجماع نہیں ہوسکتا۔ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے اتفاق کو اجماع کہا ہے اور احناف نے اجماع سکوتی کو بھی حجت تسلیم کیا ہے۔ ائمہ نے اپنے اپنے اجتہاد سے مسائل کے استنباط کے لئے اصول وضع کئے روایات کے اختلاف کی صورت میں تطبیق، ترجیح اور نسخ کے بارے میں تحقیقات کیں جو اختلافات کا باعث بنیں۔

جمہور مسلمانوں نے اس دور کے مجتہدین ائمہ اربعہ کو اپنا پیشوا تسلیم کیا۔ ائمہ اربعہ کے درمیان اگر چہ کافی اختلافات تھے تاہم ایک دوسرے کے خلاف منافرت اور بیزاری کا اظہار کسی نے نہیں کیا ائمہ نے اس بات کو تسلیم کیا کہ ہر فقیہہ اس پر عمل کرے جہاں تک اس کا اجتہاد اس کی رہبری کرے ایک دوسرے سے جو اختلاف رائے ہوتا وہ ائمہ ایک دوسرے تک پہنچا دیتے تاہم ایک دوسرے کے لئے ان کے قلوب میں احترام وعقیدت برقرار تھی۔ محض مذہب و آرا کے اختلاف کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتے تھے مجتہدین ایک دوسرے کے اجتہاد کو جائز سمجھتے تھے ایک شخص دوسرے پر تنقید ضرور کرتا تھا لیکن علمی نقطہ نگاہ کے ساتھ۔

پانچواں دور: اختلافات کی وجوہات اور نوعیت

یہ وہ دور ہے جس میں ائمہ کے مسائل کی تحقیق کے لئے بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئیں اور نہایت کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال،

تا تاری غارت گری کے آغاز اور اسی کے کچھ دنوں بعد تک مصر میں قائم رہا۔ اس دور میں فقہ پر بہت کام ہوا اور نئی جہتیں سامنے آئیں۔

1۔ تخریج مسائل:

اس دور میں ائمہ نے جو مسائل مستنبط کئے تھے انکے علل و اسباب کو ظاہر کیا جانے لگا اور خاص طور پر احناف نے مسائل کو علت سے بحث کیا۔

2۔ ترجیح آراء:

اس دور میں مذہب کے متعلق مختلف آراء کو ترجیح دی جانے لگی۔

3۔ اپنے مذہب کی تائید:

ہر فریق نے اجمالاً اور تفصیلاً اپنے مذہب کی تائید کی۔ ہر فریق نے اپنے امام کو امام الائمہ قرار دیا۔

4۔ مناظرات کی اشاعت:

لوگوں میں ایسے شدید تعصّبات اور باہمی عداوت پیدا کر دی کہ خونریزی اور شہروں کی تباہی کی نوعیت پہنچ گئی امرا نے ان کو اور بھی ہوا دی۔

چھٹا دور: زوال بغداد سے دور حاضر تک

یہ دور زوال بغداد سے شروع ہوتا ہے اور آج تک قائم ہے اس میں علما اور مجتہد کم نظر آتے ہیں اس لئے کہ آزادی اظہار کے بجائے تقلید کے طریقے پر عمل ہونے لگا۔ یہ دور اجتہاد کی روح سے یکسر خالی ہے۔ کیونکہ اس دور میں روح تقلید سرایت کر گئی تھی اور خاص و عام سب اس میں شریک ہو گئے تھے۔

فقہی اختلاف پر بحث کا حاصل یہ رہا

1۔ اختلاف باعث رحمت ہے:

اسلام نے جو آزادی فکر عطا کی اس کا لازمی نتیجہ باہمی اختلاف ہے خود قرآن

مجید میں اس امر کی طرف اشارہ موجود ہے ارشاد ربانی ہے:

...فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ... (81)

ترجمہ: پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ کی طرف اور رسول کی طرف

یہ اختلافات امت کے لئے رحمت کا باعث ہیں کیونکہ ان سے دین میں وسعت اور گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

2۔ امت مسلمہ گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی

اسلام کی حریت فکر کے نتیجے میں مجتہدین میں جو اختلافات رونما ہوئے وہ تمام کے تمام فروعی قسم کے ہیں بنیادی نوعیت کے ایسے اختلافات جن سے روح اسلام متاثر ہو سکتی ہے، کا وجود کہیں بھی نہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

لا یجمع امّتی علی الضلالة (82)

ترجمہ: میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی

چنانچہ فروعی قسم کے اختلافات امت کو گمراہی کی جانب نہیں لے جاسکتے جماعت کو اللہ کی تائید ونصرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

ید اللّٰہ مع الجماعة (83)

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے

تمام مکاتب فکر دین اسلام ہی کی مختلف تعبیریں ہیں گویا راستے مختلف ہیں لیکن منزل سب کی ایک ہی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے بعض مواقع پر صحابہ کرام ﷺ نے اختلاف رائے کیا تو آپ ﷺ نے ان کا یہ فعل نافرمانی نہیں سمجھا۔

ا۔ صلح نامہ حدیبیہ سے مہاجرین وانصار کی کثیر تعداد نے اظہار اختلاف کیا بلکہ حضرت عمرؓ نے زیادہ سختی سے باتیں کیں لیکن ان کے لئے رضوان الٰہی کی سند

نازل ہوئی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ...(84)

ترجمہ: اللہ ان تمام مومنین سے راضی ہوا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔

۲۔ صلح نامہ حدیبیہ لکھتے وقت کفار قریش کے مطالبے پر حضرت علیؓ سے لفظ 'رسول اللہ' قلمز د کرنے کو فرمایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

۳۔ سیدنا زیدؓ بن حارثہ اور انکے صاحبزادے اسامہؓ بن زید کو دو موقعوں پر امیر لشکر بنایا تو بہت سے صحابہؓ نے اس پر اعتراض کیا۔

صحابہ جیسے خیر امت کو آنحضرت ﷺ سے عقیدت اطاعت اور ادب وغیرہ کا جو ایمانی تعلق تھا آج ہم اس کے ہزارویں حصے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتے۔لیکن خاتم نبوت اپنے صحابہ کے اجتہاد پر بھی خوش ہوتے تھے اور ان کی جانب سے کئے جانے والے اختلاف رائے کو بخوشی تسلیم کرتے تھے۔

3۔ حیات انسانی کی تمام ضروریات کا پورا ہونا

مجتہدین کے باہمی اختلاف نے دراصل فقہ اسلامی کو وہ وسعت بخشی کہ کسی بھی دوسرے ضابطہ قانون کو حاصل نہیں اس کا اعتراف کئے بغیر غیر مسلم بھی نہ رہ سکے۔ انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ فقہ اسلامی کے ذریعے حیات انسانی کی تمام ضروریات پوری ہوسکتی ہیں،خواہ وہ کاروباری معاہدے ہوں یا دوسرے مقدمات،اس میں سب کا حل موجود ہے۔ اور یہ کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول اور مبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔

ان حالات میں اسلام کے سنہری اصولوں اور فقہا کے اقوال سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ انحطاط کے دور میں اسلامی تعلیمات کے جس اجتہادی پہلو کو باہمی نفرتوں کدورتوں اور تنگ دلی کی بنیاد بنایا گیا آج اسی سے اہل علم

کے ذہنوں اور دلوں میں وسعت پیدا کرنے کا سامان کیا جائے۔ دنیا کی زندہ قومیں جو ترقی کی شاہرہ پر گامزن ہوتی ہیں غور وفکر اور عقل وبصیرت سے کام لیتی ہیں مردہ قومیں تقلید کا سہارا لیتی ہیں اور کامیابی و کامرانی کی منزل سے دور ہوتی جاتی ہیں اسی لئے علامہ اقبالؒ کو بھی بجا طور پر شکوہ تھا۔

آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی ہیں

دین کے اصولی و اساسی مسائل میں کوئی اختلاف نہیں:

مسلمانوں کے ہاں دین کے اصولی و اساسی مسائل میں کبھی اختلاف پیدا ہی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبی کریمؐ کی رسالت، قرآن کا منزل من اللہ ہونا، قرآن کا آنحضورؐ کا عظیم ترین معجزہ ہونا، قرآن کا متواتر نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچنا، اور ارکان و فرائض مثلاً نماز، زکوۃ، حج، روزہ وغیرہ اس کے علاوہ ضروریات دین مثلاً خمر وخنزیر اور مردار کی حرمت اور میراث کے قواعد عامہ وغیرہ امور میں کبھی اختلاف رونما نہیں ہوا اختلاف ان مسائل میں رونما ہوا جو نہ تو ارکان میں شمار ہوتے ہیں اور نہ دین کے اصول عامہ میں داخل ہیں اور نہ دین کا اساس شمار ہوتے ہیں یہ محض نظری وفکری قسم کا اختلاف ہے جسے افتراق سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ صحابہ کرام کے فروعی اختلاف سے مسرت محسوس کرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر فروعی مسائل میں صحابہ کا ایک قول ہوتا تو لوگوں کو اس سے بڑی تکلیف ہوتی۔

مجتہدین کے مابین جو اختلاف پیدا ہوا وہ علمی ونظری تھا جو بعض فروعی مسائل میں پیدا ہوا فریقین ایک دوسرے کے حق میں اس طرح کے جملے استعمال کرتے تھے کہ ہماری رائے درست ہے مگر اس میں خطا کا احتمال موجود ہے فریق مخالف کا نقطہ نظر غلط ہے مگر صحت کے احتمال سے خالی نہیں۔

مختصر یہ کہ تمام تر اختلافات کا تعلق فقہی فروعات سے تھا اسلام کے مغز و جوہر سے

ان کا کوئی تعلق نہیں ۔استنباط احکام کے نتیجہ میں جو فقہی فروعی اختلاف پیدا ہوا وہ امت کے حق میں اچھا ہے کیونکہ اختلافی اقوال کے مجموعے سے بآسانی ایک ایسا قانون مرتب کیا جا سکتا ہے جو محکم اور عادل ہو اور آنے والے ادوار میں انسان کی فطرت سلیمہ کے ساتھ ساتھ چلنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو۔

حوالہ جات

1. بخاری،عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی،قدیمی کتب خانہ،کراچی،س ن،ص ۱۳۸،ج ۱
2. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۰۴،۱۰۵
3. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۶۸
4. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۰۵
5. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۷۵
6. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۳
7. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۶۸
8. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۷۵
9. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۷۵
10. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۰۵
11. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۳
12. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۶۸
13. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۱۲
14. القرآن؛سورۃ التوبہ:۹،آیت:۳۶
15. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۴۳
16. القرآن؛سورۃ ص:۳۸،آیت:۷۳
17. عبیداللہ محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃ المعارف،کراچی،۱۴،۲۰۱۱،ص ۱۲۹
18. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۶۹
19. بخاری،عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار،قدیمی کتب خانہ،کراچی،س ن،ص ۱۳۵
20. الشاشی،نظام الدین،اصول الشاشی ،مکتبہ میزان،لاہور،س ن،ص ۲۳،۲۴

21. ملاجیون امیٹھوی،احمد،نورالانوار،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،س ن ص ۹۵،۹۶
22. القرآن،سورۃالبقرۃ:۲،آیت:۲۰
23. القرآن،سورۃالبقرۃ:۲،آیت:۲۸۲
24. القرآن،سورۃ یونس:۱۰،آیت:۴۴
25. سرخسی ،ابوبکرمحمد بن احمدابن ابی سہل ،اصول السرخسی ،قدیمی کتب خانہ،آرام باغ،کراچی،ج ا ص ۱۶۵
26. الشوکانی ،محمد بن علی بن محمد،علامہ،ارشادالفحول،احیاءالتراث،بیروت،لبنان،س ن ص ۲۳
27. الغزالی،ابوحامدمحمد بن محمد،المستصفی ،بیروت ـ لبنان ،س ن،ج ا ص ۱۰۶
28. خالدسیف اللہ رحمانی،مولانا ،القاموس الفقہ ،زمزم پبلیشرز،لاہور،ستمبر ۲۰۰۷،ص ۶۸ ،ج ۵
29. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۲۹
30. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃالمعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱ء،ص ۱۳۳
31. ایضاً،ص ۱۳۴
32. القرآن،سورۃ المائدہ:۵،آیت:۳۸
33. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃالمعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱ء،ص ۱۳۴
34. جمیل احمدسکروڈوی،اجمل الحواشی شرح ارود اصول الشاشی،مکتبۃالحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۱۷، ۱۱۸
35. شمس الدین محمد بن عبداللہ،معین المفتی ،مکتبہ معروفیہ،کوئٹہ،۱۴۳۲ھ،ص ۲۹
36. القرآن،سورۃالدھر:۷۶،آیت:۱۶
37. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃالمعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱ء،ص ۱۳۶
38. جمیل احمدسکروڈوی،اجمل الحواشی شرح ارود اصول الشاشی،مکتبۃالحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۱۲۲
39. القرآن،سورۃالمعارج:۷۰،آیت:۱۹
40. القرآن،سورۃالمعارج:۷۰،آیت:۲۰،۲۱
41. سرخسی ،ابوبکرمحمد بن احمدابن ابی سہل ،اصول السرخسی ،قدیمی کتب خانہ،کراچی،س ن،ج ا ص ۱۶۹
42. ملاجیون امیٹھوی،احمد،نورالانوار،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،س ن ص ۹۵،۹۶

43. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃ المعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱،ص۱۴۰
44. بخاری،عبدالعزیز بن احمد،کشف الاسرار شرح اصول البزدوی،قدیمی کتب خانہ،کراچی،س ن،ص۱۳۸،ج۱
45. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص۱۲۳
46. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۳
47. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃ المعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱،ص۱۶۰
48. القرآن؛سورۃ الحشر:۵۹،آیت:۸
49. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص۱۳۹
50. القرآن؛سورۃ بنی اسرائیل:۱۷،آیت:۲۳
51. جمیل احمد سکروڈوی،اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی،مکتبۃ الحسن،لاہور،۲۰۱۰ء،ص۱۴۴
52. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃ المعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱،ص۱۶۳
53. القرآن؛سورۃ الحشر:۵۹،آیت:۸
54. القرآن؛سورۃ الانفال:۸،آیت:۴۱
55. القرآن؛سورۃ الحشر:۵۹،آیت:۷
56. القرآن؛سورۃ الحشر:۵۹،آیت:۸
57. مصطفیٰ سعید الخن،ڈاکٹر،ترجمہ حبیب الرحمٰن،قواعد اصولیہ میں فقہا کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر،شریعہ اکیڈمی،اسلام آباد،۲۰۰۲،ص۶۸ تا ۷۰
58. القرآن؛المائدہ:۵،آیت۶
59. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۳
60. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۳۳
61. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۱۰
62. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۱۷۸
63. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۹۳

64. عبیداللہ،محمد،الاسعدی،مفتی،اصول فقہ،ادارۃ المعارف،کراچی۱۴،۲۰۱۱،ص ۱۲۹
65. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۸۲
66. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۰
67. عبدالرشید رحمت،ڈاکٹر،قرآن فہمی کے اصول،مشمولہ فکرونظر،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،ج ۳۶،شمارہ ۳،جنوری تا جون ۱۹۹۹ء،ص ۵۶
68. القرآن؛سورۃ الانفطار:۸۲،آیت:۱۹
69. القرآن؛سورۃ الدخان:۴۴،آیت:۳
70. القرآن؛سورۃ القدر:۹۷،آیت:۱
71. ابوبکر الخطیب، تاریخ بغداد،ج ۱۳،ص ۶۴۳،بحوالہ عبدالصمد شیخ،''اختلاف رائے اور دین میں اس کی گنجائش''مشمولہ ماہنامہ''دعوۃ''دعوہ اکیڈمی،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،جلد:۱۹،شمارہ:۱۔۲،جون۔جولائی ۲۰۱۲ء،ص ۵۱
72. محمد ابوزہرۃ،تاریخ المذاہب الاسلامیہ،دارالفکر العربی للطباعۃ والنشر ،ج۱،ص ۱۸،بحوالہ عبدالصمد شیخ،''اختلاف رائے اور دین میں اس کی گنجائش''مشمولہ ماہنامہ''دعوۃ''دعوہ اکیڈمی،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،جلد:۱۹،شمارہ:۱۔۲، جون۔جولائی ۲۰۱۲ء،ص ۴۶
73. عبدالصمد شیخ،''اختلاف رائے اور دین میں اس کی گنجائش''مشمولہ ماہنامہ''دعوۃ''دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،جلد:۱۹،شمارہ:۱۔۲،جون۔جولائی ۲۰۱۲ء،ص ۴۷
74. شاہ ولی اللہ دہلوی،الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہا،ص ۱۴۰،بحوالہ عبدالصمد شیخ،''اختلاف رائے اور دین میں اس کی گنجائش''مشمولہ ماہنامہ''دعوۃ''دعوہ اکیڈمی،بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،اسلام آباد،جلد:۱۹،شمارہ:۱۔۲،جون۔جولائی ۲۰۱۲ء،ص ۵۳
75. القرآن؛سورۃ آل عمران:۳،آیت:۱۰۳
76. محمد جعفر شاہ پھلواری،اسلام۔دین آسان،ادارہ ثقافت اسلامیہ،کلب روڈ،لاہور،۱۹۸۳،ص ۳۴۱
77. شاہ ولی اللہ،ترجمہ،محمد منظور ابوجیدی،مولانا، حجۃ اللہ البالغہ،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،س ن،ص ۳۴۳
78. ایضاً،ص ۱۹
79. القرآن؛سورۃ البقرہ:۲،آیت:۱۵۱
80. القرآن؛سورۃ النساء:۴،آیت:۲۳

81. القرآن؛ سورۃ النساء:۴، آیت:۵۹

82. شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری، ترجمہ: نائب حسین امروہوی، سید، مشکوٰۃ المصابیح، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز، لاہور، ۱۹۶۴ء، باب الاعتصام بالکتاب والسنہ، حدیث نمبر ۳۲، ص ۶۰

83. ایضاً

84. القرآن؛ سورۃ الفتح:۴۸، آیت:۱۸

5 باب پنجم

محکمات و متشابہات : علوم عصریہ کی روشنی میں

5.1 فصل اول

متشابہات کی حکمت

قرآن مجید صاحبِ علم لوگوں کے سینے میں بیّن ہے اور اس کی آیات بیّنات ہیں۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ (1)

ترجمہ: (ایسی) کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے (اس حال میں کہ) قرآن عربی زبان میں ہے۔

نیز یہ کہ قرآن مجید اصحابِ علم کو تدبر و تفکر کی دعوت اور ترغیب دیتا ہے۔

...وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ (2)

ترجمہ: اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتاری ان کے واسطے تاکہ وہ غور کریں۔

تاکہ اصحاب علم 'متشابہات' کی حکمت پر غور و فکر کریں اور گل و خار کے اس باغیچے سے خوبصورت پھول چن کر گلدستے کی شکل میں پیش کریں۔

'الاتقان فی علوم القرآن' میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے متشابہات کی درج ذیل حکمتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ باعثِ ثواب:

دقائق قرآن کی معرفت کی توجہ کا ہونا بہت بڑے قرب وثواب کا باعث ہے۔ جتنی مشقت زیادہ ہوگی ثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا۔

۲۔ فہم اور مراتب کے فرق کا علم:

متشابہ آیات سے انسانوں کے فہم اور ان کے مراتب کا فرق عیاں ہوتا ہے وگرنہ اگر تمام قرآن شریف محکم ہی ہوتا جس میں تاویل اور غور کی حاجت نہ پڑتی تو اس کے سمجھنے میں تمام خلق کا درجہ یکساں اور مساوی ہوتا اور عالم کی بزرگی، غیر عالم پر ظاہر نہ ہوسکتی۔

۳۔ اعترافِ علم الٰہی:

متشابہ کا اصل علم حاصل کرنا چونکہ ممکن ہی نہیں اس لئے انسان اپنے تصور اور فہم کی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے علم الٰہی کا اعتراف کرے۔

۴۔ مختلف مکتبہ فکر کا سامنے آنا:

قرآن محکم اور متشابہ دونوں قسم کی آیتوں پر مشتمل ہے تو اب ہر صاحب علم کو غور وفکر کے ساتھ متشابہ کے معنی اور مطالب سمجھنے کی سعی کرنے کا موقع ملتا ہے اور فہم قرآن کی جدو جہد کرے گا اس کی اس جدو جہد میں محکم آیتیں متشابہ آیتوں کی تفسیر بن کر اس کو نئے نئے مطالب سے واقف کریں گی اور وہ حق کی تلاش میں بطلان کے پھندے سے نکل کر منزل حق تک پہنچنے کے لئے نیا فکر پیش کرے گا جس میں حق کی وضاحت کے مختلف راستے سامنے آئیں گے۔

۵۔ علوم کا ذریعہ:

قرآن میں متشابہ آیتوں کے وجود ہی سے اس کی تاویل کے طریقوں کا علم اور کسی

ایک آیت کے کسی دوسری آیت پر ترجیح دینے کا اصول معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہے۔ اور اس بات کو معلوم کرنا، زبان دانی، نحو، معانی، بیان اور اصول فقہ وغیرہ بہت سے علوم کے حاصل کرنے پر موقوف ہے۔ لہٰذا اگر قرآن شریف میں متشابہ آیتیں نہ ہوتیں تو ان بہت سے علموں کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

۶۔ دعوت حق:

قرآن شریف عام و خاص ہر طبقے کے لوگوں کو دعوت حق دیتا ہے۔ چنانچہ بندوں کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے اوہام اور خیالات کے مناسب حال امور پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ پہلی مرتبہ بندوں کو مخاطب کیا جائے وہ من جملہ متشابہ کے ہوگا اور جو آخر میں ان پر خطاب کو، بالکل واضح کردے وہ محکمات میں شمار ہوگا۔ (3)

متشابہ آیات کے نزول کی مزید حکمتیں بھی مختلف اصحاب علم نے ذکر کی ہیں۔

۱۔ فصاحت اور بلاغت کا چیلنج:

اہل عرب جو اپنی زبان کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور جنہیں فصاحت و بلاغت کا دعویٰ تھا وہ اس طرح کے متشابہات پر واقف ہونے سے عاجز تھے حالانکہ قرآن شریف عربوں کی زبان میں نازل ہوا تھا پس انہیں یقین آگیا کہ یہ تاثیر کلام الٰہی کے سوا کسی اور کلام کی نہیں ہوسکتی جو ان کو اس سمجھ سے عاجز کردے۔ (4)

۲۔ آزمائش:

متشابہات میں اصحاب علم کی آزمائش ہے جس کے دل میں کجی ہو وہ متشابہات کے

مفہوم کو معلوم کرنے کے لئے من مانی تاویلات کی راہ اپناتا ہے اور گمراہی میں پھنس جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

...یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْراً وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْراً... (5)

ترجمہ: گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو۔

عاشق الٰہی مہاجر مدنی اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہیں کہ متشابہات اہل علم کے ابتلا کے لئے ہیں جس کا تفتیش اور تلاش کا مزاج ہوتا ہے ان کا ابتلا اس میں ہے کہ بس رک جاؤ آگے نہ بڑھو اور جن لوگوں کو علم کا ذوق نہیں ان کا ابتلا اس میں ہے کہ ان کو ترغیب دے کر علم پر لگایا جائے اور آیات محکمات کے سمجھنے اور پڑھنے پڑھانے پر آمادہ کیا جائے۔ (6)

اسی نکتہ کی وضاحت میں جلال الدین سیوطی نے کہا کہ متشابہات کے ساتھ بندوں کی آزمائش کی گئی ہے تاکہ وہ ان کی حدود کا لحاظ رکھیں اور ان پر توقف کریں۔ (7)

۳۔ منزّل من اللہ کا ثبوت:

'متشابہات کے ذریعے خدائی کتاب اور انسانی کتاب میں فرق ہوتا ہے کہ انسانی کتاب وہ ہے جسے ہر کوئی اوّل سے آخر تک سمجھ لے اور خدائی کتاب وہ جہاں ہر ایک اپنے عجز کا اقرار کرے۔' (8)

متشابہات کا تعلق چونکہ ایسے حقائق سے ہوتا ہے جو انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور انسان کی ہدایت سے بھی ان کا تعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا عقل صحیح اور

قلب سلیم رکھنے والے لوگ ان کے درپے نہیں ہوتے ۔ اور انہیں یقین کامل ہوتا ہے کہ ایسا کلام صرف اللہ ہی کا نازل کردہ ہوسکتا ہے ۔(9)

حافظ عماد الدین نے اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

''پختہ علم والے جانتے ہیں کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں'۔(10)

۴ ۔ بندگی کا اقرار

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں کہ متشابہات کے ذریعہ بندہ اپنی بندگی کا اقرار کرتا ہے کہ عالم ہر جگہ اپنی عقل کا گھوڑا دوڑاتا ہے مگر یہاں پہنچ کر کہنا پڑتا ہے کہ رب جانے ان کا مطلب اور اپنے قصور کا اقرار علامت بندگی ہے ۔(11)

۵ ۔ علوم عقلیہ کا ارتقاء :

متشابہات کے مفہوم میں دلائل عقلیہ سے بحث کی جاتی ہے اور اللہ تعالی کی ذات، صفات اور افعال کی وضاحت اور تشریح کی جاتی ہے اس طرح مختلف علوم عقلیہ میں ارتقاء ہوا اور علمائے متکلمین نے اس میں بہت کام کیا اور علوم عقلیہ کی روشنی میں ایک نئے علم یعنی علم الکلام کا اضافہ ہوا جس نے مسلمان علمی طبقات میں ایک نیا ولولہ پیدا کیا ۔

٦ ۔ قرآن کی ابدی حیثیت :

زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں علم جدید پروان چڑھ رہا ہے نت نئے انکشافات سامنے آرہے ہیں ۔ اور ہر نئے انکشاف کا رخ قرآن حکیم کی جانب

ہوتا ہے اور ہم مسلمانوں کے لئے یہ امر باعث صد افتخار ہے کہ ہر معاملہ کی جانچ جب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب سے کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ بہت پہلے جو بات اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمدﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعے کو بتائی تھی وہ آج ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اسے تا قیامت اپنی اصلی حالت میں رہنا ہے اور ہر عہد اور ہر زمانے کے سوال کا جواب پیش کرنا ہے اس لئے اس کی دائمی اور ابدی حیثیت اس بات کی متقاضی تھی کہ کچھ باتیں ایسی حالت میں رکھ دی جائیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ ظہور پذیر ہوتی چلی جائیں چنانچہ اب تک بے شمار ایسے اسرار سے پردہ اٹھ چکا ہے اور بہت سے اسرار و رموز باقی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آئیں گے اور ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ بقول غلام جیلانی برق

''جب قرآن عظیم کی تمام متشابہات، محکمات میں بدل جائیں گی۔''(12)

اسی نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر نائیک لکھتے ہیں:

''قرآن حکیم، جو عقیدۂ اسلامی کا مرکزی سرچشمہ ہے، اپنے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کے مطابق بنیادی اور کلی طور پر الہیاتی ہے۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان بھی ہے کہ قرآن مجید میں تمام نوع انسانی کے لئے ہدایت موجود ہے۔ چونکہ پیامِ قرآن حکیم ہر وقت اور ہر زمانے کے لئے نازل ہوا پس اسے لازماً ہر وقت اور ہر زمانے کے پہلو بہ پہلو ہونا چاہیے''۔(13)

۷۔ غور وفکر کی دعوت:

متشابہات سے لوگوں کو غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی گئی۔ اگر ہر آیت کا ایک ہی واضح مطلب ہوتا تو اس میں سے عالمگیریت اور تدبر کا عنصر ختم ہو جاتا۔

قرآن کریم کی تعلیمات پر غور وفکر کی دعوت اللہ رب العزت نے کئی مقامات پر دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ (14)

ترجمہ: وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

ارشاد ربانی ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ (15)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتیں تم پر ظاہر فرما رہا ہے تا کہ تم سمجھو۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط... (16)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟

ارشاد ربانی ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ٥ (17)

ترجمہ: دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔

ارشاد ربانی ہے:

...قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ○ (18)

ترجمہ: بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

... کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (19)

ترجمہ: ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

... اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○ (20)

ترجمہ: یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

... وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (21)

ترجمہ: یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ سے کھول کھول بیان کر دیں شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔

مذکورہ بالا آیات اور اسی طرح دیگر متعدد آیات میں قرآن کریم نے انسان کو غور وفکر کی دعوت دی تاکہ وہ قرآن کی متشابہ آیات میں صحیح غور وفکر کرکے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور کارخانہ قدرت کے سربستہ رازوں کو سمجھیں۔

۸ ۔ علم کی حد بندی :

قاضی ثناء اللہ عثانی فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کے علم میں رسوخ رکھنے والوں کے علم کی بعض متشابہات آخری حد ہیں اور انہیں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا اعتراف کر کے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس کے اصل مفہوم کو نہ جانتے ہوئے یہ اقرار کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ان آیات متشابہات سے مراد ہے وہ برحق ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے ۔(22)

۹ ۔ تمثیلی انداز :

عبدالکریم الاثری ، متشابہات کی حکمت کے متعلق فرماتے ہیں کہ قرآن کریم انسانوں کی زبان میں نازل ہوا ہے اور احکام اور احوال آخرت پر مشتمل ہے لیکن مقصد سب کی ہدایت ہے ۔ قرآن حکیم میں بہت سی ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو انسان کے حواس خمسہ ظاہری اور باطنی نے محسوس نہیں کیا اور نہ ہی ان کی کیفیت کو جانا ہے مثلاً حشر اجساد کا نعیم جنت اور عذاب دوزخ کا جن آیتوں میں بیان ہوا ہے وہ سب آیات متشابہات میں سے ہیں ۔ ان چیزوں کو تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا کیونکہ ان دیکھی چیزوں کو سوائے تماثیل کے بیان کیا ہی نہیں جا سکتا اور ان کی اصل حقیقت سوائے اللہ کے ، خواہ کوئی بھی ہو نہیں جان سکتا صرف ان کی اپنے نکتہ نظر سے وضاحت کی جا سکتی ہے جو حتمی نہیں ۔(23)

۱۴ ۔ بحث کی گنجائش :

متشابہات میں بات کرنے یا بحث کرنے کی گنجائش باقی ہے لیکن جو بات یا بحث ہوگی وہ افہام و تفہیم کے لئے ہوگی جھگڑے اور مناظرے کے لئے نہیں ۔ جب کسی

جگہ ایسی صورت پیش آئے گی تو خاموش ہونا ضروری ہے ۔ شک وتردد میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے سمیع وبصیر، علیم، رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، حیٔ لا یموت ہونے پر یقین کرتے ہیں وہ کیا ہے اور کیسا ہے کچھ تاویل نہیں کرتے ۔ ہمارے نزدیک آیات متشابہات پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں اور فطرت انسانی کا یہی مقتضا ہے ۔ (24)

متشابہ آیات میں غور وفکر نہ کرنا حکم الٰہی کے خلاف ہے ۔ قرآن مجید قیامت تک کے لئے ہے اسی طرح قرآن مجید پر تدبر کرنے کو قیامت تک کے لئے جاری رکھا جائے ۔ تفکر اور تدبر نہ کرنا قرآن کریم کی لامحدود وسعتوں کو محدود کرنے کے مترادف ہوگا ۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ علم سے انسان صحیح نتیجے تک صرف اسی صورت میں رسائی حاصل کرسکتا ہے جب وہ اپنے علم سے وحی کی روشنی میں کام لے ۔ ایسا ہی علم یقیناً انسانیت کی فلاح وبہبود میں استعمال ہوگا ۔ سائنس حقائق کائنات کو وضع یا ایجاد نہیں کرتی وہ صرف دریافت وانکشاف ہے قرآن مجید میں بتایا گیا کہ نظام فلکی میں سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے اور چاند کے مختلف منازل جن کی وجہ سے وہ دیکھنے میں مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے اور سورج وچاند ایک منظّم نظام میں اپنے اپنے مدار میں محوگردش ہے اور دن اور رات کا زمین پر نمودار ہونا اس نظام فلکی کے عمل کا نتیجہ ہے ارشاد ربانی ہے ۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ... (25)

ترجمہ: اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستے پر

اور

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ (26)

ترجمہ: اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آرہا جیسے ٹہنی پرانی

اور

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (27)

ترجمہ: نہ سورج سے ہو کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک چکر میں تیرتے ہیں۔

لیکن سائنس نے یہ انکشافات اپنی سمجھ سے اب کئے ہیں۔ اس سے پہلے یہی سائنس سورج کے عظیم الشان کرّے کو فضا میں ساکن تصور کر رہا تھا۔ نظام شمسی سے متعلق آیات پہلے زمانے کے لحاظ سے متشابہات میں سے تھیں لیکن سائنسی ترقی سے ان متشابہات کی تفصیل سامنے آرہی ہے لیکن پھر بھی کسی سائنسی انکشاف کو حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی تفصیل بدلتی رہے گی اور جوں جوں کائنات اور فطرت کا مشاہدہ وسیع ہوتا جائے گا، جوں جوں کوئی صاحب علم قوم اس کے حقائق عالیہ پر غور کرے گی تو ان متشابہات کا مفہوم بیّن اور مشرح ہوتا جائے گا۔ لیکن پھر بھی ارتقائے علم کے مختلف منازل میں بعض آیات متشابہ المعانی رہیں گی، ان سے بادی النظر میں مختلف مطالب نکل سکیں گے اور جب تک انسان کا علم ایک خاص سطح بلند تک نہ پہنچے گا ان کے صحیح مطالب اور صاحب القرآن کے ان کے متعلق صحیح عندیے کی تصدیق نہ ہو سکے گی۔ (28)

سرسید احمد خان فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان علمائے متقدمین اور متاخرین نے قرآن کریم کے مفہوم کی وضاحت میں بہت کوشش کی لیکن پھر بھی ان کے

کام کو قرآن کی تشریح میں حرف آخر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرآن کریم کتاب اعجاز ہے اور اس کتاب کے متشابہات میں اعجاز کے پیرائے میں علم کے بے شمار خزانے چھپے ہوئے ہیں اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ جدید سائنسز ہمارے بیشتر چھپے ہوئے خزانوں کو ظاہر کرتی رہیں گی ۔ لیکن متشابہات سے متعلق یہ علم حتمی نہیں ہوگا بلکہ احتمالی ہوگا اور سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اس کے اصل مفہوم کی طرف بڑھا جا سکتا ہے ۔ اس ارتقائی مرحلے میں یہ بات بھی سامنے آئے گی کہ جو معنی اور مفہوم پہلے قرار دیا گیا وہ اب غلط اور خلاف واقع ہے اور یہ ہمارے علم کا قصور ہے نہ کہ الفاظ قرآن کا ۔ قرآن مجید ہر ایک نقصان سے بری تھا ۔ (29)

متشابہات کے مفہوم کی تلاش میں یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور اس کوشش میں ایک زمانے کی متشابہ آیات کو دوسرے زمانے میں محکمات میں بدلا جا سکے گا اور متشابہات کا وجود قرآن کریم میں انسان کے لئے تحقیق و تلاش کی ایک پیہم راہ متعین کرتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں طبیعیات ، فلکیات اور دیگر فطری علوم سے متعلق آیات نازل فرمائیں لیکن ان کی تفصیلات کو چھوڑ دیا گیا تا کہ بعد کے زمانے کے اہل علم انہیں اپنے علم کے پیمانے سے دریافت کریں اور یوں انسانی علم ، قدرت کے سربستہ رازوں کی تلاش میں قیامت تک لگا رہے ۔ میرے خیال میں آیات متشابہات ہی نے انسانوں کے لئے سائنسی علوم کا دروازہ کھولا ورنہ صرف محکمات میں انسان کا علم محدود ہو کر جامد ہو جاتا اور متشابہات کے نزول میں یہی سب سے بڑی حکمت ہے ۔

5.2 فصل دوم

گزشتہ واقعات اور جدید سائنس

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک کرشمہ ہے اور اشرف المخلوقات ہے اور انسان کی تخلیق قرآن کریم کا مرکزی موضوع ہے اس لئے تخلیق انسان کے بارے میں بہت ساری آیات نازل ہوئی ہیں یہاں تک کہ پہلی ہی وحی میں انسان کی تخلیق کا ذکر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بہترین انداز و ساخت پر کی۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O (30)

ترجمہ: ہم نے بنایا آدمی خوب اندازے پر

اور قرآن کریم میں تخلیق انسانی پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی گئی، درج ذیل میں تخلیق انسانی کے انہی زاویوں سے متعلق آیات متشابہات کا جائزہ سائنسی تحقیق کی روشنی میں لیا جائے گا۔ اگر چہ ان آیات متشابہات کی تفسیر مفسرین نے اپنی سمجھ کے مطابق کی اور ان میں تشابہ کی وضاحت کی، چونکہ ان آیات کا تعلق سائنسی علوم سے ہے، اس لئے اس جدید دور میں ان آیات متشابہات کے اور پہلو بھی واضح ہوئے۔

عَلَق اور جدید طبی سائنسی تحقیق

قرآن کریم کے مطابق انسان کی تخلیق عَلَق سے ہوئی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍO (31)

ترجمہ: بنایا آدمی کو جمے ہوئے خون سے

عربی لغت میں لفظ عَلَقَه یا عَلَق کے تین معنی ہیں۔

۱۔ خون کی پھٹکی رجما ہوا خون

عَـــلَـــق کا معنی خون کی پھٹکی یا جما ہوا خون ہو تو اس سلسلے میں جدید طبی سائنس کے مطابق جنین کی بیرونی شکل خون کی پھٹکی سے مشابہ ہے۔ اس مرحلے میں جنین کے اندر خون گردش نہیں کرتا اور جنین خون کی پھٹکی جیسا دکھائی دیتا ہے۔(32)

۲۔ معلق شے رلٹکی ہوئی شے

عَـلَـق کا معنی معلق شے ہو تو جدید طبی سائنس کے مطابق اس مرحلہ کے دوران جنین رحم مادر کی دیوار سے لٹک یا چمٹ جاتا ہے۔(33)

۳۔ جونک

عَـــلَـــــق کا معنی جونک ہو تو اس مرحلہ میں جنین جونک کی شکل کا ہوتا ہے اور ماں کے خون سے غذائیت حاصل کرتا ہے جس طرح جونک دوسروں کے خون سے غذا حاصل کرتی ہے۔

جدید طبی سائنس نے قرآنی لفظ عَـلَـق کی تینوں ہیئتوں کی وضاحت کی اور بتایا کہ ابتدائی مرحلے میں جنین جمے ہوئے خون کی طرح ہوتا ہے، رحم مادر سے معلق اور لٹکا ہوا ہوتا ہے اور اس کی شکل اور طرز عمل جونک سے مشابہت رکھتا ہے۔

جدید طبی سائنس کی وضاحت سے پہلے تفاسیر میں علق کے معنی صرف جمے ہوئے خون کے ہی کئے گئے ہیں لیکن جدید طبی سائنس نے اس لفظ کی مزید وضاحت کی اور بہت سے چھپے ہوئے رازوں کو کھولا اور عَلَق کے معنی سے پردہ اٹھایا۔

جدید تحقیقات کے مطابق انسانی جنین (Fetus) میں کسی قسم کے جمے ہوئے خون کا

کوئی قطرہ نہیں ہوتا ۔ پرانے وقتوں میں چونکہ اس قسم کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے قدیم مفسرین نے عَلَق کا ترجمہ جما ہوا خون کردیا اسی طرح انگریز مفسرین نے اس کو Blood Clot یا Congealed Blood کردیا ۔ جما ہوا خون تو جنین کی یقینی طور پر موت کا نشان ہے ۔ خون کا "clot" اس وقت بنتا ہے جب خون اپنا عمل چھوڑ دے یعنی اس کا مائع حصہ (Serum) اس کے ٹھوس مادوں (Corpuscles Platelets, Fiber) سے الگ ہو جائے ۔ (34)

جدید طبی سائنسی تحقیق نے قرآن کریم کی متشابہ آیت کے مفہوم کی مزید وضاحت کردی اور قرآن کے لفظ علق کے اصل مفہوم کو جامع طور پر پیش کیا اور بتایا کہ تخلیق انسانی ابتدائی مرحلہ میں جمے ہوئے خون کی طرح دکھائی دیتی ہے اور حقیقت میں وہ جما ہوا نہیں ہوتا اور اس میں زندگی ہوتی ہے ۔

سلالة اور جدید سائنسی تحقیق

پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے انسانی شکل دے کر اس میں اپنی روح پھونک کر تخلیق کیا ۔ انسان کی مٹی سے تخلیق کے بارے میں بہت آیات کریمہ قرآن میں آئی ہیں ۔ آج کی جدید سائنس نے انسانی جسم کا تجزیہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ ایک زندہ انسانی ریشہ 95% کاربن ، ہائیڈروجن ، آکسیجن ، نائٹروجن ، فاسفورس اور سلفر، 26 مختلف لوازمات کے ساتھ موجود ہے ۔

انسان کی مٹی سے تخلیق کے متعلق ارشادات خداوندی ہیں :

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ O (35)

ترجمہ: جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ... (36)

ترجمہ: وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے

... خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍO (37)

ترجمہ: ۔۔۔ مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے

... قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًاO (38)

ترجمہ: ۔۔۔ بولا کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جس کو تو نے بنایا مٹی سے

...اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍO (39)

ترجمہ: ۔۔۔ ہم نے ہی ان کو بنایا ہے ایک چپکتے گارے سے

انسانی تخلیق کے لئے طِیْن یعنی مٹی کے علاوہ تراب اور فخار کے لفظ بھی قرآن میں ذکر ہیں مثلاً

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ... (40)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون جمے ہوئے سے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِO (41)

ترجمہ: اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍO (42)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O (43)

ترجمہ: اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے

اسی طرح انسانی تخلیق کے لئے سلالة کا لفظ بھی ذکر ہے جس کا مطلب ہے مٹی کا عطر یا مٹی کی تمام خصوصیات رکھنے والا مادہ۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ O ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ O ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط...(44)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے۔ پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں۔ پھر بنایا اس بوند سے لہو جما ہوا۔ پھر بنائی اس لہو جمے ہوئے سے گوشت کی بوٹی۔ پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں۔۔۔

مذکورہ بالا آیات میں تخلیق انسانی کی جس مادے سے تکمیل ہوئی، اس کو مختلف الفاظ میں ذکر کیا گیا یہ سب الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اصل مادہ مٹی ہے اور یہ مٹی مختلف شکلیں بدلتی رہی ہے۔ تخلیق انسانی کے مادے سے متعلق مذکورہ بالا آیات سے اس بات کی مکمل وضاحت نہیں ہوتی تھی کہ یہ گوشت پوست کا انسان مٹی سے کیسے بنا؟ چنانچہ ان آیات کے اصل مفہوم میں تشابہ تھا۔ مفسرین نے تو آیات کے ترجمہ میں یہی وضاحت کی کہ یہ مٹی کی مختلف شکلیں ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس سائنسی تحقیق نہ تھی اس لئے وہ اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت نہ کر سکے لیکن آج جدید سائنس قرآن کی اطلاع کی تصدیق کرتی ہے کہ مٹی میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو ایک انسانی جسم میں ہوتے ہیں۔ ایک 70 کلوگرام کے انسان میں جدید سائنسی تحقیق کے مطابق موجود عناصر کی تفصیل

درج ذیل ہے۔[45]

عنصر	وزن (گرام میں)	فیصد
آکسیجن	43,000	65.0
کاربن	12,000	18.5
ہائیڈروجن	6,300	9.5
نائٹروجن	2,000	3.3
کیلشیم	1,100	1.5
فاسفورس	750	1.0
پوٹاشیم	225	0.35
سلفر	150	0.25
کلورین	100	0.15
سوڈیم	90	0.15
میگنیشیم	35	0.05
سلیکون	30	0.05
عنصر	**وزن (ملی گرام میں)**	**فیصد**
آئرن	4,200	0.01
زنک	2,400	0.01
کاپر	90	0.01
بورن	68	0.01
کوبالٹ	20	0.01

وینا ڈیم	20	0.01
آئیوڈین	15	0.01
سولینیم	15	0.01
میگا نیز	13	0.01
مولیبڈ نیم	8	0.01
کورمیم	6	0.01

مذکورہ جدول کے مطابق عناصر کے تجزیہ اور مقدار/وزن سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ انسان اور دیگر جانداروں کی تخلیق کا سب سے اہم جزو پانی ہے۔ سورۃ النور اور سورۃ الفرقان کے علاوہ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

...وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ... (46)

ترجمہ:۔۔۔اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے

مزید فرمایا

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ... (47)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اس کے لئے جد اور سسرال

انسانی تخلیق سے متعلق اللہ تعالیٰ کی قرآنی معلومات کی سائنسی وضاحت اور تصدیق کئی سو برس بعد مائیکروسکوپ (خوردبین) کی ایجاد سے ممکن ہوسکی۔ ہر قسم کی انسانی، حیوانی اور شجری وغیرہ زندگی کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سائنسی تحقیق ان آیات کے مفہوم کی وضاحت ہے جن آیات کے اصل مفہوم انسان سے اوجھل تھے اور یوں ان آیات کا تشابہ کم سے کم تر ہوا،

تخلیق انسانی میں آسانی اور جدید طبی سائنسی تحقیق

بچے کی پیدائش ایک نہایت ہی پیچیدہ عمل ہے۔ ظاہری نظر میں چھ، سات پونڈ کے بچے کی پیدائش ماں کے پیٹ سے ایک نا قابل فہم امر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس میں تخلیق انسانی میں اپنی خاص نعمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے بچے کی تخلیق کا عمل آسان بنایا اور بچہ، جو بظاہر ایک نا قابل عقل عمل معلوم ہوتا ہے، ماں کے پیٹ سے قدرت کے متعین راستے سے دنیا میں آتا ہے اور ہم نے اس کے اخراج کے راستے کو جو بظاہر تنگ ہوتا ہے اپنی تخلیقی حکمت سے آسان بنا دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ O (48)

ترجمہ: پھر اس کے راستے کو آسان بنایا

تخلیقی حکمت سے بچے کے لئے راستہ کیسے آسان بنایا گیا؟ اس کی تفصیل میں تشابہ تھا اور قدیم مفسرین نے اس تخلیقی حکمت کو طبی طریقے سے پیش نہیں کیا۔ لیکن آج جب کہ طبی سائنس کامیابی سے جسم انسانی کے راز معلوم کرنے میں کوشاں ہے، اس نے تخلیقی حکمت کو جو بچے کے ماں سے پیدا ہونے میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، واضح کر دیا اور بتایا کہ بچے کی تخلیق میں وہ کون سی آسانیاں ہیں اور وہ کیسے عمل کرتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے دنیا میں آنے کے راستے کے تنگ ہونے کے باوجود چھ یا سات پونڈ کے بچے کا صحیح سالم نکل آنا اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ جدید طبی سائنس نے بتایا کہ راستے کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کے جسم میں ایک خاص خامرہ (Hormone) جس کا نام ریلکسن (Relaxin) ہے پیدا فرمایا ہے۔ یہ خامرہ کولہے کی ہڈیوں کے جوڑوں کو ڈھیلا کر دیتا ہے جس کے باعث پیدائش کے وقت ہڈیاں کھل جاتیں ہیں۔ دوسرا خامرہ آکسیٹوسن (Oxytocin) ہے جو رحم مادر کے اوپر اثر انداز

ہو کر بچے کے اخراج میں مدد دیتا ہے۔ بچہ رحم مادر میں مختلف جھلیوں میں لپٹا ہوتا ہے اور یہ جھلیاں راستے کو کھولتی ہیں اور آخر میں جب پھٹ جاتی ہیں تو ان سے جو لیس دار مادہ نکلتا ہے وہ بچے کے اخراج میں مدد کرتا ہے۔(49)

جدید طبی سائنس کی روشنی میں مذکورہ آیت کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے اور یوں اس کے اشتباہ کی وضاحت ہوگئی۔

اصحاب کہف اور جدید سائنسی تحقیق

سورۃ الکہف مشرکین کے چند سوالات کے جوابات دینے کے لئے نازل کی گئی تھی جس میں مشرکین کو یہ بتایا گیا کہ اصحاب کہف کا واقعہ قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا واضح ثبوت ہے۔ یہ واقعہ متشابہات میں سے تھا، اس کی سائنسی تفسیر پہلے ممکن نہ تھی کیونکہ سائنس اور طب نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، لیکن اب اس واقعے کی تصدیق سائنس سے بھی کی جاسکتی ہے۔

اس سے پہلے اس واقعہ کی تفصیل میں درج ذیل سوالات کے جوابات تسلی بخش طریقے سے دینا ممکن نہ تھا۔ اور ان میں کافی تشابہ اور اشتباہ تھا۔

۱۔ کیا وہ صرف سو رہے تھے؟

۲۔ انہیں زندہ رہنے کے لئے پانی اور خوراک کی ضرورت تو ہوگی؟

۳۔ کیا وہ کچھ وقفے کے بعد رفع حاجت کے لئے جاگتے تھے؟

۴۔ کیا انہیں مردہ حالت میں رکھا گیا؟ اگر وہ مردہ حالت میں تھے تو ان کی آنکھیں کیوں اور کیسے کھلی تھیں اور وہ کروٹ کیسے بدلتے تھے؟

لیکن اب ان سوالات کا جواب آسانی سے دیا جاسکتا ہے اور اشتباہ کا ہر پہلو سائنسی تحقیق کی روشنی میں واضح ہوجاتا ہے۔ اصحاب کہف کے واقعے میں قرآن کریم

جن باتوں کی نشاندہی کرتا ہے، ان باتوں کی توجیہہ اور تصدیق سوائے غیب پر ایمان لانے کے اور کچھ بھی نہیں تھی۔ اصحاب کہف کے واقعے کا طبی سائنسی تجزیہ کرنے سے ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے اور آیات کا اشتباہ تفصیل میں بدل جاتا ہے مثلاً سماعت کا عمل کسی بھی طور پر رکتا نہیں اسی وجہ سے سونے والا قریب سے آنے والی آواز پر بیدار ہوسکتا ہے۔ انسانی کھوپڑی میں موجود آٹھویں رگ جو کان کے اندرونی حصے سے گزرتی ہے، کی دو خصوصیات ہیں ایک سننا اور دوسرا انسانی سر کو متوازن رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انسان کے کان میں کوئی مسئلہ ہو تو اس کو چکر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن سماعت کے عمل کو خصوصی تھپک سے روکا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اصحاب کہف سونے کے عمل میں بیرونی سماعت سے متاثر نہیں ہوئے کیونکہ ان کے کانوں کو بالخصوص تھپک کر سلانے کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ سماعت کا عمل نیند میں نہیں رکتا لیکن ان کی سماعت کا نیند میں ایک خاص تھپک سے روک دیا گیا تھا جیسے کانوں میں روئی وغیرہ ڈال کر کانوں کو بند کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًاۙ (50)

ترجمہ: پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے

وہ سوئے ہوئے تھے لیکن ان کی آنکھیں کھلی تھیں اور جھپک رہی تھیں لیکن وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ... (51)

ترجمہ: اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سو رہے ہیں

ان کی آنکھیں کھلی رکھنے اور جھپکنے میں تین مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو جھپکنے کے ذریعے محفوظ رکھا کیونکہ ان کے

جاگتے ہوئے محسوس ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنی آنکھیں جھپکتے رہتے ، اگر وہ آنکھیں نہ جھپکتے اور آنکھیں صرف کھلی رہتیں تو ان کی آنکھیں خشک ہو جاتیں ۔طبی سائنس آج ہمیں یہ بتاتی ہے اگر آنکھوں کو کافی دیر بند رکھا جائے تو نظر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ نظر والی رگ سکڑ جاتی ہے ۔

۲۔ اور اگر آنکھیں بند ہوتیں اور نہ جھپکتیں تو خشک ہو جاتیں اور لوگ انہیں مردہ سمجھ کر دفنا دیتے یا ان کی اشیاء کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ۔ان کے پاس موجود پرانے زمانے کے سکوں کو ہی چرا لیتے ۔ آنکھیں کھلی ہونے اور جھپکنے کے باعث کسی میں اندر آنے کی ہمت نہیں ہوئی ۔

۳۔ آنکھیں کھلی ہونے کے باعث باہر سے دیکھنے والوں پر رعب اور دہشت طاری ہو جاتی جس کی وجہ سے کسی کو اندر داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی اور وہ ان کے پاس نہ جا سکتے ۔ ارشاد ربانی ہے :

...لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ (52)

ترجمہ: اگر تو جھانک کر دیکھے ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں دہشت

ان کے پٹھے حرکت نہیں کرتے تھے اگر چہ وہ زندہ تھے لیکن ان کی کروٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بدلتی رہتی تھی ۔ ارشاد خداوندی ہے :

... وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ... (53)

ترجمہ: اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو داہنے اور بائیں

کیونکہ کروٹ نہ بدلنے کی صورت میں انہیں زخم ہو جاتے جیسے اکثر مریضوں

کو، جو فالج وغیرہ کے شکار ہوتے ہیں، ہو جاتے ہیں۔

ان کے باقی اعضاء کی کیفیت ایسی کر دی گئی جو آج کل انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے دوران کی جاتی ہے مثلاً گردے وغیرہ کی پیوند کاری کے لئے کسی دوسرے جسم میں منتقل کرنے سے قبل اس عضو کو محفوظ کرلیا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے اسے ایک خاص قسم کے درجہ حرارت میں رکھا جاتا ہے اور اسے گرمی سے بچایا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال مردہ خانے ہیں جہاں لاشوں کو فریز کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ خراب نہ ہوں اس کے علاوہ مردہ کے پاس برف رکھ کر اسے جنازے کے وقت تک محفوظ کیا جاتا ہے۔

اس مقصد کے لئے ان کے لئے ایسے غار کا انتخاب کیا گیا جس میں سورج کی روشنی داخل ہی نہیں ہوتی تھی۔ عموماً غار ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ... (54)

ترجمہ: اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے ان کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے۔

اس طرح حرارت ان کے غار میں داخل نہیں ہوسکتی تھی اور ان کے اجسام کو مکمل طور پر اتنے لمبے عرصے تک محفوظ کرنے کے لئے ضروری ٹھنڈک موجود تھی۔ اس طرح محفوظ ہونے کی وجہ سے انہیں خوراک، پانی اور دیگر طبعی ضروریات کی ضرورت نہیں پڑی۔

ان سب باتوں کی امکانی توجیہہ جدید طبی سائنس پیش کرتی ہے اور وہ تفصیل جو پہلے مشتبہ تھی اب واضح نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی عمر بھی نہیں بڑھی اور نہ ہی ان کے چہروں کے خدوخال تبدیل ہوئے اور نہ ہی ان کی یادداشت پر کوئی اثر پڑا۔ کیونکہ

ان کا دماغ محفوظ رکھا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

... قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ... (55)

ترجمہ: ۔۔۔ایک بولا ان میں سے کتنی دیر ٹھہرے تم، بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم۔۔۔

دماغ کے محفوظ ہوجانے کے باعث اتنے سالوں بعد بھی انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور انہیں اپنے ساتھ پیش آئے سارے واقعات بھی یاد تھے اسی لئے انہوں نے اپنے ساتھی کو بازار جانے کو کہا۔ ارشاد خداوندی ہے:

... فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ... (56)

ترجمہ: ۔۔۔اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس شہر میں۔۔۔

اور یہی کیفیت ان کے کتے کی بھی کر دی گئی۔ ارشاد خداوندی ہے:

...وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ... (57)

ترجمہ: ۔۔۔اور کتا ان کا پسار رہا تھا اپنی چوکھٹ پر

اس سارے واقعے میں جدید طبی سائنس کی ایجاد میڈیکل وینٹی لیٹر (Medical Ventilator) کی تخلیق سے متعلق اشارہ بھی ہوسکتا ہے جس کی مدد سے بالکل اسی طرح انسان کو کافی عرصہ تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔

تخلیق کائنات اور جدید سائنسی تحقیق

تخلیق کائنات سے متعلق بہت سی باتوں کا قرآن کریم میں ذکر کیا گیا، یہ قرآنی

معلومات پہلے صرف ایمان بالغیب تک محدود تھیں لیکن ان کی صحیح توجیہات اور تفصیل بیان کرنا ایک مشتبہ امر تھا۔ لیکن عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات نے اس اشتباہ سے پردہ اٹھایا اور تخلیقی عمل سے متعلق مشتبہ امور کی صحیح وضاحت اور تفصیل متشابہات سے نکل کر محکمات کے دائرے میں داخل ہونا شروع ہوئی اور یوں یہ عمل سائنسی انکشافات سے قیامت تک جاری رہے گا۔ تخلیق کائنات کے بارے میں جدید فلکیات سے متعلق بیسویں صدی کے اوائل میں بہت اہم معلومات سامنے آئیں۔

1915ء میں آئن سٹائن کے عمومی نظریہ اضافیت کے بعد 1922ء میں الیگزینڈر فرائیڈ مین کا حساب کہ کائنات کی ساخت ساکن (Static) نہیں اور پھر 1929ء میں ایڈون ہبل کی تحقیقات نے سائنس دانوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ اگر اب کائنات پھیل رہی ہے تو کبھی نہ کبھی یہ ساری کائنات یقیناً ایک جگہ جمع رہی ہوگی جو اس کی پیدائش کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ آج اسی نظریے کو بگ بینگ (Big Bang) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (58)

بگ بینگ نظریے کے خالق بلجیم کے ماہر فلکیات جارج لیمے تر (G. Lemaitre) تھے۔ جنہوں نے یہ نظریہ 1927ء میں تجویز کیا تھا اب تمام سائنس دان اسی نظریے کے حق میں ہیں۔ (59)

بگ بینگ پر سائنس دانوں کا نظریہ یہ ہے:

The Big Bang theory is the prevailing cosmological model that describes the early development of the Universe. According to the Big Bang theory, the Universe was once in an extremely hot and dense state which expanded rapidly. This rapid expansion caused the Universe to cool and resulted in its present continuously expanding

state. According to the most recent measurements and observations, the Big Bang occurred approximately 13.75 billion years ago, which is thus considered the age of the Universe. After its initial expansion from a singularity, the Universe cooled sufficiently to allow energy to be converted into various subatomic particles, including protons, neutrons, and electrons.(60)

ترجمہ: بگ بینگ تھیوری عام طور پر کائنات کی ابتدا اور تاریخ کے بارے میں بحث کرتی ہے بگ بینگ تھیوری کے مطابق کائنات بہت ہی گرم اور جڑی ہوئی حالت میں تھی جو تیزی سے پھیلنا شروع ہوئی۔ تیز رفتار پھیلاؤ کی وجہ سے کائنات ٹھنڈی ہوتی گئی جس کے نتیجے میں موجودہ پھیلتی ہوئی کائنات وجود میں آئی۔ حالیہ پیمائشوں اور تحقیق کے مطابق یہ واقع 13.75 کھرب سال قبل پیش آیا جسے کائنات کی عمر تصور کیا جاتا ہے۔ اکائی سے ابتدائی پھیلاؤ کے بعد کائنات اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ توانائی ایٹم کے چھوٹے ذرات، جن میں پروٹان، نیوٹران اور الیکٹران شامل ہیں، میں تبدیل ہوگئی۔

بگ بینگ اور قرآنی نکتہ نظر

بگ بینگ نظریہ تو کم و بیش ایک صدی قبل منظر عام پر آیا لیکن قرآن حکیم اس کے بارے میں بہت پہلے ان الفاظ میں اس کے متعلق بتا چکا ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ...(61)

ترجمہ: کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا۔

رَتْق اور فَتْق کے تصور کے تحت قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ مادہ اور توانائی ابتداء

ایک ہی چیز تھے ۔ مادہ سمٹی ہوئی توانائی ہے اور توانائی مادے کی آزاد شدہ شکل ۔ (62)

آیت کریمہ میں قرآن کا خطاب بھی کفار سے ہے اور یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ اس نے بہت پہلے بتا دیا کہ تخلیق کائنات کا راز جاننے کی کوشش پہلے کفار ہی کریں گے کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی اس بات پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اس لئے وہ راز کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کریں گے ۔

ربوبیت کی طاقت اور دباؤ کے عمل نے آسمانوں اور زمین کو پھاڑ کر ایک دھماکے سے جدا جدا کر دیا گیا ۔ یہ قرآنی راز 'آئن سٹائن' کے نظریہ اضافیت کے ذریعے بیسویں صدی کے اوائل میں منظر عام پر آیا ۔ (63)

قرآن حکیم تخلیق کائنات کے اور سربستہ رازوں کی بھی نشاندہی کرتا ہے ۔

ارشاد خداوندی ہے :

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ (64)

ترجمہ : پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے ۔ دونوں نے عرض کیا ہم بخوشی حاضر ہیں ۔

قرآن کریم کے بیان کے مطابق دھماکے کے بعد پوری کائنات میں دھواں پھیلا ہوا تھا اور سخت تپش تھی جس کا تصور بھی ممکن نہیں ۔ پھر ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد کائنات لحہ بہ لحہ ٹھنڈی ہو کر مادہ کی شکل میں نمودار ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں مختلف اشکال کی مخلوقات کو بنایا اور ہر مخلوق کے لئے ایک مخصوص وقت مقرر فرمایا اور اس کے لئے مخصوص قوانین قدرت مقرر کئے اور یہ کائنات ایک مخصوص وقت تک قدرت کے

وضع کردہ قوانین کے تحت چلتی رہے گی۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍO وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِO (65)

ترجمہ: ہم نے ہر شے ایک مقرر اندازے سے بنائی ہے۔ اور ہمارا حکم تو یکبارگی ایسے (واقع) ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق کائنات کا یہ عمل ایک حکم کی تعمیل میں ہونے والا ایک دھماکا تھا جو اچانک تھا۔

سورۃ فلق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِO (66)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں (ایک) دھماکے سے (انتہائی تیزی کے ساتھ کائنات کو) وجود میں لانے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ (67)

ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے علم اشتقاق (Etymology) کی رو سے لفظ 'فَـلَـقْ' کے بہت معانی بیان کئے ہیں۔ اور بتایا کہ اس لفظ کا بنیادی معنی کسی چیز کا اچانک پھٹنا اور شدید دھماکہ کرنا ہے۔ (68)

اور فَـلَـق ایک شدید دھماکہ ہے جو انتہائی غیر معمولی رفتار کا ہو۔ فَـلَـق کا معنی کسی چیز کو پھاڑنے کے ہیں۔ جہاں فَلَق کا لفظ قرآن کریم میں مطلق ہے جیسے رَبِّ الْفَلَقِ میں ہے تو اس سے مراد کائنات کی تخلیق کا دھماکہ ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا اور جہاں فَـلَـق کا ذکر مخصوص مخلوقات کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس کا معنی صرف پھاڑنے کے ہیں اور یہ عمل تیزی سے ہو۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى... (69)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ نکالنے والا ہے۔

آیت کریمہ میں درج ذیل اشارے ملتے ہیں اور بتایا گیا کہ تخلیق کائنات کے بعد مخلوقات میں فلَق اور تیز رفتاری سے وجود میں آنے کا عمل لگاتار جاری رہتا ہے۔

۱۔ مخلوق جو پھٹنے کی وجہ سے تیز رفتاری سے وجود میں آئے۔

۲۔ جیسے کہ بیج کے پھٹنے سے ظاہر ہونے والا پودا۔

۳۔ روزانہ یہ عمل کائنات کی تخلیق کے بعد سے جاری ہے اور اشیاء نمودار ہوتی ہیں جیسے پو پھٹنا اور صبح صادق کا نمودار ہونا وغیرہ وغیرہ(70)

تخلیق کائنات سے متعلق مذکورہ بالا آیات مبارکہ کا تفصیلی مفہوم مبہم تھا۔ مفہوم کو اس انداز میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا کہ تخلیق کائنات میں بگ بینگ ہوا اور پھر آسمانوں یعنی فضاؤں میں دھواں چھا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کی متوازن تخلیق کا طریقہ کار وضع کیا اور یہ قانون کائنات کی چیزوں میں جاری اور ساری ہے۔ یہ سب تفصیل آج کی سائنسی تحقیقات نے واضح کی اور اب تخلیق کائنات اور بعد کے تخلیقی عمل کے پیچیدہ مسئلہ اور مختلف اشیاء کی تخلیق کے ابہام والی آیات کو سائنسی تحقیق کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے جو اس سے پہلے متشابہ تھیں اور ان پر بغیر تفصیل کے ایمان بالغیب تھا۔

تخت بلقیس اور جدید سائنس

حضرت سلیمانؑ کے معجزات قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ جنوں اور پرندوں اور کائنات کی ہر چیز پر بھی تھی۔ بلقیس،

جسے ملکہ سبا بھی کہا جاتا ہے، جب حضرت سلیمانؑ سے ملنے کے لئے یمن سے روانہ ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے فرمایا:

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ O (71)

ترجمہ: بولا اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکمبر دار ہوکر

ان کے جواب میں پہلے ایک طاقتور جن نے کہا

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ O (72)

ترجمہ: بولا ایک دیوجنوں میں سے، میں لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو پہلے اس سے کہ تو اٹھے اپنی جگہ سے اور میں اس پر زورآور ہوں معتبر

اور بعد میں ایک انسان نے، جو حضرت سلیمانؑ کا وزیر تھا اور آصف بن برخیا کے نام سے مشہور تھا، اپنی خدمات پیش کیں۔

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط... (73)

ترجمہ: بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ

بلقیس یا ملکہ سبا کا تخت مأرب، ملک یمن میں تھا(74) اور حضرت سلیمانؑ بیت المقدس، موجودہ فلسطین میں تشریف فرما تھے۔ تخت بلقیس سے متعلق درج ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

ا۔ یمن اور فلسطین کا فاصلہ 1409.20 میل جو 2267.89 کلومیٹر بنتا ہے۔ (75)

اتنے دور سے تخت لے کر آنا ممکن ہے یا نہیں؟

۲۔ حضرت سلیمانؑ کے وزیر کے پاس کس کتاب کا علم تھا؟

اگر روشنی کی رفتار کو مدنظر رکھا جائے تو یہ فاصلہ ایک سیکنڈ کے ایک سو چوبیسویں حصے میں طے ہو جانا چاہیے۔ انسانی آنکھ کم سے کم ایک سیکنڈ کے پندرھویں حصے یا زیادہ سے زیادہ بیسویں حصے میں جھپکتی ہے۔ یہ تخمینہ شدہ وقت آنکھ کے جھپکنے سے بھی بہت ہی کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آصف نے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لانے کی پیشکش کر دی۔ (76)

آواز کی رفتار کا دارومدار ہوا کی کثافت پر ہوتا ہے جبکہ کثافت کا انحصار درجہ حرارت پر ہوتا ہے۔ اگر ہم اس وقت درجہ حرارت 20 ڈگری سینٹی گریڈ فرض کریں تو آواز کی رفتار 767.58 میل فی گھنٹہ یا 1235.3 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوگی۔ (77)

اس رفتار سے سفر کرتے ہوئے آنے جانے کا کل وقت تقریباً ساڑھے تین سے چار گھنٹے بنتا ہے۔ غالباً یہی وقت دربار برخواست کرنے میں باقی ہوگا تبھی اس جن نے چند گھنٹے کی مہلت دربار کے برخواست کرنے کے حوالے سے مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کا حوالہ دے کر اس جن کے سفر کرنے کی صلاحیت کا راز اس آیت میں چھپا دیا۔ (78)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے جن اور انسان کی طاقت کا مقابلہ کر کے ایک اور غور طلب پہلو کی طرف اشارہ فرما دیا یعنی آواز اور روشنی کی رفتار میں فرق اور تناسب۔ تخت بلقیس میں چند اور باتوں کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

☆ ملکہ بلقیس اپنے محل سے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے یمن سے نکل پڑی تھی اور اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت سلیمانؑ نے تخت فلسطین منگوایا۔

☆ تخت منگوا تو لیا گیا لیکن اسے واپس بھجوانے کا تذکرہ موجود نہیں۔

☆ منگوایا گیا تخت تھوڑی بہت تبدیلی کر کے ملکہ کو دکھایا گیا۔

☆ ملکہ کے قاصدوں کے واپس جانے کے بعد ملکہ نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری کی تیاری کی۔ اس سارے عمل میں بھی کافی دن لگے ہوں گے۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تو ایک پرندہ (ہدہد) تھا جبکہ ملکہ کے قاصدوں کو تو زمینی سفر سے ہی آنا اور جانا تھا۔

تخت بلقیس سے متعلق قرآن کی بیان کردہ معلومات پر ایمان لانا پہلے صرف ایمان بالغیب تھا اور اس واقعہ کے ہر پہلو میں اشتباہ تھا اور اس واقعہ سے متعلق قرآنی معلومات متشابہات تھیں جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہ تھا لیکن دور جدید کی ٹیکنالوجی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ واقعہ کئی طرح سے ممکن اور آج کل کے حالات میں انتہائی آسان معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

☆ ویڈیو کانفرنس

☆ انٹرنیٹ / ای میل

☆ 3D گرافکس

☆ Holograohic Projection

☆ Tele-Immersion

آج کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی روشنی میں یہ واقعہ ان سب طریقوں سے ممکن ہے ہوسکتا ہے کہ ملکہ کا محل Holograohic Projection کی مدد سے لایا گیا ہو۔ اس تکنیک کی مدد سے کسی بھی شے کو دنیا کی کسی بھی کونے میں بیٹھ کر اپنے سامنے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مطلوبہ شے کو براہ راست یا پہلے سے ریکارڈ کر کے، یہاں تک کہ اس میں تبدیلی کر کے

ایسے دیکھا جا سکتا ہے گویا وہ واقعتاً وہاں موجود ہو۔ اور اس کو واپس بھجوانے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ مادی طور پر وہیں تھا۔ اس میں اتنی جلدی تبدیلی بھی اسی طریقہ سے ممکن ہے۔

اس سے زیادہ جدید طریقہ جس پر کام ہو رہا ہے وہ ہے Tele-Immersion جس کی مدد سے بہت سارے لوگوں کو جسمانی طور پر لائے بغیر ایک کمرے میں بٹھایا جائے گا جہاں پر وہ کسی بھی قسم کی میٹنگ وغیرہ کرسکیں گے۔ اور جلد ہی لاس اینجلس، نیویارک، ٹوکیو اور پیرس میں کام کرنے والے ایک دوسرے کو ملیں گے اور ہاتھ ملائیں گے جبکہ جسمانی طور پر وہ اپنے اپنے گھروں میں موجود ہونگے۔ (79)

اس ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے والے ایسا محسوس کریں گے کہ وہ واقعی ایک دوسرے کو دیکھ، مل اور باتیں کر سکتے ہیں اور وہ ایک ہی کمرے میں بیٹھے ہیں۔ (80)

اس قسم کے کامیاب سائنسی تجربوں سے واضح ہوتا ہے جب کبھی یہ علم ایک باقاعدہ سائنس کی حیثیت اختیار کر کے اپنے عروج پر پہنچے گا تو بھاری تخت کا ڈھائی ہزار کلومیٹر کا سفر پلک جھپکنے سے پہلے طے کرنا ناممکن نہیں ہو گا۔ (81)

جس وزیر نے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا کر پیش کر دیا اس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا، وہ کون سی کتاب تھی؟ قرآن تو اس کے بہت بعد نازل ہوا تھا۔

قرآن نے عِندَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ وہ قوانین فطرت کا علم تھا جسے سائنس کہا جاتا ہے۔ آصف بن برخیا اپنے وقت کا عظیم سائنٹسٹ تھا اور اللہ تعالی نے اسے اس علم سے نوازا تھا۔ آصف بن برخیا کو عطا کردہ علم وہی تھا جو آج جدید سائنس کہلاتی ہے۔

فرعون کی لاش اور جدید سائنسی تحقیق

قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشن گوئیوں میں ایک فرعون مصر منفتاح کی لاش کی حفاظت بھی ہے ۔ اس فرعون کو انگریزی میں (Meneptah) اور اردو یا عربی میں منفتاح کہا جاتا ہے جو فرعون مصر رعمسیس دوم (Rameses II) کا بیٹا تھا ۔ منفتاح نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور بحیرۂ احمر میں ڈوب گیا تھا۔قرآن کریم نے بتایا کہ اس کی لاش کی حفاظت کی جائے گی ۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً ... (82)

ترجمہ: سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تاکہ ہو تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ فرعون کی لاش واقعی محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا کیا مطلب ہے ۔ اس کی تفصیل متشابہ اور مبہم تھی ۔1898ء میں پروفیسر لورٹ(Loret) پہلا شخص تھا جس نے فرعون کی باقیات کو حنوط شدہ صورت میں دریافت کیا ۔ جبکہ 8 / جولائی 1907ء کو ایلیٹ سمتھ (Elliot Smith) نے اس کا سائنسی معائنہ کیا اور تحقیق سے ثابت کیا کہ یہی وہ فرعون ہے جس نے حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تھا کیونکہ اس ممی میں نمکیات کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بیکٹیریا کے اثر سے بچی ہوئی تھی اور یہ نمکیات اس کے سمندر میں رہنے کے دوران اس کی لاش میں شامل ہو گئے تھے ۔(83)

یوسف الحاج احمد ،مصری میوں پر کی گئی تحقیق ،جس میں وہ بذات خود دیگر سائنس دانوں کے ہمراہ موجود تھے ،کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں ۔

"...all the Egyptian mummies had started showing signs of

dissolution as a result of the impact of a strange bacteria -- with the only exception being that of Prophet Moosa's Fir'wan (Pharaoh).(84)

ترجمہ: تمام مصری میوں میں ایک عجیب بیکٹیریا کی وجہ سے خرابی کے نشان آنا شروع ہو گئے ہیں ماسوائے پیغمبر موسیٰؑ والے فرعون کے۔

اس فرعون کی لاش میں نمکیات کی زیادتی کی وجہ سے دوسری میوں پر اثر انداز ہونے والے بیکٹیریا نے اثر نہیں کیا لیکن یہ بھی اللہ تعالٰی کی قدرت سے ہی ممکن ہو سکا ہے جس نے اس کی لاش کو خرابی کے نشان سے محفوظ کرنے کے لئے سمندری نمکیات کی مقدار اس کی لاش میں بڑھا دی۔

اس جدید سائنسی تحقیق سے پہلے مفسرین حیران رہے کہ یہ 'بدن کو بچانے' کا کیا مطلب ہے۔لیکن بیسویں صدی کے ربع اول میں جب فرعون کی لاش برآمد ہوئی اور اس پر سائنسی تحقیق سے تجربات کرکے اصل حقیقت کو واضح کیا گیا تو یہ متشابہ آیت ،مفہوم واضح ہونے کے بعد محکمات میں داخل ہو گئی۔(85)

کہکشائیں اور جدید سائنس

کائنات میں لاکھوں کی تعداد میں کہکشائیں موجود ہیں۔کہکشاں کو انگریزی میں گیلیکسی (Galaxy) اور ملکی وے (Milky Way) کہا جاتا ہے۔گیلیکسی سے مراد ایک ایسا نظام ہے جس میں اربوں اور کھربوں کی تعداد میں چھوٹے بڑے ستاروں کے جھرمٹ ،گیسوں اور گرد وغبار کے ساتھ ایک معینہ راستے پر چلتے رہتے ہیں۔ ایک چھوٹی گیلیکسی میں موجودہ فلکیاتی تحقیق کے اندازے میں کم از کم ستر لاکھ

ستارے محوسفر ہوتے ہیں جو زیادہ بڑی گیـــلیــکسـی میں ایک ارب اور اس سے بھی زیادہ تک ہو سکتے ہیں یعنی مختلف قسم کی کہکشاؤں میں ستاروں کی تعداد مختلف ہوسکتی ہے ۔ انہیں مِلکی وے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں دودھیا روشنی والا راستہ بن جاتا ہے (86)۔

کہکشاؤں کی تعداد کے بارے میں ہبل دوربین سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان کی تعداد کروڑوں میں یا اس سے زیادہ ہے ۔

The Hubble Deep Field, an extremely long exposure of a relatively empty part of the sky, provided evidence that there are about 125 billion galaxies in the Universe.(87)

ترجمہ: ہبل ڈیپ فیلڈ ، جو کہ بہت دور سے آسمان کے قدرے خالی حصے سے گزر کر منظر کشی کر سکتا ہے ، نے یہ ثبوت فراہم کیا ہے کہ کائنات میں تقریباً ایک سو پچیس بلین کہکشائیں ہیں ۔

تاہم وہ کہکشاں جس سے ہمارا تعلق ہے باوجود اس کہ اس قدر حیرت انگیز طور پر وسیع ہے ، ساوات کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے ۔ (88)

کہکشاؤں کی اتنی بڑی تعداد کو قرآن نے شاہراہوں کے جال سے تشبیہ دیتے ہوئے ان سے متعلق بہت پہلے ارشادخداوندی ہے :

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ O (89)

ترجمہ: ان بلندیوں کی قسم جن میں شاہراہوں کا جال بچھا ہوا ہے ۔

حُبُک کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں مثلاً دھاریاں (خواہ وہ کپڑے میں ہوں یا

بالوں میں)حُبُک ان لہروں کوبھی کہتے ہیں جو ہوا کے چلنے سے ریت یا ساکن پانی میں پیدا ہوتی ہیں اور اس کا مفہوم راستہ بھی لیا جاتا ہے ۔حُبُک کے لفظ میں تسلسل اور درازی کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے ۔ آسمان میں موجود کہکشاں میں یہ سب خصوصیات پائی جاتی ہیں ۔ کہکشائیں آسمانی فضا میں اسی طرح دکھائی دیتی ہیں جس طرح ریت یا پانی کی سطح پر ہوا سے بننے والی لہریں یا کپڑے کی دھاریاں وغیرہ ۔ (90)

قرآن کریم کی قدیم تفاسیر میں اس سے مراد صرف سورج اور چانداور باقی ستاروں کے ان راستوں کا مطلب راہوں والا آسمان جس پر سورج اور چانداور ستارے گردش کرتے ہیں ، لیا گیا تھا ۔ جب کہ جدید سائنس نے اس عظیم قرآنی انکشاف کی مزید تفصیل پیش کی جو پہلے مشتبہ تھی ۔

فلکیاتی کہکشاؤں پر تحقیق 1610 ء میں گیلیلو گیلیلی نے شروع کی تھی لیکن جدید نظریات 1990 ء میں منظر عام پر آئے ۔ جوں جوں سائنس کا علم مزید ترقی کی منازل طے کرے گا اس آیت کی تفسیر میں نئے نئے انکشافات آتے رہیں گے اور یوں قرآن کریم کی نظام شمسی اور کہکشاؤں سے متعلق آیات کے مفہوم ، اشتباہ سے تفصیل کی طرف رواں دواں ہوں گے اور یہ عمل مسلسل جاری رہے گا اور سائنس ، کائنات اور فلکیات سے متعلق قرآن کریم کے نظریات کو واضح کرتی رہے گی اور قرآن کی حقیقت کو دلائل سے ثابت کرتی رہے گی اور یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا :

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَق... (91)

ترجمہ : اور ہم ان پر کائنات میں اپنی نشانیوں کو واضح کریں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے ۔

اونٹ اور جدید سائنسی انکشافات

نزول قرآن کے وقت عربوں کے ہاں اونٹ کا استعمال زیادہ تھا اس لئے قرآن حکیم نے اس کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے اور اس کی تخلیق پر غور کرنے کا حکم دیا ہے ۔قرآن میں اس بارے میں ارشاد ہے کہ

اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَت O (92)

ترجمہ: بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں

اونٹ دیگر تمام حیوانات کی طرح کا ایک عام سا جانور ہے پھر اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ؟ پتھر میں سے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے لئے ایک اونٹنی کو ہی کیوں پیدا کیا گیا ؟ اور بھی بہت سارے عجیب وغریب جانور ہیں ان کی مثال بھی دی جا سکتی تھی ۔

جدید سائنس نے اس کی جسمانی ساخت کی حیرت انگیز خصوصیات سے پردہ اٹھایا اور اس میں بہت ساری ایسی خوبیاں بیان کیں جو اسے دوسرے حیوانات سے جدا کرتی ہیں مثلاً

- ☆ ہر قسم کے ناموافق حالات میں بھی زندہ رہ سکتا ہے ۔
- ☆ اونٹ اپنے منہ کی ساخت کی وجہ سے اونچے درختوں سے سوکھی ہوئی ٹہنیاں بھی چبا جاتا ہے ۔
- ☆ یہ پانی پیئے بغیر کئی ہفتوں تک سفر کر سکتا ہے ۔
- ☆ اونٹ نہایت ہی مختصر وقت میں 25 گیلن پانی پی لیتا ہے ۔
- ☆ اونٹ کے جسم کا بہت کم پانی فضلے میں ضائع ہوتا ہے ۔

☆ اونٹ اپنے جسم میں 30% پانی کی کمی نہ صرف برداشت کر لیتا ہے بلکہ بوجھ اٹھا کر میلوں کا سفر کر لیتا ہے۔

☆ دیگر جانوروں میں پانی کی کمی کی وجہ سے خون گاڑھا ہو جاتا جس سے ان کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے لیکن اونٹ کے جسم کا پانی اس کے جسم کی تمام بافتوں میں گھل مل جاتا اور ضرورت کے تحت اپنی بافتوں سے اپنی پیاس بجھاتا ہے اور کئی ہفتے تک زندہ رہ سکتا ہے۔

☆ اونٹ اگر ایک دفعہ راہ دیکھ لے تو اسے کئی برسوں تک یاد رکھتا ہے، خواہ اسکے پاؤں کے تمام نشان مٹ گئے ہوں۔

☆ اس کے چپٹے پاؤں اسے ریت میں اپنے طویل جسم کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔(93)

یہ وہ چند معلومات ہیں جو جدید حیواناتی سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوئی ہیں جن کے باعث قرآن حکیم میں اونٹ کی تخلیق پر غور کرنے پر زور دیا تھا۔ قدیم تفاسیر میں اونٹ کی صرف ظاہری ساخت پر بات کی گئی مثلاً اتنا بڑے ہونے کے باوجود انسان کا تابع ہونے، سواری کے کام آنے اور گوشت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس پر غور کرنا بیان کیا گیا جب کہ جدید حیواناتی تحقیق کی مدد سے اس کی دیگر خصوصیات سامنے آ گئیں اور ہوسکتا ہے کہ ابھی بھی اللہ تعالیٰ کے اونٹ کی تخلیق کے سربستہ رازوں کے لئے ناکافی ہوں اور آگے چل کے اس کی مزید خصوصیات سامنے آ سکیں جس میں انسان کے لئے کوئی خصوصی سبق رکھا گیا ہو۔

حضرت عزیرؑ کا واقعہ اور جدید سائنس

حضرت عزیرؑ بیت المقدس کے پاس سے گزرے جسے بخت نصر تباہ کر چکا تھا۔ سوچنے لگے کیا اس ہلاک شدہ بستی کا احیاء ثانی ممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کر کے فرمایا

... فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ... (94)

ترجمہ: اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا

حضرت عزیر علیہ السلام کے اس واقع میں بیان شدہ اشیاء کو پہلے صرف ایک معجزاتی کام سمجھ کر ایمان بالغیب کے طور پر مانا جاتا تھا۔ قدیم مفسرین نے انہی باتوں کی اپنے اپنے علم کے مطابق وضاحت کی۔ لیکن اس واقعہ میں پوشیدہ سائنسی راز مشتبہ تھے۔ جن کی وضاحت آج سے پہلے ممکن نہ تھی۔ لیکن آج کی جدید سائنس میں اس واقعہ کو مختلف انداز میں پیش کرنا ممکن ہوا۔ مثلاً اس واقعہ میں سائنسی دلچسپی کی بات یہ ہے کہ دودھ اور انجیر خراب کیوں نہ ہوئے؟ شاید یہ انسان کے لئے ایک پیغام ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کو زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ماہرین اشربہ اور اغذیہ کو اس مہارت اور قابلیت سے ڈبوں میں بند کرتے ہیں کہ سالہا سال خراب نہیں ہوتیں۔ (95)

آج کا انسان سو برس یہ دیکھنے کے لئے زندہ تو نہیں رہ سکتا کہ اس کی محفوظ کی ہوئی اشیاء ٹھیک ہیں یا نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ آنے والے وقتوں میں سائنس اتنی ترقی کر لے کہ خوراک کو زیادہ عرصے تک ذخیرہ کیا جا سکے۔ حضرت عزیر علیہ السلام سے متعلق آیت کے مفہوم کو آبادی میں اضافے کی وجہ سے ہونے والی تشویش کے ختم کرنے یا

بڑھتی ہوئی جنگوں اور فسادات کے دوران خوراک مہیا کرنے جیسے مسائل حل کرنے کے لئے بھی زیر بحث لایا جا سکتا ہے اور سائنس ان خطوط پر مزید تحقیق کر کے واقعے میں دیئے گئے اشارات کو مزید واضح کر سکتی ہے۔

5.3 فصل سوم

متشابہ کلمات اور جدید سائنس

1 ۔ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (آسمان ایک محفوظ چھت)

خلا میں موجود کرّہ ارض کا بیرونی حصہ جو زمین سے نظر آتا ہے آسمان کہلاتا ہے ۔ موجودہ سائنس اسے خلا کہتی ہے ۔قرآن مجید میں چھت یا سائبان کے لئے لفظ 'سقف' استعمال کیا گیا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا... (96)

ترجمہ : اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ۔

عربی کے لفظ 'سقف' سے مراد ایسی چیز ہے جو اوپر ہو اور نیچے والوں کی حفاظت کرے ، یہ کسی میٹیریل مثلاً بجری ، سیمنٹ وغیرہ سے بنی ہوئی بھی ہوسکتی ہے جیسے آج کل استعمال ہوتی ہے ۔ ہمارے مفسرین نے آسمان کے سقف ہونے کی تفسیر اس انداز میں کی ہے لیکن سقف غیر میٹیریل سے بھی ہوسکتی ہے اور سقف سے مراد وہ چیز جو اوپر ہو کر نیچے والوں کی حفاظت کرے ۔موجودہ سائنس نے اگرچہ آسمان کے میٹیریل کا ذکر تو نہیں کیا لیکن اس بات کی ضرور وضاحت کی کہ آسمان بنی نوع انسان کے ساتھ دیگر جانداروں کی حفاظت کرتا ہے ۔جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں آسمان یہ حفاظت درج ذیل طریقوں سے کرتا ہے ۔

☆ خطرناک شمسی شعاعوں سے

سورج کی شعاعیں لہروں کی شکل میں خلا میں سفر کرتی ہیں جنہیں برقی مقناطیسی پٹی کہا

جا تا ہے جو درج ذیل شعاعوں پر مشتمل ہوتی ہیں ۔

۱۔ ریڈیو شعاعیں(Radio Waves)

۲۔ زیرسرخ شعاعیں(Infrared Radiation)

۳۔ دکھائی دینے والی روشنی یعنی عام روشنی

۴۔ بالائے بنفشی شعاعیں(Ultra Violet Rays)

۵۔ ایکس ریز(X-Rays)

۶۔ گاماریز(Gamma Rays)

ان میں سے کچھ شعاعوں کو انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی ۔ ایکس ریز اور گاماریز جانداروں کے لئے خطرناک ہیں ۔ عام روشنی اور زندگی تو لازم وملزوم ہیں جبکہ دیگر شعاعیں نہایت خطرناک ہیں ۔ جب وہ سورج یا کسی اور فلکی جسم سے نکل کر زمین کا رخ کرتی ہیں تو آسمان انہیں روک لیتا ہے ۔ یا دوسرے الفاظ میں فضا کے بالائی اور نچلے طبقات انہیں جذب کر لیتے ہیں چنانچہ خطرناک شعاعوں کے خلاف آسمان ہماری حفاظت کرتا ہے ۔(97)

☆ مقناطیسی ذرات سے

زمین کا اپنا مقناطیسی فیلڈ ہے جس کا ثبوت قطب نما کی سوئی ہے ۔ یہ مقناطیسی فیلڈ لوہے اور نکل کے مائع سے پیدا ہوتا ہے اور یہ فضا میں 38000 میل کی بلندی تک جاتا ہے ۔ سورج کے گرد جو آندھیاں چلتی ہیں وہ برق دار مقناطیسی ذرات چھوڑتی ہیں جو کہ نہایت ہی خطرناک ہیں یہ ذرّات زمین کے مقناطیسی فیلڈ میں پھنس جاتے ہیں اور فضا میں ہی گھومتے رہتے ہیں چنانچہ اس طرح بھی آسمان ہماری حفاظت کرتا ہے ۔

☆ کائناتی شعاعوں سے

عظیم دھماکے (Big Bang) کی باقیات میں طاقتور چھوٹے طول بلد کی کائناتی شعاعیں بھی ہیں جن کا درجہ حرارت تخلیق کائنات کے وقت اربوں درجہ سینٹی ڈگری ہوگا۔اگر کرہ فضائی نہ ہوتا تو یہ شعاعیں زمین پر جانداروں کے لئے نقصان دہ ہوتیں۔ یہ شعاعیں تقریباً روشنی کی رفتار سے زمین سے ٹکراتی ہیں تاہم آسمان ان کی شدت کوکم کر کے ہماری حفاظت کرتا ہے۔

☆ شہاب ثاقب سے

ٹوٹا ہوا ستارہ جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے پہلے خلا میں گرتا ہے اور پھر زمینی فضا میں داخل ہوکر فضا میں موجود ذرات سے رگڑ کھا کر یا تو فضا میں ہی جل جاتا ہے یا اس کا کچھ حصہ زمین پر گر جاتا ہے لیکن کرہ فضائی کی وجہ سے اس کی رفتار اور حجم میں کمی آجاتی ہے۔اس طرح آسمان شہاب ثاقب سے ہماری حفاظت کرتا ہے۔ابھی کچھ عرصہ پہلے یہ واقعہ روس کے شہر یوورول میں پیش آیا جس میں ایک بہت بڑا سیارہ ٹوٹ کر اس علاقے میں گرا لیکن گرنے سے پہلے وہ جل کر ٹوٹ گیا اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل ہوگیا اور ایک وسیع علاقے پر گرا۔اس سے اگرچہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے لیکن ہماری زمین تباہی سے بچ گئی۔اور یوں کرہ فضائی یعنی سقف سہارا ہے اور شہاب ثاقب سے ہماری حفاظت کرتا ہے۔

2۔ عذاب الٰہی اور تقطیع امعاء (آنتوں کا پھٹنا)

علم الاعضاء(Morphology) نے دریافت کیا ہے کہ چھوٹی آنت نظام انہظام کا طویل ترین حصہ ہوتی ہیں جو کہ تقریباً پانچ میٹر تک لمبی ہوتی ہیں اور ان کی تین تہیں ہوتی

ہیں اور یہ ایک جھلی میں بند ہوتی ہیں جس کو مختلف رگیں سینے، پیٹ کے پٹھوں اور جلد سے خوراک مہیا کرتی ہیں۔ یہ رگیں چھونے اور حرارت سے متاثر ہوتی ہیں۔

آنتوں میں درد کی حِس نہیں ہوتی لیکن آنت اگر پھٹ جائے یا جل جائے تو اس میں موجود مواد اس کے ساتھ والے اعضاء میں شدید درد پیدا کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں فوری آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ (98)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ منکرین کے لئے جہنم کی آگ سے پیدا ہونے والے شدید جسمانی تکلیف کا ذکر فرماتے ہیں۔

...وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ○ (99)

ترجمہ: اور انہیں گرم (کھولتا ہوا) پانی پلایا جائے گا، جو ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

قرآن منکرین کو کھولتے ہوئے پانی سے متنبہ کرتا ہے یہ ان کے پیٹوں کو جلا کر رکھ دے گا۔ پہلے مفسرین نے تقطیع امعاء کو واضح نہیں کیا بلکہ اس کا سطحی ترجمہ کیا اور اس میں سربستہ راز میں مکمل اشتباہ تھا۔ لیکن اب اس کی حقیقت علم الاعضاء کی وضاحت سے سامنے آئی کہ آنتیں خود تو حرارت سے متاثر نہیں ہوتیں لیکن جب یہ کٹ جائیں اور گرم پانی جھلی میں داخل ہو جائے تو یہ سینے اور پیٹ کے پٹھوں کو، جو صرف چھونے اور حرارت سے متاثر ہو سکتے ہیں، بری طرح جلا کر درد کی شدید ترین صورت پیدا کرسکتی ہیں۔

اس طرح جلد کی جلن، آنتوں کی جلن سے بہت کم تکلیف دہ ہوگی اور یہ تکلیف مستقل ہوگی اور بار بار ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ج لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ط كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ O (100)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں، اور نہ ان سے ہلکا کیا جائے گا دوزخ کا کچھ عذاب، اسی طرح ہم ہر ناشکرے کو عذاب دیتے ہیں۔

طبی سائنسی تحقیق نے واضح کیا کہ امعاء کی تقطیع کیوں شدید درد کا باعث بنے گی اور قرآن نے اس پر شدید تنبیہ کیوں کی؟

3۔ بَنَانَه (انگلیوں کے پوروں کے نشانات)

انگلیوں کے نشانات استقرار حمل کے چوتھے مہینے میں بنتے ہیں اور تا حیات انسان کے لئے منفرد رہتے ہیں۔ ہر انسان کے انگلیوں کے نشانات مختلف ہوتے ہیں اور کبھی بھی کسی دوسرے شخص کی انگلیوں کے نشانات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ یہ نشانات کسی بھی شخص کو ڈھونڈنے کا سب سے بہترین ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔ 1858ء میں ایک انگریز سائنسدان ولیم ہرشل نے دریافت کیا کہ انگلیوں کے نشانات ہر ایک کے مختلف ہوتے ہیں۔اس لئے یہ کسی انسان کے خلاف سب سے زیادہ قابل اعتماد گواہی اور ثبوت تصور کئے جاتے ہیں۔ (101)

سائنسدانوں نے مختلف علاقوں، قوموں، نسلوں اور عمروں کے افراد پر تحقیق کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی بھی شخص کے نشانات ایک جیسے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا انکشاف یوں فرمایا :

بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ O (102)

ترجمہ: کیوں نہیں ہم تو قادر ہیں اس پر بھی کہ ٹھیک بنا دیں (دوبارہ) اس کی انگلیوں کے پور پور کو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر انسان کی انگلیوں کے پور تک درست کرنے کی اطلاع دے کر انسانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ انگلیوں کے پوروں میں ایسی کیا خاص بات ہے جن کا تذکرہ اتنی خصوصیت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ اس خصوصیت کو ہمارے قدیم مفسرین نے واضح نہیں کیا بلکہ یہی بتایا کہ انسان کو دوبارہ بالکل اسی شکل و شباہت میں زندہ کیا جائے گا۔ آج سائنس نے اس حقیقت کی بھی تصدیق کر دی ہے کہ کسی بھی طرح کوئی سے دو انسانوں کی انگلیوں کے نشانات ایک جیسے نہیں بنائے جا سکتے لیکن اللہ رب العزت نے تمام دنیا کے افراد کے تمام نشانات کو روز محشر واپس پہلے جیسا بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ انگلیوں کے نشانات اللہ کی تخلیق کا راز ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کے الگ وجود کا بھی مظہر ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انگلیوں کے نشانات جو صرف چند مربع سینٹی میٹر پر محیط ہوتے ہیں پوری دنیا کے انسانوں کے لئے مختلف بنانا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی عظمت، بڑائی اور بزرگی کا واضح ثبوت ہیں۔ اور قرآن کریم کی یہ پیش گوئی جو موجودہ سائنسی انکشاف سے پہلے مشتبہ تھی اب کھل کر سامنے آ گئی ہے اور اس قرآنی لفظ کا مفہوم متشابہ سے نکل کر محکم بن گیا ہے۔

4 ۔ تخلیق مَا بَیْنَ السَّمَآءَ وَالْاَرْض (زمین اور آسمان کے درمیان ایک کارآمد تخلیق)

اوزون ایک ایسی گیس ہے جس آکسیجن کے تین ایٹم آپس میں جڑے ہوتے ہیں ۔ اووزون گیس کی تہہ زمین کی سطح سے تقریباً 20 سے 30 کلومیٹر کی بلندی پر پائی جاتی ہے ۔ اس کی موٹائی موسم اور جغرافیائی حالات کے مطابق مختلف جگہ پر مختلف ہوتی ہے ۔ اوزون گیس کی تہہ 1913ء میں فرانسیسی ماہرطبعیات چارلس فیبری (Charles Fabry) اور ہینری بویسن(Henri Buisson) نے دریافت کی لیکن قرآن کریم نے اس کے بارے میں بہت پہلے ان الفاظ سے ذکر کیا ۔ (103)

ارشاد خداوندی ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ O (104)

ترجمہ : اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان کو اور زمین کو اور جو ان کے درمیان میں ہے کھیلتے ہوئے (فعل عبث)

یا اس آیت کا ترجمہ استفہامی انداز میں یوں کیا گیا ہے :

ترجمہ : اور کیا ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان اور زمین کو اور جو اس کے درمیان میں کھیل رہا ہے ؟

اور اسی طرح ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے درمیان اس کارآمد گیس کی تخلیق کی طرف یوں بیان فرمایا :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلاً ... (105)

ترجمہ : اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے باطل بیکار (خالی از

حکمت) نہیں پیدا کیا۔

آج جدید سائنس نے قرآن حکیم کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان موجود چیز واقعی کتنی کارآمد اور مفید ہے۔ اوزون کی تہہ سورج سے آنے والی بالائے بنفشی شعاعوں (Ultra Violet Rays) کو 97 سے 99 فیصد تک جذب کر لیتی ہیں جو زمین پر موجود زندگی کے لئے انتہائی خطرناک ہوسکتی ہیں۔ (106)

ان آیات کی تفسیر پہلے صرف ابہامی انداز میں کی جاتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کے درمیان ایک کارآمد چیز کی تخلیق کی، لیکن کوئی مفسر پہلے اس کارآمد چیز کی وضاحت نہ کرسکا۔ ان کے بیان میں ابہام اور اشتباہ اور یہ آیات اپنے مفہوم کے اعتبار سے متشابہات میں سے تھیں لیکن جدید سائنس نے تخلیق مَا بَيْنَ السَّمَآءَ وَالْاَرْض کی وضاحت کی اور اس کا مفہوم اب واضح ہوا۔

5۔ شُوَاظ (آگ کا شعلہ) اور نَار فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَة (ستون کی شکل میں بلند ہونے والی آگ)

ایٹم بم موجودہ دور کا سب سے خطرناک ہتھیار ہے جو نہ صرف پھٹنے کے بعد تباہی مچاتا ہے بلکہ اس کے کئی سالوں بعد بھی اس کے اثرات موجود رہتے ہیں۔

یہ ایسی آگ ہے جس کا بچاؤ ناممکن ہے۔ گولی اور بم کے مقابلے کے لئے بلٹ پروف اور بم پروف اشیاء موجود ہیں جبکہ ایٹم بم کے مقابلے کے لئے کوئی انتظام ممکن نہیں ہے۔ اگر وقتی طور پر اس سے بچاؤ کر بھی لیا جائے تو بھی چونکہ اس کے اثرات کئی سالوں تک رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایٹم بم کی درج بالا حقیقت کو پہلے سے بیان فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

۱۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِO (107)

ترجمہ: تم پر آگ کا شعلہ اور پگھلا ہوا تانبا چھوڑا جائے گا اور تم مقابلہ نہ کرسکو گے

۲۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ..... فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ O (108)

ترجمہ: ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی ۔۔۔ان کو اس میں موند دیا ہے لمبے لمبے ستونوں میں

درج بالا آیات میں آگ کے ایسے دھماکوں کا ذکر ہے جو ایٹم بم کی خصوصیات کے حامل ہیں۔قدیم مفسرین نے ان آیات کا ترجمہ اور تشریح روایتی انداز میں کی ہے۔لیکن اس کی تفصیل ذکر نہیں کی۔لیکن اب جدید سائنس کے طفیل ایٹم بم کے ایجاد ہونے سے پتہ چلا کہ اس آگ کا ذکر ہے جو اللہ تعالٰی کے عذاب کی شکل میں دنیا اور آخرت میں بے راہ کو دیا جائے گا اور بالکل ایٹی دھماکوں کی شکل میں ہوگا جس میں پگھلا ہوا تانبا استعمال ہوگا اور دھماکے کے بعد اس میں سے ستونوں کی شکل میں آگ کے شعلے بلند ہوں گے اور وہ آگ ہر چیز کو بھسم کردے گی۔

6۔ سَبْعَ سَنَابِلَ اور سَبْعَ مِّائَةُ حَبَّةٍ (سات سٹے اور سات سو دانے)

اللہ تعالٰی کی قرآن میں بیان کردہ ہر مثال میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ... (109)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے

ایک دانہ، اس سے اگیں سات بالیں ہر بالی میں سوسو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے۔

اس آیت مبارکہ میں زراعت کے بارے میں ایک ہدف کا تعین کیا گیا ہے کہ غلہ دار اجناس کے ایک دانے سے سات سو دانے یا اس سے بھی زائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ (110)

1960ء کی دہائی میں آنے والے سبز انقلاب کے بعد ماہرین ایک دانے سے تقریباً 100 دانے حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

اس وقت ہمارے ملک کی مجموعی اوسط پیداوار 27 من فی ایکڑ ہے یعنی ایک دانے سے 100 دانے حاصل ہونے کی صورت میں پیداوار 27 من فی ایکڑ ہے اگر اپنی تحقیق، جستجو اور لگن سے ایک دانے سے 700 دانے (یعنی سات گنا) حاصل کئے جائیں تو ہماری اوسط پیداوار 189 من فی ایکڑ ہوسکتی ہے۔ گویا ارشاد ربانی کے مطابق گندم کی پیداوار میں 162 من فی ایکڑ کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ (111)

یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ جب آبادی میں اضافہ ہوگا اور قابل کاشت رقبہ میں کمی آئے گی تو کم زمین بھی زیادہ اناج دے کر خوراک کی کمی کا مسئلہ حل کر دے گی۔ اس لئے آبادی میں اضافے سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

اس زرعی تحقیق سے پہلے درج بالا آیت کا مفہوم مفسرین نے روایتی انداز میں صرف ایک مثال تک محدود رکھا لیکن وہ زرعی میدان میں پیداوار کی صلاحیت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کے پاس اس زرعی حقیقت کے انکشاف کے لئے وسائل نہ تھے۔ چنانچہ ایک دانے سے سات سٹے اور ہر سٹے سے ایک سو دانے اور مجموعی طور پر

ایک دانے سے سات سو دانے بلکہ اس سے بھی زیادہ کی نشاندہی نہ کر سکے۔ لیکن جدید زرعی تحقیق نے اس سے پردہ اٹھایا اور آیت کا مفہوم اشتباہ سے نکل کر محکم ہو گیا۔

7۔ رَعۡدٌ وَّبَرۡق (کڑک اور چمک)

قرآن نے لفظ برق کا ذکر پانچ آیتوں میں کیا اور حکمت کی بات یہ ہے کہ اس کا ذکر پانی اور بادلوں کے ضمن میں ہوا ہے۔ درج ذیل آیات اس ضمن میں موجود ہیں:

۱۔ اَوۡ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ ...(112)

ترجمہ: یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

۲۔ هُوَ الَّذِیۡ یُرِیۡکُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّیُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَO (113)

ترجمہ: وہی ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی، ڈر کو اور امید کو اور اٹھاتا ہے بادل بھاری

۳۔ وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ یُرِیۡکُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً...(114)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے یہ کہ دکھلاتا ہے تم کو بجلی ڈر اور امید کے لئے اور اتارتا ہے آسمان سے پانی

۴۔ یَکَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَهُمۡ ؕ کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمۡ مَّشَوۡا فِیۡهِ ۙۗ وَاِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَاَبۡصَارِهِمۡ...(115)

ترجمہ: قریب ہے کہ بجلی اچک لے ان کی آنکھیں، جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں

اس کی روشنی میں ، اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر
چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھ

۵۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْ قَدَنَارًا ج فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ
وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ○ (116)

ترجمہ: ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کیا آگ نے
اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو
اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے۔

ان آیات میں بادلوں ، اندھیروں کا ذکر ہے اور پھر بادلوں میں خوفناک کڑک
کا ذکر ہے اور اس کڑک کے نتیجے میں انتہائی طاقت ور روشنی کا ذکر ہے۔ جو اپنی طاقت
کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی سلب کر لے اور جس چیز پر پڑے تو اسے ٹکڑے
کر دے اور اپنی تپش اور گرمی کی وجہ سے بھسم کر دے۔

نیز آیت نمبر 5 میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مثال دی ہے جس نے آگ جلائی
اور ماحول کو روشن کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی روشنی چھین لی اور اسے اندھیروں میں
بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔ آج ماحول اور حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں تو یہ مثال
سمجھ آجاتی ہے۔ انسان نے بجلی کی مدد سے آسائش اور آسودگی تو حاصل کر لی لیکن وہ اپنا
مقصد تخلیق بھول چکا ہے۔ بجلی نے انسان کے باہر کے ماحول کو تو روشن کر دیا لیکن یہ
انسان اپنی اصل بھول کر اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔

رعد ، برق اور بادلوں پر سائنسی تحقیق سے پہلے ان آیات میں رعد اور برق کا
مفہوم واضح نہ تھا اور مفسرین نے ان کا مفہوم خوفناک کڑک اور روشنی سے کیا۔ لیکن آج
جدید سائنس نے جب اللہ تعالیٰ کے قوانین فطرت کے استعمال سے بجلی ، اس کی طاقت

اور اس کے کارناموں سے پردہ اٹھایا تو درج بالا آیات کا مفہوم واضح ہوا اور اشتباہ کے دائرے سے نکل کر محکم کے دائرے میں داخل ہوا۔ اور انسان کو علم ہوا کہ بادلوں میں مثبت اور منفی بار کی وجہ سے بجلی پیدا ہوتی ہے اور یہ انتہائی طاقتور ہوتی ہے اور یہی اصول اپنا کر انسان نے رگڑ اور پانی سے زمین پر بجلی ایجاد کی۔

8۔ مَواقِعِ النُّجُوْم (ستاروں کے ٹوٹ کر غائب ہونے کی جگہ)

بلیک ہول یا سیاہ شگاف وہ جگہ ہے جہاں زمان و مکان کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور کشش ثقل اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ روشنی بھی اس میں سے نہیں گزر سکتی۔ سیاہ شگاف خلاء میں نہ دکھائی دینے والا نامعلوم مقام ہے جن کے بارے میں بہت ساری معلومات تو موجود ہیں لیکن ان کی تلاش موجودہ ماہرین فلکیات کے لئے اب بھی ایک چیلنج ہے۔

بلیک ہول یا سیاہ شگاف کے بننے کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں ان میں سے ذیل میں صرف اس کا ذکر کیا جائے گا جو قرآن کریم کی آیت سے ملتا ہے۔

اربوں کھربوں سالوں کے بعد جب کوئی ستارہ منہدم یا فنا ہو جاتا ہے تو اس کے مادے کی کثافت اضافی میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی اپنی روشنی بھی باہر نہیں نکل سکتی اور پھر یہ نہ دکھائی دینے والا ستارہ بن جاتا ہے۔ مختصراً ایک فنا شدہ ستارہ خلاء میں ایک گڑھا یا شگاف یا سوراخ چھوڑ جاتا ہے جسے انگریزی میں 'بلیک ہول' کا نام دیا گیا ہے۔[117]

قرآن کریم میں ارشاد ہے

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ○ [118]

ترجمہ: پھر جب تارے مٹائے جائیں

ستارے کے بلیک ہول میں تبدیل ہونے کے عمل کے دوران ان کی چمک دمک سورج کے مقابلے میں ایک ہزار تا دس ہزار گنا کم ہوجاتی ہے اور کثافت بڑھ جاتی ہے۔ (119)

اس سلسلے میں قرآن کریم میں مزید ارشاد ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ O (120)

ترجمہ: سو میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے ڈوبنے کی

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک انتہائی اہم راز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قدیم مفسرین مَوَاقِعِ النُّجُوْم کا ترجمہ ستاروں کا گرنا یا چھپنا کرتے ہیں لیکن جدید سائنس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ مَوَاقِعِ النُّجُوْم سے مراد کائنات کے وہ نامعلوم مقامات ہیں جہاں ستارہ فنا ہوکر غائب ہوجاتا ہے جسے بلیک ہول کا نام دیا گیا ہے۔ (121)

بلیک ہولز سینۂ کائنات میں درحقیقت نہ دکھائی دینے والے مقامات ہیں مگر آج کے جدید سائنسی طریقوں سے ایسے مقامات کی نشاندہی ہوگئی ہے۔ سائنسی نقطۂ نگاہ سے یہ مرنے والے ستاروں کی قبریں ہیں۔ چونکہ بلیک ہولز ستاروں سے بنتے ہیں جو اپنی زندگی کے آخری مراحل میں بلیک ہولز میں تبدیل ہوجاتے ہیں یہ بیسویں صدی کی سائنس کی دریافت ہیں۔ لیکن اس نکتہ نظر کو قرآن کریم نے بہت پہلے درج بالا آیات میں پیش کیا ہے۔ (122)

بلیک ہولز کے مفہوم کی وضاحت قدیم مفسرین کے لئے ممکن نہ تھی اس لئے انہوں نے اس کا مطلب ستاروں کا بے نور ہوکر چھپ جانا کیا ہے۔ موجودہ سائنسی تحقیق نے اس

راز سے پردہ اٹھا کر اس اشتباہ کو ختم کر کے وضاحت کر دی ۔

9 ۔ اصعاد اور ضیق صدر (فضا میں بلند ہونا اور تنفس میں بے چینی)

قرآن حکیم نے بلندی پر جانے سے پیدا ہونے والی بے چینی کی طرف بہت پہلے اشارہ فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے :

...وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (123)

ترجمہ : اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے ، کر دیتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ ، گویا وہ زور سے چڑھتا ہے آسمان پر ، اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے والوں پر

تقریباً ایک سو سال قبل انسانی جسم کے بلندی پر جانے پر ہونے والے اثرات پر تحقیقات شروع کی گئیں ۔ طبِ ہوائی سفر نے اس کی بہت ساری وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے سانس میں دشواری سے متعلق دو بڑی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں ۔

ا ۔ بلندی پر آکسیجن کی کمی

ہم زمین سے جتنا اوپر جاتے ہیں ، ہوا کا دباؤ اتنا ہی کم ہو جاتا ہے جو پھیپھڑوں اور خون سے آکسیجن اور ہائیڈروجن کے گزرنے کے عمل کو آہستہ کر دیتا ہے ۔

۲ ۔ ہوا کے دباؤ کی کمی

ہوا میں دباؤ کی کمی معدے میں موجود گیسوں کو بڑھا دیتی ہے جس کی وجہ سے آنتیں اوپر کی طرف پھیل کر پھیپھڑوں کو کھلنے سے روک دیتی ہیں ۔

آکسیجن کی کمی سے پیدا ہونے والی صورتحال کی علامات جن کا تعلق ہوا کے دباؤ، بلندی اور خون میں آکسیجن کی مقدار سے ہے، درج ذیل ہیں:

☆ سطح سمندر سے تین کلومیٹر اوپر تک آکسیجن کی کمی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی اور دن کے اوقات میں نظر پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

☆ سطح سمندر سے تین سے پانچ کلومیٹر تک جسم کا نظام اس طرح کام کرتا ہے کہ وہ آکسیجن کی کمی کی علامت ظاہر نہیں ہونے دیتا یہاں تک کہ اس حالت میں رہنے کا دورانیہ بڑھ نہیں جاتا یا انسان اپنی اس حالت میں رہنے کی کوشش سے تھک نہیں جاتا۔ اس دورانیے میں سانس، نبض، بلڈ پریشر اور خون کے بہاؤ میں تیزی آجاتی ہے۔

☆ یہ کیفیت سطح سمندر سے پانچ سے آٹھ کلومیٹر تک کی بلندی تک رہتی ہے۔ اس عرصہ میں جسم کا نظام بالخصوص پھیپھڑے اپنا کام مکمل طور پر انجام نہیں دے سکتے اور نہ ہی آکسیجن کی ضروری مقدار فراہم کر سکتے ہیں۔ اس سارے عمل کے دوران انسان تھکاوٹ، سردرد، نینداور سانس لینے میں رکاوٹ محسوس کرتا ہے۔ ہوا میں دباؤ کی کمی کی وجہ سے پھیپھڑوں اور خون سے آکسیجن نکل جاتی ہے جس کے باعث پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں اور سینہ جکڑا جاتا ہے۔

☆ آٹھ کلومیٹر سے اوپر کی بلندی پر انسان اپنے اعصابی نظام کے ناکام ہونے کے باعث ہواس کھونے لگتا ہے اور صورتحال پیچیدہ ہوجاتی ہے۔(124)

موجودہ سائنس نے بلندی پر جانے اور سانس کی تنگی کے قرآنی اشارے کی

وضاحت کردی اور بتایا کہ آسمان کی طرف جاتے ہوئے سینے کا تنگ ہو جانا اور سانس لینے میں دشواری ہونا، یہ قانون قدرت کے تحت ہے اور جتنا بلندی میں اضافہ ہوگا سینہ اتنا ہی تنگ ہو جائے گا اسی لئے خلاء باز اپنے ساتھ آکسیجن کا سلینڈر ساتھ رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے بہت پہلے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا جب انسان کچھ فٹ اوپر تک نہیں اُڑ سکتا تھا شاید اس وقت کے انسان نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کی سوچ میں تو جو شخص بلندی کی طرف جائے گا اسے زیادہ تازہ ہوا، زیادہ فرحت اور زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ (125)

خلائی سائنسی انکشاف سے قبل لوگ اس آیت کو تخیل قرار دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ قرآن نے خلاء کی معراج کو استعاراً بیان فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ آیت مبارکہ خلاء کی تسخیر کی پیشن گوئی ہے جو کئی سو سال بعد پوری ہوئی ہے۔

ہمارے قدیم مفسرین نے آسمان کی طرف چڑھائی کو حقیقت نہ سمجھا بلکہ اس بات کو ایک تمثیل کے طور پر سمجھا اور آیت کی تفسیر اسی انداز میں مبہم طریقے سے کی، جس میں غموض اور اشتباہ رہا۔لیکن خلائی تحقیق کے بعد اس آیت کا صحیح مفہوم واضح ہوا اور اشتباہ ختم اور آیت کا مفہوم محکم ہوا اور آج ہوا میں بہت اونچائی تک جانا اور بادلوں سے بھی اوپر پرواز کرنا روزمرہ کا کام ہے۔ جہازوں کی آمدورفت عام ہے۔ یہ سمندروں اور براعظموں کو عبور کرتے ہیں، زمین کے گرد چکر لگاتے ہیں اور اتنی اونچائی تک ہوا میں چلے جاتے ہیں جہاں ہوا اتنی پتلی ہو جاتی ہے کہ ایک پرندے کو سہارا نہیں دے سکتی۔ (126)

10۔ نباتات اور ازواج (پودے اور جوڑے)

سائنسی تحقیق سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پودوں کے بھی انسانوں کی طرح جوڑے (نر اور مادہ) ہوتے ہیں یا ایسے پودے جس کا نصف حصہ نر اور نصف حصہ مادہ ہوتا ہے اور وہ خود کو بار آور کرتے ہیں۔

اس حقیقت سے پردہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں اٹھا لیکن قرآن کریم نے پودوں اور ان کے درمیان نر اور مادہ کا ہونا بہت پہلے بتا دیا تھا۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ۝ (127)

ترجمہ: پاک ذات ہے جس نے بنائے جوڑے سب چیزوں کے اس قسم سے جو اگتا ہے زمین میں اور خود ان میں سے اور ان چیزوں میں کہ جن کی ان کو خبر نہیں

۲۔ ...وَمِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیۡهَا زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ... (128)

ترجمہ: اور ہر میوے کے رکھو اس میں جوڑے دو دو قسم کے

۳۔ ...وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ۝ (129)

ترجمہ: اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی اور پھر اگائے اس میں ہر ایک قسم کے جوڑے خاصے

۴۔ ...وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی۝ (130)

ترجمہ: اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس میں سے ہر قسم کے پودوں کے جوڑے

قدیم مفسرین نے زَوج کا ترجمہ 'ہر قسم' یا گوناگوں نباتات' کیا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق سے پہلے کسی کے ذہن میں ایسی بات آہی نہ سکی کہ پودوں کے جوڑے ہونا بھی ممکن ہے اس طرح ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا۔

علم نباتات میں 'عمل زیرگی'(Polination) ایک مستقل باب ہے جس کے ذریعے دنیا بھر نباتات میں پائے جانے والے اس 'قانون ازدواج' کا مطالعہ کر کے ان کے مختلف ضوابط کی درجہ بندی کی گئی ہے۔(131)

اب تک دنیا میں پودوں کی تقریباً ساڑھے چار لاکھ اقسام دریافت ہو چکی ہیں اور ان میں عمل زیرگی کا طریقہ مختلف ہے کیونکہ کچھ پودوں میں نر اور مادہ پھول الگ الگ ہوتے ہیں اور کچھ اقسام میں ایک ہی پودے میں دونوں ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔ جب تک نر پھول کا زیرہ(Pollen Grains) (سفوف کی طرح کے زردانے) مادہ پھول کی زیرہ دانی(Stigma) میں نہیں پہنچ پاتے، مادہ پھول بارآور نہیں ہوسکتا۔ اس عمل کی تکمیل درج ذیل طریقے سے ہوتی ہے:

☆ یہ زردانے پتنگوں، تتلیوں اور شہد کی مکھیوں، بھونرے جیسے حشرات کے پیروں سے چپک کر ایک پھول سے دوسرے پھول تک منتقل ہوتے رہتے ہیں جو خوراک کی تلاش یا رس چوسنے کی وجہ سے ان پھولوں پر بیٹھتے ہیں اور اس طرح نادانستہ طور پر کارخانۂ قدرت کا ایک اہم فریضہ انجام دیتے ہیں۔(132)

☆ پرندے، چوہے، گلہری جیسے جانور بھی یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

☆ دریاؤں میں اگنے والے پودوں کا پولن پانی میں سفر کرتا ہے۔

☆ ہوائیں پولن کی تقسیم کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں کیونکہ ہوا سے پودے ہلتے ہیں تو

پولن مادہ پھول پر گر جاتا ہے مزید برآں ہوائیں پولن کو اُڑا کر دوسری جگہ بھی منتقل کر دیتی ہیں ۔ ہوا کے اس عمل کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے ۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ... (133)

ترجمہ: اور چلائیں ہم نے ہوائیں اوس بھری

عربی زبان میں لقح کے معنی ہیں حمل کرنا ،لَقِحَتِ الْمَرْأَةُ یعنی عورت حاملہ ہوگئی نیز حاملہ اونٹنیوں کے لئےلَوَاقِح اور رِیْحٌ لَا قِحٌ یعنی بارور کر دینے والی ہوا استعمال ہوتا ہے ۔ (134)

ہمارے قدیم مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کو صرف 'بادلوں سے پُر، پانی سے پُر' اور رس بھری ہواؤں تک محدود کیا تھا جس کی وجہ سے ایک بہت اہم انکشاف ایک عرصہ تک واضح نہ ہوسکا اب جدید سائنس نے قرآن کریم کی اس نشاندہی کی تصدیق کی ہے ۔

بہت ساری اجناس اور مختلف قسم کی گھاس وغیرہ ہوا کے ذریعے بارآور ہوتی ہیں اور ہوا صرف بارآوری کا عمل ہی سرانجام نہیں دیتی بلکہ زمین پر پودوں کے بیج بکھیرنے کا بھی اہم ذریعہ ہے ۔ (135)

11۔ اِخراج خَضِر، پودے سے سبز مادہ (کلوروفل) نکلنا

پودے سبز مادے (کلوروفل) کے بغیر اپنی خوراک تیار نہیں کر سکتے ۔ سائنسی تحقیق کے مطابق سبز مادے (کلوروفل) ہی کی بدولت پیڑ پودوں میں غذا تیار ہوتی ہے جس کی نشاندہی قرآن حکیم نے بہت پہلے کی ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

...فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا

مُّتَرَاكِبًا... (136)

ترجمہ: پھر نکالی ہم نے اس سے اگنے والی ہر چیز پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا

قرآن حکیم کے مطابق پودوں میں سے ہی ایک چیز جس کے لئے خَضِر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے سبز رنگ کی چیز اور مزید وضاحت بھی کر دی کہ اسی سبز مادے سے ہی ہر قسم کے غلّے اور پھل بر آمد ہوتے ہیں۔ (137)

قدیم مفسرین نے اس آیت کی تفسیر صرف ظاہری لفظ کے ترجمے سے کی اور اس سے سبزا اور تر و تازہ ترکاریاں اور ہری بھری کھیتیاں مراد لی ہیں لیکن جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس سبز مادے یعنی کلوروفل کے بغیر پودے کے لئے کسی قسم کی خوراک کا بننا ناممکن ہے۔ اس جدید نباتاتی تحقیق سے آیت کا مفہوم پہلے سے واضح ہوا اور نباتاتی دنیا میں ایک حقیقت کی نشاندہی قرآنی آیت سے ہوئی، جس کی تصدیق جدید نباتاتی سائنس نے کی جو اس سے پہلے قدیم مفسرین کی نظروں سے اوجھل تھی۔ اس تحقیق سے آیت مذکورہ کے مفہوم کا اجمال واضح ہوا اور آیت اشتباہ کے دائرے سے نکل کر محکم میں شامل ہوگئی۔

12۔ پہاڑوں کے لئے اَوْتَاد (تکونی میخیں) اور رَوَاسِيَ (لنگر) کے الفاظ

پہاڑوں کو دیکھ کر اللہ جل شانہٗ کی ہیبت، قدرت اور جلال کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہاڑ زمین کا وہ حصہ ہیں جو اپنے ارد گرد کے علاقے سے اوپر کی طرف ایک چوٹی کی طرز پر ہوتے ہیں۔ زمین کے تقریباً ہر حصے میں پہاڑ پائے جاتے ہیں دنیا کے تقریباً پانچویں

حصے پر محیط ہیں اور دنیا کی ساری آبادی کے تقریباً دسویں حصے کو رہائش مہیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً 2 ارب لوگوں کا انحصار پہاڑی علاقوں کے قدرتی ماحول میں موجود خوراک، لکڑی اور معدنیات پر ہے۔ دنیا کا 80 فیصد صاف پانی پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ (138)

ان تمام فوائد کے علاوہ پہاڑ زمین کا توازن برقرار رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں کیونکہ قشرۂ ارض یعنی زمین کی سب سے اوپر والی سطح بہت باریک ہے جو تقریباً 2 سے 3.5 کلومیٹر تک ہے لہٰذا اس کے ڈگمگانے کے بہت زیادہ امکانات ہیں پہاڑ اس مشکل پر قابو پانے کے لئے خیموں کے کیل کی طرح ہوتے ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَّالۡجِبَالَ اَوۡتَادًاO (139)

ترجمہ: اور (بنایا) پہاڑوں کو میخیں

لفظ اَوۡتَادًا کا مطلب ہے کیل یا میخ۔ جیسی میخیں خیمہ کو نصب کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اسی طرح پہاڑ بھی ارضیاتی تہوں کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ (140)

جدید علم ارضیات کی رو سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پہاڑوں کی جڑیں زمین میں دور تک پھیلی ہوتی ہیں اور جو حصہ ہمیں نظر آتا وہ اس کا بہت چھوٹا جزو ہوتا ہے۔ پہاڑ زمین کی سطح پر ہلکی تشکیل (Lighter formation) اور سمندروں کے پیندوں میں بھاری تشکیل کے درمیان مساوی سکونی توازن برقرار رکھتے ہیں، جسے انگریزی (Isostatic Balance) کہتے ہیں۔ (141)

سائنس کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ پہاڑوں کے گہری جڑیں رکھنے کا نظریہ صرف ڈیڑھ صدی پہلے 1865ء میں رائل اسٹرانومر (برطانوی شاہی فلکیات دان) سر جارج

ایرَی نے پیش کیا تھا۔[142]

پہاڑوں کا ذکر قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں آیا ہے جس میں پہاڑوں کے لئے رواسی (لنگر) کا لفظ بھی ذکر ہے۔ اور پھر ان آیات میں پہاڑوں کے بہت سے فائدے بھی بتائے گئے ہیں۔

اس ضمن میں درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِھِمْ ص وَجَعَلْنَا فِیْھَا فِجَاجًا سُبُلاً ...[143]

ترجمہ: اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ وہ ان (لوگوں) کے ساتھ جُھک نہ پڑے اور ہم نے اس میں کشادہ راستے بنائے

۲۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَاَنْھٰرًا وَّسُبُلًا ...[144]

ترجمہ: اور اس نے زمین پر پہاڑ رکھے کہ تمہیں لے کر (زمین) جُھک نہ پڑے اور دریا اور راستے (بنائے)

۳۔ وَجَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِھَا وَبٰرَکَ فِیْھَا ...[145]

ترجمہ: اور اس نے اس (زمین) میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی

قدیم مفسرین نے اوتاد اور رواسی کے ترجمے میں صرف میخوں اور لنگر کے الفاظ سے وضاحت کی لیکن تفسیر میں ان دو مختلف الفاظ کے اصل فرق کو واضح نہیں کیا اور بس یہی بتایا کہ پہاڑوں نے زمین کا توازن قائم کیا ہوا ہے۔ لیکن وہ اس بات کی تشریح نہیں کر سکے کہ یہ توازن کیسے ممکن ہوا۔ موجودہ سائنسی تحقیق نے اس بات سے پردہ اٹھایا اور بتایا کہ زمین پر پہاڑوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو تکونی میخوں کی طرح زمین کے بہت اندر درخت کی جڑوں کی طرح گھسے ہوئے ہیں اور زمین

کا توازن قائم رکھے ہوئے ہیں اور دوسرا پہاڑوں کا وہ سلسلہ ہے جو زمین کو پانی پر تیرنے سے روکنے کے لئے لنگر کا کام دے رہے ہیں اور یہ زمین پہلے پانی پر تیر کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی جاتی تھی ۔ پہاڑوں کے اس سلسلے کے پیدا ہونے کے بعد رک گئی ۔ اوتاد اور رواسی کے الفاظ کی مکمل تفصیل جدید سائنسی تحقیق کے بعد ممکن ہوئی اور یہ الفاظ جو اپنے اصل مفہوم میں اشتباہ رکھتے تھے اس تحقیق کے بعد محکم کے دائرے میں شامل ہو گئے ۔ اسی طرح قرآن حکیم میں پہاڑوں میں برکت کا ذکر آیا ہے ۔ نزول قرآن کے کئی سو سالوں بعد جب پہاڑوں سے معدنیات نکلنا شروع ہوئیں تو ان میں برکت ہونا ثابت ہو گیا ۔ پہاڑوں میں برکت کئی طرح سے ہوسکتی ہے ۔

☆ معدنیات کا وافر مقدار میں نکلنا

☆ پہاڑی علاقوں کا بطور سیرگاہیں استعمال ہونے سے وہاں کے رہائشی لوگوں کے لئے معاش کا انتظام کرنے کے سبب

☆ پہاڑی علاقے صحت افزا مقامات تصور کئے جاتے ہیں ان پر موجود دواؤں میں استعمال ہونے والی جڑی بوٹیوں کی موجودگی کے باعث بھی ان میں برکت ہے ۔

پہاڑوں کے درمیان راستے رکھ دینے سے ایک تو دو پہاڑوں کے درمیان قدرتی راستہ مراد ہے اور دوسرے ایسے پہاڑی سلسلوں میں جہاں دو پہاڑوں کے درمیان قدرتی راستہ نہیں ہے وہاں انسان کو بطور ترغیب یہ بتایا گیا ہے کہ پہاڑ ہیں تو مضبوط لیکن ان کو کاٹ کر اس میں سے خود بھی راستہ بنایا جا سکتا ہے ۔موجودہ دور کی سرنگیں اور ٹنلز ان آیات قرآنی کی تفصیلی تفسیر ہیں ۔

13۔ سماعت (سننا) پہلے اور بصارت (دیکھنا) بعد میں

قرآن حکیم نے سوائے ایک جگہ کے پہلے سماعت کا ذکر کیا ہے اور بعد میں بصارت کا ذکر کیا ہے۔ درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں :

۱۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا O (146)

ترجمہ: بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی

۲۔ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَلَآ اَبْصَارُکُمْ... (147)

ترجمہ: اور تم پردہ نہ کرتے تھے اس بات سے کہ تم کو بتلائیں گے تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں

۳۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ... (148)

ترجمہ: دیکھوتو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں

قرآن کریم میں پہلے سماعت اور بعد میں بصارت کے ذکر کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ ان آیات کی تفسیر میں قدیم مفسرین نے اس بات کا جواب تسلی بخش نہیں پیش کیا اور اس کی کوئی عقلی وجہ بھی پیش نہیں کی جس کی وجہ سے یہ نکتہ ان قدیم تفاسیر میں اشتباہ میں رہا۔لیکن اس نکتہ کی وضاحت جدید سائنس درج ذیل وجوہات کی صورت میں کرتی ہے۔

۱۔ انسانی تخلیق کے عمل میں سماعت، بصارت سے پہلے وجود میں آتی ہے اور سماعت کا عمل پیدائش کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے جبکہ آنکھیں پیدائش کے بعد سے کام کرنا شروع نہیں کرتیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سماعت کا عمل بصارت سے پہلے شروع ہوتا ہے۔

۲۔ کانوں کو آنکھوں پر فوقیت دی گئی ہے کیونکہ یہ نیند میں بھی کام کرتے ہیں اور پیدائش کے فوراً بعد سے کام شروع کرتے ہیں جبکہ دیگر اعضاء میں چند ایک کچھ دنوں اور بعض کچھ سالوں کے بعد کام شروع کرتے ہیں۔

۳۔ پیدائش کے فوراً بعد اگر زور سے آواز نکالی جائے تو بچہ ڈر جاتا ہے جبکہ وہ اپنی طرف آتے ہوئے ہاتھوں یا کسی اور جسم سے خطرہ محسوس نہیں کرسکتا۔

۴۔ آنکھوں کو دیکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہ اندھیرے میں کام نہیں کرسکتیں جبکہ کان دن رات بغیر وقفے کے کام کرتے ہیں۔

۵۔ کان، انسان اور دنیا کے درمیان رابطے کا کام کرتے ہیں۔ اگر سوتے میں کان اپنا کام بند کردیں تو انسان کے لئے بہت سارے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں مثلاً رات میں کسی آواز سے نہیں جاگ سکے گا۔

اللہ رب العالمین نے اصحاب کہف کو کئی سو برس تک سلائے رکھنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَضَرَبۡنَا عَلَىٰٓ ءَاذَانِهِمۡ فِي ٱلۡكَهۡفِ سِنِينَ عَدَدٗا ○ (149)

ترجمہ: پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے

جب کانوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تو اصحاب کہف کئی سو سالوں تک سوئے رہے۔

وہ جگہ جہاں قرآن کریم نے بصارت کا ذکر سماعت سے قبل کیا ہے وہ آیت روز قیامت کے بارے میں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :

وَلَوْ تَرٰٓی اِذِالْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ O (150)

ترجمہ: اور کبھی تو دیکھے جس وقت کہ منکر سر ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے، (اور کہیں گے) اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آ گیا

اس واحد آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے خوفناک مناظر کے تصویر کشی کے دوران بصارت کا ذکر سماعت سے قبل شاید اس لئے کیا ہے کہ اس دن لوگ یہ مناظر پہلے دیکھیں گے اور بعد میں آوازیں سنائی دیں گی ۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک اور دلچسپ امر کی وضاحت ضروری ہے کہ قرآن حکیم میں تمام جگہ سماعت کو واحد کے صیغے کے ساتھ اور بصارت کو تثنیہ کے صیغے سے ذکر کیا گیا ہے ۔ حالانکہ کان بھی دو ہیں اور آنکھیں بھی ۔ اللہ رب العزت قرآن کی سچائی اور گہرائی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ

۱۔ آنکھیں دو کام کرسکتی ہیں کھل بھی سکتی ہیں اور بند بھی ہوسکتی ہیں ۔ اگر انسان کچھ نہ دیکھنا چاہے تو اپنی آنکھیں بند کر کے ایسا کرسکتا ہے لیکن کچھ نہ سننے کے لئے وہ اپنے کان بند نہیں کرسکتا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے سننا پڑے گا ۔

۲۔ کچھ دیکھنے کے لئے انسان کو کوشش (مثلاً گردن گھمانا وغیرہ) کرنی پڑتی ہے جبکہ سننے کے لئے اس کی ضرورت نہیں ۔

اس سے ثابت ہوا کہ آنکھیں دو کام کرنے کی وجہ سے تثنیہ اور کان ایک کام

کرنے کے باعث واحد کے ساتھ آئے ہیں۔

سماعت اور بصارت کی ترتیب، نیز سماعت کی کارکردگی اور بصارت کی کارکردگی میں فرق کی وضاحت نیز بصارت میں بریک لگنے اور کان میں بریک کی دخل اندازی کے نہ ہونے کی وضاحت سے سماعت اور بصارت کے مفہوم کی مکمل تفصیل سامنے آئی جو ان نکات کی وضاحت سے پہلے قدیم مفسرین کی تفسیر میں مکمل انداز میں موجود نہیں۔

14۔ نَاصِیَۃ (پیشانی) کے بالوں سے پکڑنا

اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے بارے میں فرمایا

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ (151)

ترجمہ: کوئی نہیں اگر باز نہ آئے گا، تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے۔

قدیم مفسر علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں پیشانی کے بالوں کا تذکرہ دو وجوہات کی بنا پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ شخص جھوٹا اور گنہگار تھا اور ابوجہل کی ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ جھوٹ اور گناہوں کے باعث اس کا ہر عضو ہی گنہگار تھا۔ دوسرے یہ کہ ابوجہل اپنی پیشانی کے بالوں کا بہت خیال رکھتا تھا انہیں سجاتا سنوارتا رہتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ عربوں میں کسی کو پیشانی کے بالوں سے پکڑنا بہت ہی معیوب اور بے عزتی تصور کیا جاتا تھا۔ (152)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے جہاں نَوَاصِی (پیشانیوں) کا خصوصی ذکر ہے

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِO (153)

ترجمہ: گنہگار اپنے چہرے سے پہچان لئے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لئے جائیں گے

اسی طرح ایک حدیث میں بھی پیشانی کا بھی آپ ﷺ نے خاص ذکر فرمایا:

مسند احمد میں امام احمد ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس میں حضور اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے میرے پروردگار میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔'' (154)

اس حدیث اور اوپر بیان کردہ آیات کے مطابق پیشانی انسان کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے پیشانی کے بالوں کے تذکرے کو اہمیت دی گئی۔ مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں ان باتوں کی وضاحت کی لیکن اس بات کی وضاحت نہ کر سکے کہ پیشانی میں کون سا خاص حصہ چھپا ہے جو انسان کے کردار، اس کے رویے اور اس کے سچا یا جھوٹا، صحیح یا غلط ہونے کو کنٹرول کرتا ہے۔ کیونکہ اس بات کی وضاحت صرف جدید طبی تحقیق سے ہی سامنے آ سکتی تھی۔ آج کی طبی تحقیق نے بتایا کہ انسانی دماغ کے کئی حصے ہیں جن کی مدد سے انسان مختلف کام سرانجام دے پاتا ہے۔ پیشانی کے بالکل پیچھے والے حصے کو پری فرنٹل کارٹیکس (Pre-Frontal Cortex) کہا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی کام اور ذمہ داری انسانی کردار کی بناوٹ ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کا اثر انسان کی قوت فیصلہ پر بھی پڑتا ہے۔

انسانی دماغ اور اس کے مختلف حصوں کی برقی جانچ سے یہ پتہ لگایا جا سکا ہے کہ ایسے مریض اور جانور جن کی پیشانی کسی حادثے کے باعث زخمی یا خراب ہو جائے تو اس شخص یا جانور کا رویہ یکسر تبدیل ہوسکتا ہے وہ کسی غیر اخلاقی حد تک گر سکتا ہے اس کی

یا دداشت جا سکتی ہے اور وہ اپنے ذہن سے مسائل حل کرنے سے قاصر ہوسکتا ہے۔

دماغ کے فرنٹل لوب (جس میں پری فرنٹل کارٹیکس شامل ہوتا ہے) کو جھوٹ بولنے کی شروعات کا مرکز مانا جاتا ہے۔ دماغ کی تمام ایسی سرگرمیاں جن سے جھوٹ کو تقویت ملے یہاں سے شروع ہوتی ہیں اور پھر پیغام رساں اعضاء اس عمل کو انجام دیتے ہیں۔ دماغ کا یہ حصہ غیر اخلاقی حرکات کا موجب بھی تصور کیا جاتا ہے۔ (155)

اس ساری طبی سائنس کی تفصیل کے بعد قرآن کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ناصیہ یا نواصی کے خصوصی ذکر کی وجہ سمجھنے کے قابل ہوئے ہیں کہ پیشانی کے بالوں کو سزا دینے کی حقیقت کیا ہے اور کس وجہ سے خاص طور پر صرف پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ہی گھسیٹنے اور سزا دینے کے پیچھے راز کیا ہے۔ اس سے پہلے ناصیہ اور نواصی کے خصوصی ذکر کی وجہ صرف عربوں کے رواج تک ہی محدود تھی جسے قدیم مفسرین نے بیان کیا۔

15۔ اُمَمٌ اَمْثَالُکُم (انسان اور حیوانی برادری)

قرآن کریم میں اکثر مقامات پر پرندوں اور دیگر حیوانات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعات کے دوران ملتے ہیں۔ اسی طرح انسان، زمین پر حیوانی برادریوں اور آسمان میں پرندوں کے غولوں سے متعلق ارشاد ربانی ہے جو حیوانی طرز عمل کے اشتراک کی نشاندہی کرتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُم... (156)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ ہی کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دونوں بازؤں سے مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح

اس آیت میں قدیم مفسرین نے انسان، دیگر زمینی حیوانات اور پرندوں میں مشترک حیوانی طرز عمل کی وضاحت نہیں کی بلکہ اس کا سرسری جائزہ پیش کیا کہ انسان کی طرح دیگر زندہ چیزیں بھی حیوانی تقاضے رکھتی ہیں ۔ لیکن تفسیر میں ان مشترکہ حیوانی تقاضوں کی وضاحت نہیں کی اور یہ بات اشتباہ میں چھوڑ دی کیونکہ ان کے لئے اس کی مکمل وضاحت کرنا ممکن نہ تھا لیکن جب جدید سائنس نے حیوانی طرز عمل کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ حقیقی طور پر حیوانی برادری کا وجود ہے اور سائنس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ برادری کی تنظیم قائم ہے مثال کے طور پر شہد کی مکھی، جس پر سب سے زیادہ کام کیا گیا ہے اور چیونٹیاں ۔ ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے اور ان دونوں کے ناموں پر قرآن پاک کی سورتیں النحل اور النمل ہیں ۔

شہد کی مکھی کے منظّم اور برادری میں کام کرنے کے چند شواہد

۱۔ چھتہ بنانے میں مہارت

۲۔ راہ ڈھونڈنے کی صلاحیت اور دیگر مکھیوں کو سمت اور جگہ بتانے کا طریقہ

۳۔ ایک جگہ بھیڑ کی طرح رہنا

۴۔ چھتوں میں نمی اور ہوا کی آمد ورفت کے انتظام کو منظّم کرنا: شہد کی مکھیوں میں ایک خاص گروہ ہوتا ہے جو سال کے دس ماہ میں چھتے کا درجہ حرارت 35 ڈگری سینٹی رکھتا ہے بصورت دیگر شہد خراب ہو جائے ۔ (157)

۵۔ چھتے کے داخلی دروازے پر محافظوں کا کھڑا ہونا، جو بیرونی مادے یا کیڑے مکوڑے کو اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں ۔

۶۔ اگر کوئی بڑی چیز چھتے میں داخل ہو جائے جسے باہر نکالنا ممکن نہ ہو تو اس چیز کو حنوط کرلیا جاتا ہے

شہد کی مکھی کی یہ مختلف خصوصیات حیوانی برادری کی تنظیم کی نشاندہی کرتی ہیں جو آیت قرآنی کی تفصیلی تفسیر ہیں جو قدیم تفسیروں میں دکھائی نہیں دیتی۔

اسی طرح چیونٹیاں بھی گروہ کی شکل میں رہتی ہیں۔ سائنسی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ چیونٹیوں کا طرز زندگی انسانوں سے بہت زیادہ ملتا ہے وہ بھی انسانوں کی طرح اپنے مردے کو دفن کرتی ہیں۔ان میں انتہائی نظم وضبط کے ساتھ آپس میں تقسیم کار عمل میں آتا ہے، کام کرنے والی چیونٹیوں کی جماعت پر ایک نگران ہوتا ہے وہ کام کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پیغامات کا تبادلہ بھی کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو کام کے سلسلے میں ہدایات بھی دیتی ہیں، ان کا ایک منظّم بازار بھی لگتا ہے جہاں وہ ایک دوسرے سے اشیائے خورد ونوش کا تبادلہ کرتی ہیں۔موسم سرما کے لئے رزق اکٹھا کرتی ہیں اور اس کی حفاظت کرتی ہیں اگر اکٹھا کی ہوئی خوراک میں نمی پیدا ہو جائے تو اسے باہر نکال کر دھوپ میں سکھایا جاتا ہے۔ چلتے ہوئے ہر دستے کا ایک سردار ہوتا ہے۔ یہ دستہ دوران سفر ایک رقیق مادے سے راستے میں لکیر بناتا جاتا ہے اور خوراک جمع کرنے کے بعد واپس اسی لکیر پر چلتا ہوا واپس آجاتا ہے۔ (158)

چیونٹیوں کے پیغامات کے تبادلے کی خصوصیت کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (159)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر، کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو

چیونٹیوں کی جماعت کے حضرت سلیمانؑ کی فوج سے بچنے کے واقعے کو زمانۂ ماضی میں خیالی قصہ سمجھا گیا مگر آج سائنسی تحقیق نے انکشاف کیا ہے کہ چیونٹیاں واقعتاً اپنے پیغامات کا تبادلہ کرتی ہیں وہ بھی ارتعاشات استعمال کر کے۔ جدید سائنس اس اہم قرآنی انکشاف کو 2009ء میں پاسکی۔ (160)

اسی طرح ہمارے گردو پیش میں ایسے واقعات موجود ہیں جو ہمارے محدود دائرہ سماعت سے کہیں بالاتر ہیں مگر اس کے باوجود انہیں اخذ کیا جا سکتا ہے۔ انسان نے جدید سائنس کی مدد سے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں جن سے وہ ایک مکھی کے چلنے کی آواز میلوں دور سے اس طرح سن سکتا ہے جیسے وہ اس کے کان کے پردہ پر رینگ رہی ہو حتیٰ کہ وہ کائناتی شعاعوں (Cosmic Rays) کے تصادم تک کو ریکارڈ کر لیتا ہے ۔اس طرح کے آلات اب کثرت سے انسان کو حاصل ہو چکے ہیں جو یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اخذ اور سماعت کی ایسی صورتیں بھی ممکن ہیں جو معمولی حواس کے ذریعے ایک شخص کے لئے ناممکن اور ناقابل قیاس ہوں۔ (161)

قرآن کریم نے پرندوں کے بارے میں مزید اشارے اس طرح کئے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ط مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O (162)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھے اڑتے پرندے حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں، کوئی نہیں تھام رہا ان کو سوائے اللہ کے، اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں۔

اس آیت میں پرندوں میں موجود بہت سی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو حیوانی برادری کے مشترک اوصاف کی غمازی کرتا ہے۔ جدید سائنس اور تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ

☆ بعض پرندے مثلاً کبوتر سورج کی شعاعوں کی مدد سے اپنا راستہ ڈھونڈتے ہیں۔

☆ کچھ اقسام کے پرندے رات کے اندھیرے میں اپنا راستہ چاند اور ستاروں کی مدد سے متعین کرتے ہیں اور ہزار ہا میلوں کا سفر طے کرتے ہیں۔ (163)

پرندوں کی نقل مکانی، حیوانی برادری میں پرندوں کی سب سے بڑی نشانی ہے جس پر سائنسی تحقیق نے بہت زیادہ روشنی ڈالی ہے۔ جن میں سے درج ذیل نکات اہم ہیں۔

☆ پرندے بغیر کسی تحفظ اور کسی مشینری کے ہزاروں میل دور سفر کرتے ہیں۔

☆ ترک وطن کے لئے بغیر تجربے اور مہارت، سمت کا تعین کرتے ہیں۔

☆ ترک وطن کے وقت تمام پرندے ایک جگہ موجود نہیں ہوتے لیکن یہ سارے پرندے پہلے ایک مقام پر اکٹھے ہوتے ہیں پھر دوسری جگہ جاتے ہیں۔

☆ جس راستے سے نقل مکانی کرتے ہیں اسی راستے سے واپس آتے ہیں۔

☆ اڑتے ہوئے گرم جسم کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وہ اپنے پر پھیلا لیتے ہیں، اس طرح آرام کر لینے کے بعد اپنے جسموں کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔

☆ مضبوط پرندے مخالف ہوائی لہروں کے مقابلے میں ڈھال بن کر اڑتے ہیں اور

یوں کمزور پرندوں کے لئے راستہ بناتے ہیں۔

☆ کچھ پرندے مثلاً مرغابیاں انتہائی بلندی پر اڑتے ہیں کیوں بلندی پر ہوا کم کثیف ہوتی ہے۔

☆ طوفان سے بچنے کے لئے اپنی سمت تبدیل کر لیتے ہیں۔(164)

مزید برآں جدید سائنس نے ثابت کیا ہے کہ پرندے زمین کے مقناطیسی میدان سے فائدہ اٹھا کر اپنا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ پرندوں کے اجسام میں بھی قطب نما لگا ہوتا ہے۔ ایک اور نظریہ ہے کہ چونکہ پرندوں کی ارواح کو قیامت کے دن حساب کتاب نہیں دینا اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہی روحیں بار بار واپس آتی ہوں اس لئے وہ ان تمام راستوں اور جگہوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔

16۔ قمر (چاند) اور نور (عکسی روشنی)

زمانہ قدیم میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ چاند میں سے اس کی اپنی روشنی پھوٹتی ہے لیکن قرآن نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے چاند کی روشنی کے متعلق درج ذیل آیات میں اس کی روشنی کو نور یعنی عکسی روشنی بتایا۔ اس ضمن میں درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًاO (165)

ترجمہ: بڑی برکت ہے اس کی جس نے بنائے آسمان میں برج اور رکھا اس میں چراغ اور چاند اجالا کرنے والا

۲۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا...(166)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک اور چاند کو اجالا

۳۔ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًاO (167)

ترجمہ: اور رکھا چاند کو ان میں اجالا اور رکھا سورج کو چراغ جلتا ہوا

۴۔ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا O (168)

ترجمہ: اور بنایا ایک چراغ چمکتا ہوا

مذکورہ بالا آیات میں شمس یعنی سورج کی روشنی کے لئے سراج اور وھاج کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کا مطلب ہے ایسی چیز جو خود جلتی ہے، مشعل، جلتا ہوا چراغ وغیرہ۔ (169)

یہ الفاظ سورج کی روشنی کے لئے انتہائی موزوں ہیں کیونکہ سورج احتراق کے عمل کی بدولت روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے اور روشنی بھی وہ جو اس کے اندر آتش گیری کے بعد پھوٹتی ہے۔ (170)

اور چاند کی روشنی کے لئے منیر اور نور کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو چاند کی روشنی کے لحاظ سے انتہائی موزوں ہیں۔ منیر کا مطلب ہے وہ جسم جو کہ منعکس شدہ روشنی دیتا ہو۔ چاند کا منیر ہونا چاند کی اصل ماہیت کے مطابق ہے جو خود روشنی نہیں دیتا بلکہ محض سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے۔ (171)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ سورج اور چاند کے لئے استعمال کئے گئے تمام الفاظ شمس، سراج، وھاج، قمر، منیر اور نور واحد کے صیغہ میں ہیں اس کا مطلب ہے کہ سورج کی خصوصیات چاند میں نہیں اور چاند کی خصوصیات سورج میں نہیں۔

چاند کے لئے استعمال الفاظ میں چاند کو نور اور منیر کہہ کر روشن تو قرار دیا گیا

لیکن روشنی کا منبع اور مصدر قرار نہیں دیا گیا۔(172)

اسی طرح سورج کو وھاج ،سراج اور ضیاء کہہ کر نظام شمسی میں روشنی کا منبع قرار دیا گیا ہے۔

یہ حقیقت کہ سورج روشنی کا منبع ہے اور چاند کی اپنی روشنی نہیں بلکہ سورج کی روشنی کا انعکاس ہے جدید سائنسی تحقیق سے معلوم ہوئی اس وجہ سے نظام شمسی میں چاند گرہن بھی ہوتا ہے۔اس تحقیق سے پہلے قدیم مفسرین اس نکتہ کی وضاحت نہ کر سکے۔

17۔ قمر (چاند) اور اتساق (پانی کا کھینچنا)

انگریزی لفظ Tide جس کا اردو میں ترجمہ 'لہر' کیا جاتا ہے پانی میں اتار چڑھاؤ کے لئے مخصوص ہے۔ یہ لہریں چاند کی کشش کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ چھوٹے پیانے پر یہ لہریں بڑی جھیلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

لہروں کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چاند اور زمین دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ چاند کی کوشش ہوتی ہے کہ زمین پر موجود ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ لے لیکن اللہ تعالیٰ نے زمین میں اتنی قوت رکھی ہے کہ وہ پانی کے سوا ہر چیز کو روک لے۔ پانی چاند کی کشش کی وجہ سے ہر وقت حرکت میں رہتا ہے اور زمین اس کو روک نہیں پاتی اور چاند پانی کو اپنی طرف کھینچ لینے کی کوشش کرتا ہے اور یہ کشش مخصوص دنوں میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ (173)

ہر روز زمین پر دو قسم کے مدّ و جزر وقوع پذیر ہوتے ہیں

۱۔ مدّ و جزر اکبر High Tides

۲۔ مدّ و جزر اصغر Low Tides

سمندر ہر وقت مدّ و جزر اکبر اور مدّ و جزر اصغر کی کیفیت میں رہتا ہے۔ دو مدّ و جزر ہونے میں تقریباً 12 گھنٹے اور 25 منٹ کا فرق ہوتا ہے۔ چاند کی کشش کے باعث ہوا اور کشش کرنٹ پانی کی سطح کو تیز چلا کر موجوں میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ چاند کی کشش سمندر کو چاند کی سمت میں اچھال دیتی ہے۔ سورج، چاند اور زمین کی کشش کی وجہ سے سمندر کی سطح روزانہ تبدیل ہوتی ہے۔ چونکہ چاند زمین کے گرد اور دونوں (چاند اور زمین) سورج کے گرد گھومتے ہیں اس لئے یہ تمام کششیں مل کر دنیا کے سمندروں کے اتار چڑھاؤ کا سبب بنتی ہیں۔ جب چاند اور سورج ایک لائن میں آ جائیں تو اس کشش میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہو جاتا ہے تو اس سے بہت بڑی اور بہت ہی چھوٹی لہریں بنتی ہیں جنہیں سپرنگ ٹائیڈز (Spring Tides) کا نام دیا گیا ہے اور جب چاند اور سورج ایک لائن میں نہ ہوں تو کشش کی دونوں بڑی قوتیں ایک دوسرے کو قطع کرتی ہیں جس کے باعث عام لہریں وجود میں آتی ہیں جنہیں نیپ ٹائیڈز (Neap Tides) کہا جاتا ہے۔ اس طرح مختلف حالات یعنی چاند کی مختلف تاریخوں میں مدّ و جزر کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ (174)

جدید سائنس نے ثابت کیا ہے پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی چاند کے باعث ہی ہوتی ہے۔ چاند صرف سمندر پر ہی اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ ٹھوس زمین پر بھی اپنا اثر رکھتا ہے اس لئے لازمی طور زیر زمین پانی کی حرکت میں بھی یہی عمل اثر انداز ہوتا ہے اور زیر زمین پانی زمین کی رگوں میں حرکت کرتا ہے اور یوں زیر زمین پانی کا خزانہ مختلف زیر زمین چینل (Channel) میں گردش کرتا ہے۔ ان جدید تحقیقات سے قرآن کریم کی آیت کریمہ کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے جسے پہلے مفسرین نے صرف لغوی

معنی سے بیان کیا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ O (175)

ترجمہ: اور قسم ہے چاند کی جب وہ پانی کو کھینچتا ہے۔

اس آیت میں چاند کی اس حالت کو بطور گواہ پیش کیا گیا جب کہ وہ سقے کا کام کرے۔

اسی طرح سِقَایَة: پانی پلانے کا پیشہ اور سُقْیَا یعنی پانی دینا اور استقاء کا معنی بارش مانگنا۔ (176)

اس لئے بارش کے لئے جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نماز استقاء کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعے میں قرآن میں ارشاد ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ... (177)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے بارش مانگی۔

قدیم تراجم اور تفاسیر میں آیت وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَق کا مطلب رویتی انداز میں یہی بتایا گیا ہے 'اور چاند کی (قسم) جب وہ پورا ہو جاتا ہے۔'

اس روایتی ترجمے میں ایک شاندار کائناتی انکشاف کافی عرصے تک منکشف نہ ہو سکا اور مبہم رہا لیکن جدید سائنسی تحقیق نے قرآن کی آیت کے اس عظیم انکشاف کو سامنے لا کر قرآن کریم کے اصل مفہوم کی وضاحت کی اور آیت کے مفہوم کو کائنات کے ایک عظیم اصول قدرت سے وابستہ کیا۔

18۔ رکوب طبقات (فضاء میں انسان کا تدریجی ارتقاء)

زمانۂ قدیم میں چاند کو صرف دُور سے دیکھا ہی جا سکتا تھا اور صرف محاوروں میں استعمال ہوتا تھا کسی نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اس اتنے دور فلکی جسم پر انسانی قدم رکھے جا سکتے ہیں لیکن قرآن نے ایسا ہونے کے متعلق چودہ سو سال پہلے ہی ان الفاظ میں مطلع کر دیا تھا

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (178)

ترجمہ: کہ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی

قدیم مفسرین نے اس آیت میں درجات کی تفسیر نظام فلکی سے ہٹ کر انسان کی روحانی زندگی، نیک لوگوں کا ایک جنت سے دوسری جنت کی جانا، ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا اور بعض نے انسان کی دنیا میں مرحلہ وار ترقی یا ارتقاء کو بیان کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں انسان کا اتنے فاصلے تک سفر کی بات آئی ہی نہیں ہوگی۔ اس لئے انہوں نے آیت کے مفہوم کو نظام فلکی سے ہٹ کر دوسرے رخ میں موڑ دیا۔

مذکورہ آیت کے سیاق وسباق میں نہ صرف زمین سے چاند کی طرف سفر، بلکہ زمین سے دوسرے سیاروں یا کہکشاؤں میں جانے کا اشارہ بھی ہوسکتا ہے۔ (179)

آیت میں انسان کے درجہ بدرجہ نظام فلکی میں اوپر جانے کا ذکر ہے۔ جدید سائنسی ٹیکنالوجی کی بدولت انسان 1969ء میں پہلے چاند تک پہنچا اور اب حال ہی میں مریخ پر اپنا مشن بھیج چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ مزید آگے جانے کی جستجو بھی جاری ہے۔ اس طرح انسان کی چاند، مریخ اور دیگر سیاروں طرف درجہ بدرجہ رسائی نے اس آیت مبارکہ کو بھی متشابہات سے محکمات میں تبدیل کر دیا ہے۔

نظام فلکی میں چاند اور دوسرے سیاروں تک انسان کی رسائی کی پیش گوئی دیگر آیات میں بھی موجود ہے مثلاً سورۃ یوسف کے آخری رکوع میں ارشادِ خداوندی ہے :

وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ O (180)

ترجمہ: اور فضاء اور زمین پر اللہ کی بے شمار نشانیاں ہیں جن پر وہ لوگ اپنے قدم رکھتے ہوئے گزریں گے لیکن پھر بھی راہ حق نہیں پاسکیں گے ۔

19۔ اَهِلَّة (کئی چاند)

چاند کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے :

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ... (181)

ترجمہ: آپ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاندوں کا ، کہہ دیجئے کہ یہ اوقات مقرر ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے

اس آیت میں لفظ اَهِلَّة یعنی جمع کے صیغے میں استعمال ہوا ہے ۔ بظاہر اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہر ماہ نکلنے والے چاند یعنی محرم ،صفر، ربیع الاول وغیرہ کے شروع میں نکلنے والے چاندوں کو جمع کے طور پر لیا گیا ہے ۔ یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ چاند کی مختلف صورتوں کی وجہ سے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی پہلی تاریخ اور چودھویں کے چاند تک اور اسی طرح آخری تاریخ تک چاند جو شکلیں تبدیل کرتا ہے اجتماعی طور پر ان سب کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اوقات کی شناخت سے مراد یہ معلوم کرنا بھی ہو سکتا ہے کہ مہینے کی کون سی تاریخ ہے اور حج ، رمضان اور عید وغیرہ میں کتنے دن باقی ہیں

وغیرہ۔

چونکہ چاند اصل میں تو ایک ہے صرف شکلیں تبدیل کرتا ہے۔ لیکن جدید سائنس کی روشنی میں دیکھا جائے تو اَھِلَّة کا مطلب ایک بہت بڑا سائنسی انکشاف ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام شمسی کے بہت سے چاند ہیں لیکن زمین پر بسنے والوں کے لئے صرف ایک چاند ہے جو انہیں دکھائی دیتا ہے اور اسی سے وہ اپنے اوقات کا تعین کرتے ہیں۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ مشتری کے بارہ چاند ہیں جن میں سے چار تو عام طور پر دیکھے جا سکتے ہیں، زحل کے گرد نو اور یورینس کے گرد پانچ چاند بتائے جاتے ہیں اسی طرح دیگر تمام سیاروں کے کل ملا کر 64 چاند بتائے جاتے ہیں۔ (182)

جدید سائنس قرآن کی ایک سے زائد چاند ہونے کی تصدیق کرتی ہے اس سلسلے میں وقت کے ساتھ ساتھ نئی معلومات کا اضافہ ہوتا رہے گا اور یوں قرآن کے لفظ اَھِلَّة کے مفہوم کی مزید وضاحت ہوگی۔

20۔ قمیصِ یوسف اور ردّ بصر (یوسفؑ کی قمیص اور بصارت کا واپس لوٹ آنا)

حضرت یوسفؑ کے حالات زندگی کے دوران قرآن کریم نے ان کی قمیص کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ جب کسی ایسی چیز کا ذکر مقصود ہو جس میں کوئی نہ کوئی راز پنہاں ہو تو اسے خاص انداز سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اسے پڑھنے والا سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ انبیاء کے معجزات میں کوئی نہ کوئی سائنسی راز

موجود ہوتا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جسے عقل یا سائنس سے ثابت نہ کیا جا سکے۔
اپنی قمیص کے بارے حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا... (183)

ترجمہ: لے جاؤ یہ کرتا میرا اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا۔

پھر جب وہ واپس پہنچے اور انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے ان سے فرمایا تھا تو ان کے کہنے کے مطابق حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی جس کا ذکر قرآن ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا... (184)

ترجمہ: پھر جب پہنچا خوشخبری والا، ڈالا اس نے وہ کرتہ اس کے منہ پر پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا

حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کے غم میں رونے کی وجہ سے چلی گئی تھی اور ان کی آنکھیں رو رو کر سفید ہو گئیں تھیں جن کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ (185)

ترجمہ: اور الٹا پھرا ان کے پاس سے اور بولا اے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی غم سے سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا

حضرت یوسفؑ کی قمیص بظاہر ایک پیغمبر کی قمیص ہونے کے باعث متبرک ٹھہری اور قدیم مفسرین نے اسے صرف ایک پیغمبر کا معجزہ خیال کیا اور قمیص سے رد بصر کا ہونا صرف

ایک معجزاتی عمل قرار دیا۔ لیکن قمیص اور ردبصر کے طبی تعلق کو واضح نہ کر سکے اور وہ مبہم رہا لیکن ڈاکٹر باسط کے طبی انکشاف کے بعد آیت مذکورہ کے مفہوم کی مزید وضاحت ہوئی۔ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی پیغمبر سے ملک مصر کا قانون نہیں تڑوایا بلکہ انہوں نے اپنے بھائی کے سامان میں سونے کا پیالہ رکھوا کر اسے روکنے کی سعی کی کیونکہ وہ ملک کے قانون کے مطابق اسے روک نہیں سکتے تھے اس لئے یہ ممکن نہیں کہ اس معجزہ میں کوئی خاص اور سائینٹیفک بات چھپی ہوئی نہ ہو۔

حضرت یوسفؑ کی قمیص سے متاثر ہو کر ایک مصری سائنس دان ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے ایک دوائی تیار کی ہے جس کی مدد سے آنکھوں کی درج ذیل بیماریوں کا علاج ممکن ہو گیا ہے۔

۱۔ موتیا

۲۔ آنکھوں کا روشنی برداشت نہ کرنا

۳۔ بڑھاپے کی وجہ سے نظر کا دھندلا جانا

۴۔ شوگر کی زیادتی کی وجہ سے آنکھ میں موجود مائع کے زیادہ ہو جانے کی وجہ سے موتیے کا بار بار آ جانا۔

۵۔ کسی بہت بڑے صدمے کی وجہ سے، کلوی رطوبت کی زیادتی جس کی وجہ سے خون میں شوگر کی مقدار بڑھ جانے سے نظر کا دھندلا جانا۔

۶۔ کسی دکھ کی وجہ سے متواتر رونے کی وجہ سے آنکھوں کا سفید ہوجانا۔ (186)

ڈاکٹر عبدالباسط محمد اپنی اس ایجاد کے متعلق بتاتے ہیں کہ ایک صبح قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ان کی توجہ سورۃ یوسف کی آیت نمبر 93 اور اس کے بعد کی آیات پر مرکوز ہوگئی جس نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس قمیص میں ایسی کیا بات تھی جس

کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی ؟ (187)

''میں نے کئی تجربات خرگوشوں پر کئے جو کامیاب رہے
اس کے بعد میں نے موتیے کے تقریباً دوسو پچاس مریضوں
کا علاج کیا اور انہیں یہ دوا دو ہفتوں تک دن میں دوبار استعمال
کرائی گئی اور بالآخر مجھے 99% نتائج ملے اور میں نے اپنے
آپ سے کہا کہ یہ تو قرآن کا معجزہ ہے۔''(188)

حضرت یوسفؑ کی اس قمیص میں کیا تھا جس کے باعث ان کے والد حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی ؟ سوائے پسینے کے کچھ بھی نہیں۔

سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا پسینے کے اجزاء میں ایسی خاص دوا ہے جو نظر واپس لا سکتی ہے ؟

اس سوال کے جواب کے لئے ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے عام طریقے سے کئے گئے آپریشن سے حاصل شدہ آنکھوں کے بقایا جات کو پسینے کے مختلف اجزاء میں ملا کر ان پر تجربات کئے جس پر انہیں یہ نتیجہ ملا کہ یوریا پسینے کا واحد عنصر ہے جسے کیمیائی طور پر تیار کیا جا سکتا ہے۔ (189)

سورۃ یوسف سے متاثر ہو کر ڈاکٹر عبدالباسط محمد، جن کا تعلق قومی ادارہ تحقیق، مصر سے ہے، ایسے قطرے بنانے میں کامیاب ہو گئے جن کی مدد سے آنکھوں کی متعدد بیماریوں کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے اپنے یہ نتائج متعلقہ امریکی اور یورپی ادارے میں جمع کرائے جس پر ان دونوں اداروں نے ان کی یہ ایجاد ان کے نام سے منسوب کر دی ہے۔

امریکہ میں اس دوا کا Patent No.52272382 ہے۔[190]

جبکہ یورپ میں اس کا Patent No. EP0489991 ہے۔[191]

اس جدید طبی تحقیق سے قبل اس آیت کو صرف ایک معجزہ ہی خیال کیا جاتا تھا لیکن درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ قرآن حکیم میں کسی واقعے کے دوران کسی بھی بیان شدہ حصے کو خصوصی اہمیت دینے کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے اگر اس پر توجہ دی جائے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے دیے گئے اشارہ میں سے قدرت کے کسی راز سے پردہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

21۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (پھل اور پکنے کے عمل میں غور وفکر)

سبز ذرات (کلوروپلاسٹ) کی بصیرت افروز داستان جنم نہ لیتی اور قرآن کریم کی تصدیق بھی نہ ہوسکتی اگر خوردبین (Microscope) ایجاد نہ ہوتی۔ یہ سبز ذرہ کی جلوہ افروزیاں ہی ہیں جن کے باعث قرآن کریم کی ایک اور آیت مبارکہ کی تصدیق ممکن ہوسکی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے

...اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○ [192]

ترجمہ: دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے

اس آیت مبارکہ میں بطور اشارہ خوردبین کی ایجاد کا حکم دیا گیا ہے۔ عربی زبان میں 'نظر' کے معنی سرسری دیکھنے کے نہیں بلکہ غور سے دیکھنے، غور وفکر کرنے، نظر بصیرت ڈالنے اور بچشم عبرت معائنہ کرنے کے ہیں۔[193]

دوسری خاص بات جو اس آیت میں ہے کہ اس میں ایمان لانے والوں کے لئے بہت ساری نشانیاں موجود ہیں۔ اسلوب قرآن کے تحت اگر انسان کو کسی آیت میں سے نشانیاں ڈھونڈنے کی ترغیب دی جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ اس آیت میں پھل لگنے اور پکنے کے عمل کو غور سے دیکھنے کا حکم ہے اس مقصد کے لئے خوردبین کے بغیر غور سے دیکھنا ممکن نہیں۔ واللہ اعلم

22۔ شھادۃ امرءتین (دوعورتوں کی گواہی)

عدالت میں دستاویزی شہادت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

...وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ... (194)

ترجمہ: اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلا دے اس کو دوسری

اس آیت کی تفسیر میں قدیم مفسرین نے اس کی حکمت صرف یہ بیان کی ہے کہ بعض اوقات دستاویزی شہادت کے لئے ضرورت پڑنے پر کوئی قابل اعتماد مرد میسر نہ ہونے کی صورت میں گھریلو خاتون کی گواہی کی اجازت دی گئی ہے اور چونکہ خاتون اکیلی عدالت وغیرہ میں مخالف وکیل کی جرح سے گھبرا کر ابہام اور اضطراب میں مبتلا ہوسکتی ہے اس لئے اس کی مدد کے لئے دوسری عورت کا حکم دیا گیا ہے۔ دو عورتوں کی اکٹھی

گواہی کی توجیہہ قدیم مفسرین نے روایتی انداز میں کی لیکن اس کی اصل طبی تحقیق ان کی نظر سے اوجھل تھی اور اس میں اشتباہ رہا لیکن عورت اور مرد کے دماغ پر طبی تحقیق کے انکشاف کے بعد دوعورتوں کی شہادت کا مفہوم اور واضح ہوا۔

موجودہ طبی سائنس نے انسانی دماغ پر تحقیق کی اور انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن نے ایک سروے رپورٹ تیار کی ہے۔ اس رپورٹ کو لاس اینجلس ٹائمز نے 29 ؍نومبر 2000ء کو شائع کیا تھا۔ اس میں برین سکیننگ کی جدید ترین ٹیکنالوجی FMRI استعمال کی گئی تھی۔ (195)

اس طبی ریسرچ کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ مرد اپنے دماغ کی ایک جانب سے سنتے ہیں جبکہ عورتیں اپنے دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں۔ اس تحقیق سے مزید ثابت ہوا کہ مرد اور عورت کے دماغ یکساں نہیں ہیں جس کی وجہ سے

۱۔ دونوں کے دیکھنے اور سننے میں فرق ہے۔

۲۔ مرد کسی ایک چیز پر توجہ آسانی سے مرکوز کرسکتا ہے جبکہ عورت اپنے دماغ کی بناوٹ کی بنا پر ایسا نہیں کرسکتی بلکہ اس کا فوکس پھیل جاتا ہے۔

۳۔ مرد کا مرکز توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کے مرکز توجہ میں کئی چیزیں ہوتی ہیں۔ (196)

اس جدید طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ مرد اور عورت کی ذہنی ساخت میں تخلیقی فرق ہے اس لئے ان کی گواہی میں فرق رکھا گیا ہے اور یہ حکم ایک ایسی ہستی کی ہدایت پر ہے جو انسان کی رگ رگ، نس نس اور خلیہ خلیہ سے واقف ہے اور جانتی ہے کہ اس کے لئے کیا مناسب ہے اور کیا نامناسب۔ (197)

23۔ نضج جلود و تغییرھا (چمڑے کا جلنا اور اس کی تبدیلی)

کئی صدیوں تک یہ خیال کیا جاتا رہا کہ سارا جسم درد محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور درد کی حس کا تعلق صرف دماغ سے ہے۔ اب علم الاعضاء نے دریافت کیا ہے کہ چند مخصوص رگیں ہی درد کی شدت اور دیگر اقسام کی سنسنی مثلاً چبھن، ٹھنڈک، گرمی اور ملائم یا سخت اشیاء کو محسوس کرسکتی ہیں اور درد کو محسوس کرنے والے خلیے جلد کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

اور انسانی جسم میں بنیادی طور پر تین قسم کی حسیات پائی جاتی ہیں۔

۱۔ چھونے یعنی ملائم ہونے اور سخت ہونے کی حس: اس کی ذمہ دار رگوں کو Meissner اور Merkels کہا جاتا ہے۔

۲۔ درد کی حس: اس کی ذمہ دار رگوں کے سرے ہوتے ہیں۔

۳۔ حرارت اور ٹھنڈک کی حس: اس کی ذمہ دار رگ کو Ruffini Cylinders کہاجاتاہے۔

طبی تحقیق کے مطابق انسان کو سب سے زیادہ درد اور تکلیف جلد کے اوپر والے حصے کے جل جانے سے ہوتی ہے۔ اگر جلد گوشت یا ہڈی تک جل جائے تو تکلیف اور درد کم محسوس ہوتا ہے بہ نسبت جلد کے جلنے سے۔

کیونکہ جدید طب نے یہ دریافت کیا ہے وہ اعصاب جو درد کا ادراک کرتے ہیں، خواہ درد چوٹ لگنے، جلنے یا شدید گرمی یا سردی کی وجہ سے ہو، فقط جلد میں پائے جاتے ہیں، یعنی اگر جسم میں سوئی چبھوئی جائے تو درد صرف جلد کی سطح پر ہوگا لیکن اگر سوئی جلد سے آگے گزار دی جائے تو بقیہ گوشت میں فی الواقع درد نہیں ہوگا۔ (198)

اسی طرح آپریشن کے لئے جب انسان کی جلد کو کاٹا جاتا ہے تو اس وقت درد کا احساس ہوتا ہے لیکن اس کے بعد آپریشن کے دوران باقی پورے عمل میں درد کی شدت کا احساس یا تو کم ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا اس جدید تحقیق کی طرف اشارہ قرآن کریم بہت پہلے کیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ... (199)

ترجمہ: بے شک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے ہم ان کو ڈالیں گے آگ میں جس وقت جل جائے گی کھال ان کی تو ہم بدل دیں گے ان کو اور کھال تا کہ چکھتے رہیں عذاب

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے منکرین کی کھالوں کو صرف جلانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا جب ان کی کھالیں گل جائیں گی تو انہیں نئی کھالیں جو پوری طرح کام کر رہی ہوں گی اور اس کی تمام درد محسوس کرنے والی رگیں کام کر رہی ہوں گی، دی جائیں گی تا کہ وہ عذاب کا مزا بار بار چکھیں۔ کیونکہ اگر ان کی کھال ایک ہی دفعہ ہڈیوں تک جل جائے تو پھر تو انہیں مزید تکلیف نہیں ہوگی۔

اسی وجہ سے جب کوئی ڈاکٹر جلنے والے مریض کے زخموں کا معائنہ کرتا ہے تو وہ سوئی چبھو کر Degree of Burn کا تعین کرتا ہے۔ اگر مریض کو درد محسوس ہو تو ڈاکٹر کو مسرت ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس بات کا مظہر ہے کہ جلنے کے زخم سطحی ہیں اور درد کا احساس کرنے والے خلیے صحیح ہیں۔ اس کے برعکس اگر مریض بالکل درد محسوس نہیں کرتا تو طے ہو جاتا ہے کہ جلنے کا زخم گہرا ہے اور درد محسوس کرنے والے خلیے تباہ ہو چکے ہیں۔ (200)

شیا نگ مائے یونیورسٹی ، تھائی لینڈ کے اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کے چیئر مین پروفیسر میگا ٹیٹ ٹیجا سن نے درد محسوس کرنے والے خلیوں کے بارے میں تحقیق پر بہت سا وقت صرف کیا ہے ۔شروع میں انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ قرآن پاک نے یہ طبی سائنسی حقیقت بہت پہلے بیان فرمائی ہے ، بعد ازاں اس نے طبی تحقیق سے اس قرآنی آیت کی تصدیق کی ۔ (201)

پروفیسر نے اس آیت کی صحت سے متاثر ہو کر ریاض میں قرآن وسنت کے سائنسی آثار کے موضوع پر منعقد کی جانے والی آٹھویں سعودی میڈیکل کانفرنس کے موقع پر اسلام قبول کرلیا ۔ (202)

24۔ البحرین ، لا یبغیان (دوسمندروں کا ملنا لیکن وہ خلط ملط نہیں ہوتے)

دوسمندر جب آپس میں ملتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا پانی آپس میں مل گیا ہے اور ان کے خواص بھی آپس میں مل جائیں گے ۔لیکن ایسا نہیں ہوتا اور دوسمندر آپس میں ملتے ہیں لیکن دونوں پانی ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے بلکہ ان کے درمیان حد فاصل قائم رہتا ہے ۔ یہ تحقیق آج کے دور میں سائنس نے کی لیکن اس کی اطلاع قرآن کریم میں بہت پہلے درج ذیل آیات میں دی گئی ہے :

وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ج وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا O (203)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے کڑوا ۔ اور رکھا ان دونوں کے بیچ پردہ اور آڑ روکی ہوئی ۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ O بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِO (204)

ترجمہ: چلائے دو دریا مل کر چلنے والے ۔ ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے

ان آیات میں برزخ کا لفظ استعمال ہوا ہے عربی لفظ 'برزخ' کا مطلب ہے آڑ، دیوار، جدا کرنے والی فصیل، دو چیزوں کے بیچ میں روک۔ (205)

قدیم مفسرین نے برزخ کا سطحی معنی کیا اور بتایا کہ دو دریا آپس میں ملتے نہیں ۔ لیکن وہ برزخ کی اصل حقیقت کو متعین نہ کر سکے اور پانی کے دو الگ الگ دھاروں کے درمیان برزخ کے مفہوم کو واضح بیان نہ کر سکے یعنی یہ کہ یہ پانی کے دو الگ الگ دریا آپس میں مل کر ایک دوسرے میں گڈمڈ بھی ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان دو کے درمیان آڑ یا دیوار بھی کھڑی ہے (206)

یہ حقیقت جدید سائنسی تحقیق سے آشکار ہوئی جس سے برزخ کا صحیح مفہوم واضح ہوا ۔ اس قرآنی نکتہ کی مزید وضاحت علم البحار (Oceanography) میں کی جارہی ہے۔ جدید سائنس قرآن کریم کی ان آیات کی تصدیق کرتے ہوئے ہمیں بتاتی ہے کہ دو دریاؤں یا دو سمندروں کے پانی آپس میں مل کر بھی اپنے اوصاف اور خصوصیات برقرار رکھتے ہیں ۔ دونوں پانیوں کا رنگ، بو، مزہ، رقت اور کثافت، حرارت اور برودت حتیٰ کہ ان کے اندر موجود مچھلیاں اور آبی حیوانات تک ایک دوسرے سے مختلف رہتے ہیں ۔ (207)

جدید سائنس کہتی ہے کہ جن مقامات پر دو سمندر باہم ملتے ہیں، وہاں ان کے

پانیوں کے مابین ایک پردہ حائل رہتا ہے یہ پردہ انہیں اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر سمندر کے پانی کا درجۂ حرارت، نمکینی اور کثافت دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ (208)

سمندر ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے یا ایک دوسرے پر نہیں چڑھ جاتے یہ اللہ تعالیٰ کا مقررہ قانون ہے۔ اور وہ یہ کہ سطحی روئیں (Surface Currents) اور زیر آب روئیں (Under Currents) نظریہ مقلب ٹیوب (Communicating Tubes) کے مطابق توازن برقرار رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر بحیرہ احمر کا بہت ہی بھاری اور کثیف پانی بحیرہ روم کے پانی کو بھی بہت نمکین بنا دیتا ہے مگر وہ کسی صورت میں تجاوز نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے اوپر بہتا ہے۔ (209)

اسی طرح بحیرۂ روم کا پانی آبنائے جبل الطارق یا جبرالٹر کی زیر آب کوہان سے گزر کر بحراوقیانوس میں داخل ہوتا ہے تو کئی سو کلومیٹر تک تقریباً 1000 میٹر کی گہرائی میں اس طرح بہتا چلا جاتا ہے کہ اس کی گرم، نمکین اور کم کثیف ہونے کی خصوصیات برقرار رہتی ہیں۔ (210)

اگرچہ ان سمندروں کی بڑی بڑی موجیں، طاقتور روئیں اور مدوجزر کی لہریں اٹھتیں ہیں مگر ان کے پانی سینکڑوں کلومیٹر تک خلط ملط نہیں ہوتے اور بیچ میں حائل غیر مرئی پردے کو نہیں توڑتے۔ اور یہی قرآن میں بیان کردہ برزخ یا پردہ (Barrier) کا مطلب ہے۔ (211)

جدید سمندری تحقیق سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ سمندر کے چوڑے دہانوں پر جو شے میٹھے تازہ پانی کو نمکین پانی سے الگ اور ممیّز رکھتی ہے اسے Pycnocline زون کہتے ہیں۔ یہ حد بندی تازہ میٹھے پانی اور نمکین پانی کو جدا رکھتی ہے۔ (212)

اور یہی حد، وہ برزخ ہے ،جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے، جو دونوں سمندروں کو آپس میں نہیں ملنے دیتی۔

یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ سمندر کے ساتھ موجود علاقوں میں پینے کے لئے میٹھا پانی دستیاب ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے زمین کے نیچے بھی ایسے برزخ موجود ہیں جو سمندر کے نمکین پانی کو زیرزمین نمکین پانی میں ملنے سے روکتے ہیں۔

25۔ مشرقین اور مغربین (دومشرق اوردومغرب)
مشارق اور مغارب (بہت سی مشرقیں اورمغربیں)

قرآن کریم میں اللہ تعالٰی نے ایک سے زیادہ مشرقوں اورمغربوں کا رب ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ O (213)

ترجمہ: مالک دومشرقوں کا اور مالک دومغربوں کا

اس آیت میں مَشْرِقَيْنِ اورمَغْرِبَيْن یعنی مشرق اورمغرب کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔جدید سائنس اور عام مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے موسم کے مطابق سورج مشرق کے مختلف نقطوں سے نکلتا ہے اورمغرب کے مختلف نقطوں پر ڈوبتا ہے۔ہردو افق پر اس کے میلانات ان انتہائی حدود کا تعین کرتے ہیں جو دومشرقوں اوردومغربوں کی نشاندہی کرتی ہے۔(214)

موسم سرما اورموسم گرما میں سورج کے طلوع اورغروب ہونے کے دوالگ الگ مقامات ہیں جن کی وجہ سے دونوں موسموں میں دن اوررات کے اوقات میں بھی تبدیلی

آجاتی ہے۔ ان دو الگ مقامات کی نسبت سے قرآن نے اللہ تعالیٰ کو دومشرقوں اور مغربوں کارب بتایا ہے۔

قرآن کریم اس کے بعد دو سے زائد مغربوں اور مشرقوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ O (215)

ترجمہ: رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ O (216)

ترجمہ: سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی تحقیق ہم کر سکتے ہیں

ان آیات میں مشرق اور مغرب کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں مشرق اور مغرب دو سے زائد بھی ہیں ۔اس ضمن میں دو توجیہات ممکن ہوسکتی ہیں۔

۱۔ ہر دو موسم میں مشرق اور مغرب کے جو دو نقاط کی حدیں ہیں، جن کے بعد موسم تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے اور مشرق اور مغرب کی سمت واپس پہلے والی جگہ پر آنا شروع ہوتی ہے، اس سارے عمل میں ہر دن چونکہ سورج کسی نئی جگہ سے طلوع اور غروب ہوتا ہے، بے شک اس کے فاصلے میں انتہائی معمولی فرق پڑتا ہے، تو ان تمام دنوں کے مشرق اور مغرب دو سے زیادہ ہوتے ہیں جو قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔

۲۔ اس کی دوسری توجیہہ یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ زمین بیضوی ہے اس لئے ایک ہی وقت میں دنیا کی کسی جگہ پر سورج طلوع ہور ہا ہوتا ہے تو دنیا کے دوسرے کونے پر غروب ہور ہا ہوتا ہے۔ یہ عمل ہر وقت اور ہر لمحے جاری رہتا ہے اس طرح

ایک ہی دن میں کئی مشرق اور کئی مغرب ایک ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں جو قرآن کریم کی آیات کی واضح تصدیق ہیں جن سے کافی عرصہ قبل تک پردہ نہیں اٹھایا جا سکا تھا۔

ہمارے قدیم مفسرین نے اس توجیہہ کی کوئی نشاندہی نہیں کی لیکن آج فلکیات کی سائنسی تحقیق نے کائنات کی اس کی حقیقت کو واضح کیا تو قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم اور بھی واضح ہوگیا۔ اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس آیت کے مزید مفہوم، جو ابھی انسان کے دماغ سے اوجھل ہیں، واضح ہوتے رہیں گے۔

26۔ فلزات (زبر، قطران، رصاص) دھاتیں (تانبا، تارکول اور سیسہ)

دھات کو عربی اور فارسی میں فلز کہتے ہیں قرآن کریم میں پانچ دھاتوں (سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور سیسہ) کا ذکر ہے جن کے خواص اور فوائد کے متعلق جدید سائنس نے ہمیں بتایا ہے اور تکنیکی اعتبار سے ان کی فطرت و جبلت کی نشاندہی کی ہے۔

قرآن حکیم میں ان پانچ دھاتوں کا ذکر متعدد مرتبہ مثلاً سونے کا ذکر 10 مرتبہ، چاندی کا ذکر 5 مرتبہ، سونے اور چاندی دونوں کا اکٹھا ذکر دو مرتبہ، لوہے کا ذکر چار مرتبہ اور تانبے کا ذکر تین مرتبہ آیا ہے۔[(217)]

قرآن کریم میں صرف ان پانچ دھاتوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ اس وقت باقی دھاتیں دریافت نہیں ہوئیں تھیں اس لئے اس زمانے کے لوگ ان کو سمجھ نہ سکتے لیکن یہ پانچ دھاتیں بنیادی دھاتیں ہیں باقی نئی دریافت شدہ دھاتیں انہی کی اقسام ہیں۔

یہاں صرف ان تین دھاتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جن سے متعلق آیات متشابہات

جدید سائنسی تحقیق کی وجہ سے محکمات میں تبدیل ہوئی ہیں ۔

☆ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (تانبا / پیتل)

تانبے کے بارے میں فرمایا گیا

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ○ (218)

ترجمہ: لا دو مجھ کو تختے لوہے کے، یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پھاٹکوں تک پہاڑ کی، کہا دھونکو یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ، کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں اس پر پگھلا ہوا تانبا

آیت میں ذوالقرنین (غالباً سکندر اعظم) کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق زمانہ قبل از مسیح سے ہے۔ ایک قوم (غالباً ترک قوم) کا، یاجوج ماجوج کی شکایت کا ذکر ہے۔جن کی دادرسی کے لئے ذوالقرنین نے لوہے کے تختے لانے کا حکم دیا اور اس جگہ کو بھر دیا جہاں سے وہ گزر کر ان پر ظلم کرتے تھے۔

قرآن میں اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے تانبے اور اس سے ویلڈنگ کے کام کا ذکر ہے۔ ذوالقرنین کے حملے سے پہلے بحیرہ اسود کے اردگرد رہنے والی قوم تانبے (ترک) یا سیسے سے دوسری دھاتوں کو جوڑنے یا ویلڈنگ کے فن سے واقف تھی اور دھاتوں کو پگھلانے کا عمل بھی جانتی تھی۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ہم دھاتوں کو انہی دھاتوں (تانبے، پیتل) سے ویلڈ کرتے ہیں۔(219)

☆ قِطرَان (تارکول)

تارکول کے بارے ارشاد باری تعالٰی ہے

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُO (220)

ترجمہ: کرتے ان کے ہیں گندھک کے اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو آگ

یہاں سائنسی دلچسپی کا لفظ قَطِرَان ہے جس کو بعض مفسرین نے گندھک یا کول تارجیسا سیاہ مادہ کہا ہے۔ (221)

قَطِرَان کا معنی گندھک اور پگھلا ہوا تانبا بھی کیا گیا ہے۔ (222)

چیڑ کے درخت کا روغن بھی قطران کے مفہوم میں شامل کیا گیا ہے بہر حال اکثر مفسرین اسی کا معنی تارکول لیتے ہیں۔ (223)

لیکن یہ وہ سیاہ مادہ ہے جو کوئلے کی کشید کے بعد باقی بچ جاتا ہے۔ یہ سیاہ گاڑھا اور چپاں ہو جانے والا مادہ ہے۔آسان الفاظ میں جب کوئلے کو گیس بنایا جاتا ہے تو باقی چیز کو 'کول تارپچ' یا قطران کہہ سکتے ہیں۔آج کل اسے سڑکوں پر بچھایا جاتا ہے۔ قطران میں آگ کو جلد پکڑ لینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔آگ پکڑنے والا میٹیریل کاربنی ہوتا ہے،قطران بھی کیمیائی لحاظ سے کاربنی میٹیریل ہے۔ غالبًا اسی خاصیت کی وجہ سے قیامت کے دن مجرموں کے لباس یا کرتے (سرابیل) اسی قطران کے ہونگے جو بہت جلد آگ پکڑنے والی چیز ہے۔ (224)

قرآن کریم نے اہل جہنم کے لباس قطران سے ہونے کی نشاندہی کی۔ اگرچہ قدیم مفسرین نے اس کی تشریح کی لیکن وہ اس نکتہ کو واضح نہ کرسکے کہ اس دھات میں کیا خاصیت ہے اور کیوں اہل جہنم کا لباس قطران کا ہوگا؟ یہ حقیقت موجودہ سائنس کی تحقیق کے بعد واضح ہوئی۔

☆ رصاص (سیسہ)

سیسہ کے بارے میں فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ O (225)

ترجمہ: بے شک اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جولڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ لوگوں کے اوصاف کے ساتھ ساتھ سیسے کے اوصاف بھی بیان فرمادیئے ہیں۔موجودہ دور کے سب سے بڑے جنگی ہتھیار ایٹم بم کی تابکاری کوروکنے کے لئے سیسہ استعمال کیا جاتا ہے حتیٰ کہ ایٹم بم کے تجربے کے لئے پہلے سیسے کی سرنگ بنائی جاتی ہے تاکہ تابکاری باہر نہ نکل سکے۔اس سے پہلے تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بطور محاورہ ہی استعمال کی جاتی تھی۔اور قدیم مفسرین نے اس آیت کی وضاحت بھی محاورۃً کی ہے لیکن وہ آیت میں مذکور سیسہ کی خصوصیات کو واضح نہ کر سکے۔موجودہ سائنسی تحقیق نے یہ واضح کیا کہ سیسہ سب سے مضبوط دھات ہے جس سے ایٹمی تابکاری بھی روکی جاسکتی ہے اور اس دھات میں کسی قسم کے چھید یا کریک کا امکان نہیں ہوتا۔قرآن نے اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس دھات کا استعمال کسی بہت ہی زبردست طاقت کوروکنے کے لئے کیا جاسکتا ہے۔

27۔ انقلاب البصر (نگاہ کا واپس پلٹنا)

خَاسِئًا،حَسِیۡرٌ (ناکافی اور تھکاوٹ)

دیکھنے کا سائنسی اصول یہ ہے کہ جب کسی منور جسم سے روشنی خارج ہوکر آنکھ تک

پہنچتی ہے تو وہ منور جسم انسان کو روشن نظر آتا ہے دوسری صورت میں جب یہ روشنی کسی دوسرے غیر منور جسم پر پڑتی ہے اور وہاں سے منعکس ہو کر آنکھ تک پہنچتی ہے تو وہ غیر منور جسم بھی انسان کو دکھائی دیتا ہے۔ دونوں صورتوں میں آنکھ سے کوئی چیز نہیں نکلتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر روشنی کی غیر موجودگی میں بھی ارد گرد کی اشیاء نظر آنی چاہئیں۔ (226)

قرآن کریم میں نگاہ کے ناکام پلٹ آنے کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ O (227)

ترجمہ: پھر لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار، لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر

بظاہر یہ قرآنی حکم دیکھنے کے عام سائنسی اصول کے خلاف ہے کیونکہ کوئی چیز آنکھ سے نکل کر آسمان کی طرف نہیں جاتی اس لئے اس کی واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا تو پھر نگاہ کا پلٹ کر آنا اور تھکنا کیسا؟

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں سے ایسی لہر نکلے گی جو واپس آنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہوگی۔ اس ضمن میں انسان کو ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَر کا حکم دیا گیا یعنی پہلی دفعہ بغیر کسی آلے کی مدد سے دیکھو اور دوبارہ کسی خاص آلے کی مدد سے پھر تمہاری نگاہ ناکام اور تھک کر واپس آجائے گی۔ تھکاوٹ کی وجہ ہمیشہ کام کی زیادتی ہوا کرتی ہے اس کا مطلب ہے کہ پہلی مرتبہ تو کچھ دکھائی ہی نہیں دے گا جبکہ دوسری بار بھیجی ہوئی نگاہ کو بہت ہی محنت کرنا پڑے گی یا اسے بہت دوری کا سفر طے کرنا پڑے گا جس کے باعث وہ تھک جائے گی۔ آیت میں ایک سائنسی حقیقت اور ایک نئی دریافت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

جدید سائنس کی انتہائی اہم اور عمدہ ایجاد 'راڈار' ایک ایسا آلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے برقی مقناطیسی لہریں (Electromagnetic Waves) کسی ایک طرف بھیجی

جاتی ہے یہ لہریں جب کسی چیز سے ٹکرا کر واپس ہوتی ہیں تو ان واپس پلٹ کر آنے والی لہروں کی نوعیت اور وقت کی صحیح طور پر پیائش کر کے اس چیز سے متعلق اندازہ لگایا جاتا ہے جس سے ٹکرا کر یہ لہریں واپس ہوتی ہیں بلکہ لوٹ کر واپس آنے والی لہروں کو ایک طرح سے دیکھنے کے قابل بھی بنایا جا سکتا ہے ۔(228)

مذکورہ آیت سے پہلی آیت میں ارشاد ہے

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ (229)

ترجمہ: جس نے بنائے سات آسمان تہ پر تہ، کیا دیکھتا ہے تو رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ

مذکورہ آیات مبارکہ میں راڈار جیسے آلے کی مدد سے سات آسمانوں کو نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار دیکھنے کی دعوت دی گئی ہے یعنی ایک بار عام آنکھ سے اور دیگر بار خاص قسم کی محققانہ نگاہ ڈالنے کی ترغیب دی گئی ہے ۔اور پھر ان آیات میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح بھی تم آلات استعمال کرنے کی کوشش کرو گے تمہاری کوشش اللہ تعالیٰ کی کائنات میں اعلیٰ درجہ کی مخفی اشیاء کو نہیں دیکھ پائے گی ۔اور ان مخفی مقامات ، مثلاً جنت ، جہنم وغیرہ کو ڈھونڈنے کوشش ناکام ہو جائے گی یعنی سائنس جتنی بھی کوشش کر لے ،جتنی بھی ترقی کر لے وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی ۔

ان خاص مخفی اشیاء کو نہ دیکھ سکنے میں ایک اور خاص بات چھپی ہوئی ہے یعنی کائنات کی وسعت ۔جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے چونکہ کائنات وسیع سے وسیع تر ہو رہی ہے اس لئے اُس خاص آلہ (راڈار) سے بھیجی ہوئی نگاہ (لہر) تھک کر واپس

آ جائے گی کیونکہ اس کے مطلوبہ جسم کی دوری کی وجہ واپس آنے پر اس لہر کی طاقت بہت کم ہو جاتی ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ جن اجسام کی تلاش میں یہ لہریں بھیجی جاتی ہیں ان میں کوئی خاص بات ہے جو ان لہروں کو واپسی کے سفر پر کمزور کر دیتے ہیں۔

ان جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں قرآن کریم کی مذکورہ آیات کی وضاحت ہوتی ہے۔ نگاہ کی تھکاوٹ کے قرآنی نظریہ کے بارے میں سائنس کی مزید ترقی ہی بتا سکے گی کہ اس کی اصل وجوہات کیا ہیں۔ انسانی نظر اور خاص آلات سے کائنات کی اشیاء کو دیکھنا اور بعض اشیاء کا نہ دکھائی دینا یہاں تک کی آلات سے بھیجی ہوئی لہریں کمزور پڑ کر واپس آنا یہ وہ سب سائنسی انکشافات ہیں جن کو ہمارے قدیم مفسرین نہ بیان کر سکے۔ انہوں نے ان آیات کا مفہوم سطحی انداز میں بیان کیا۔ لیکن اب چونکہ سائنسی انکشافات سے ان آیات کا مفہوم واضح سے واضح تر ہو رہا ہے اور ابہام اور اشتباہ، جو ان کے اصل مفہوم کو سمجھنے میں تھا، کم سے کم تر ہو رہا ہے۔

28۔ سُلْطٰن (طاقت) اَقْطَارِ السَّمٰوٰت (زمین کے گرد پھیلی ہوئی فضاء)

سائنس کی جتنی تحقیقات اور ایجادات ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں ان سب کے بارے میں قرآن مجید میں کسی نہ کسی پیرائے یعنی اسلوب میں، ضمنی مفہوم میں یا الفاظ کے اشتقاقی مفہوم میں اطلاع موجود ہے یا یوں کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت پہلے قرآن کے ذریعے نہ صرف کائنات کی تسخیر کی دعوت دی بلکہ خود ہی بتایا کہ اس مقصد کے لئے اسے کرنا کیا ہے؟

خلا کے سفر میں سب سے بڑی رکاوٹ زمین کی کشش ثقل ہے چنانچہ کسی بھی مصنوعی سیارے کو کائنات کے کسی سیارے پر بھیجنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اتنی بلندی تک

ایک خاص رفتار سے لے جایا جائے جہاں یہ کشش ختم ہو جاتی ہے اور پھر خلائی جہاز کی رفتار میں مزید اسراع (Acceleration) سے خلائی جہاز فلکی سیارے کے مدار میں چلا جاتا ہے جہاں اسے اس سیارے پر لینڈ کرالیا جاتا ہے۔ (230)

زمین کے گرد پھیلی ہوئی فضاء میں اور زمین کی حدوں سے نکلنے کا طریقہ قرآن کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ (231)

ترجمہ: اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے، اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کنارے سے تو نکل بھاگو، نہیں نکل سکتے بغیر طاقت کے

مذکورہ آیت میں درج ذیل باتیں غور طلب ہیں کہ:

۱۔ انسان زمین کی حدود سے نکل سکتا ہے لیکن صرف 'سلطان' کی مدد سے۔ جس کا مطلب ہے طاقت کے حصول کے بعد کائنات میں عالم بالا کے اندر نفوذ ممکن ہے۔ (232)

۲۔ اقطار، قطر کی جمع ہے عربی زبان میں قطر دائرے (کرّے) کا ایسا خط ہے جو اس کے مرکز سے گزر کر دائرے کے دونوں اطراف کو چھوئے انگریزی میں اسے ڈایامیٹر (Diameter) کہتے ہیں۔ (233)

'اقطار' سے مراد گول کرّوں کی موٹائی ہے۔ (234)

اس لفظ سے ایک بہت بڑا انکشاف بھی کر دیا گیا تمام فلکی اجسام کروی ہیں جن میں تمام سیارے اور ستارے شامل ہیں اور آج علم فلکیات نے بھی یہی دریافت کیا ہے

۳۔ 'نفوذ' سے ایک چیز کی کشش سے نکل کر دوسری چیز کی کشش سے اس میں کھنچے چلے جانا اقطار اور نفوذ کو سمجھنا نسبتاً آسان ہے تاہم قدیم مفسرین نے اقطار کا ترجمہ زمین آسمان کے کنارے لکھا ہے کیونکہ اس زمانے میں ایسا کوئی تصور موجود ہی نہیں تھا۔

اس آیت مبارکہ میں سائنسی دلچسپی کا باعث ایک لفظ 'سلطان' ہے۔جس کی بہت ساری توجیہات کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ اگر سلطان کا مطلب حاکم یا بادشاہ لیا جائے تو بظاہر بادشاہ کے سر پر تاج بادشاہ کو عام عوام سے خاص کرتا ہے۔اگر خلائی جہاز کا بغور مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلائی جہاز کے سرے پر خلائی شٹل ایسے ہی منسلک ہوتی ہے جیسے بادشاہ کے سر پر تاج۔

اِلَّا بِسُلْطٰن کا مطلب یہ ہوگا کہ مگر سلطان (بادشاہ) کی مدد سے بادشاہ یا حکومتی اقتدار کی مدد کے بغیر راکٹ بنانا ممکن نہیں۔اس پر جو اخراجات آتے ہیں وہ بادشاہ یا حکومتی اقتدار ہی خزانے سے پورے کرسکتا ہے۔اس کا اندازا اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ نے جو پہلا خلائی جہاز چاند کی سطح پر اتارا تھا اس کی قیمت سے پوری دنیا کے ہر انسان کو دو سیر چینی فراہم ہوسکتی تھی۔ (235)

۲۔ اگر سلطان کا مطلب قوت لیا جائے تو راکٹ میں ہی اتنی قوت ہوتی ہے جو اسے زمین کی کشش ثقل سے باہر نکال سکتی ہے راکٹ کی رفتار 25,000 میل یعنی 40,000 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے جبکہ چاند کی طرف جانے کے لئے زمین سے رفتار فرار(Escape Velocity) 11.2 کلومیٹر یعنی تقریباً 7 میل فی سیکنڈ ہے اور چاند سے واپسی پر یہ رفتار 2.4 کلومیٹر یعنی 1.8 میل فی سیکنڈ ہے جو صرف

راکٹ جیسی چیز کے ساتھ ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ (236)

۳۔ سلطان کے اصلی مادہ کے حروف س۔ل۔ط سے ایک لفظ سِلْطَہ بنتا ہے جس کے معنی ہیں لمبا اور باریک تیر جو بہت ہی تیزی کے ساتھ اپنی کمان سے نکل کر عین نشانے پر لگتا ہے۔

آیت میں جنوں اور انسانوں کی حوصلہ شکنی نہیں کی گئی بلکہ دونوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات کو مسخر کریں اور اگر وہ ایسا کرنے کا ارادہ کریں تو پھر ایسے ذرائع تلاش کریں جن کی مدد سے ایسا کر سکتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے قرآن کریم کے ذریعے کائنات کے علم اور خلائی سفر کی نشاندہی کر دی۔ مزید وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ... (237)

ترجمہ: اب ہم دکھلائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے

آج کی سائنسی ترقی کی روشنی میں قرآن کریم کے ارشادات کا اصل مفہوم من و عن واضح ہو رہا ہے اور جو آیات کچھ عرصہ قبل تک مفہوم کے اعتبار سے صرف تمثیلی درجہ رکھتی تھیں اب مفہوم کے واضح ہونے کے بعد محکمات کی صورت میں سامنے آ رہی ہیں۔

قرآن کی صداقت خود ان غیر مسلم سائنس دانوں اور محققین کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے جو خود ان قرآنی انکشافات کو ناممکن تسلیم کر رہے تھے۔ لیکن اب ان کی تحقیقات آیات کا مفہوم واضح کر رہی ہیں اور ان میں سے خوش قسمت لوگوں کو نور اسلام کی ہدایت نصیب ہو رہی ہے۔

29۔ اَرْض(فراش، مہاد، نقص) زمین (بچھونا، آرام گاہ اور سکڑنا)

اردو میں لفظ 'بچھانا' کسی پہلے سے موجود چیز پر کسی اور چیز کو رکھنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً چارپائی پر چادر بچھانا، فرش پر قالین بچھانا وغیرہ۔ مطلب یہ کہ پہلے سے چارپائی یا فرش موجود ہے اب ان کے اوپر آرام یا خوبصورتی کے لئے مزید کسی شے کو اس کے اوپر رکھ دینا۔

قرآن حکیم میں زمین کو بچھانے کا ذکر ہے۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا فَنِعْمَ الْمٰھِدُوْنَ٥ (238)

ترجمہ: اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ٥ (239)

ترجمہ: اور زمین (کو دیکھو) کہ کیسی صاف بچھائی ہے

مزید فرمایا

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا٥ (240)

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو نہیں بنایا بچھونا (فرش) ؟

زمین کے بارے میں ہے کہ زمین سورج کا ایک حصہ تھی اور تخلیق کائنات کے وقت اس سے الگ ہوئی اس لئے اپنی پیدائش کے وقت یہ بہت گرم تھی اور ٹھنڈا ہونے کے بعد صرف پتھریلی سطحوں پر مشتمل تھی۔ جدید سائنس ہمیں زمین میں تبدیلیوں کے بارے میں بتاتی ہے کہ زمین کے تین بڑے حصے ہیں:

۱۔ قشر ارض یا کرسٹ: اس کی موٹائی 22 میل (35 کلومیٹر) ہے دنیا کے تمام براعظم اور سمندر اسی بالائی خول پر ہیں۔

۲۔ مینٹل (Mantle): اس کی موٹائی 1800 میل (2880 کلومیٹر) ہے

۳۔ مرکز، قلب یا کور (Core): اس کی موٹائی 2170 میل (3470 کلومیٹر) ہے۔ (241)

زمین کو قابل رہائش بنانے کے لئے اس پر مٹی کی تہہ ضروری تھی کیونکہ درختوں کی پیدائش مٹی کے بغیر ناممکن تھی اور درختوں کے بغیر آکسیجن اور اس طرح ہر قسم کی زندگی کے لئے سازگار حالات پیدا کرنے کے لئے کرسٹ کی تہہ خاص طور پر بچھائی گئی جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں کیا ہے۔ دیگر سیاروں پر شاید اس قسم کی مٹی موجود نہیں جو دکھائی دیتی ہے وہ صرف آتش فشاں کی راکھ ہے ایسی مٹی نہیں جس پر زندگی ممکن ہو سکے۔

موجودہ سائنسی تحقیق نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زمین جو اَب اس حالت میں ہے ایسی نہ تھی بلکہ آتش فشاں لاوہ کی طرح تھی جس پر چلنا اور سکونت اختیار کرنا ممکن نہیں تھا زمین ایک لمبے عرصے کے بعد موجودہ شکل میں نمودار ہوئی اس قابل بنی کہ انسان کے لئے جائے قرار بن سکے، انسان اس پر رہائش اختیار کر سکے، عمارتیں بنا سکے اور سکھ و سکون سے رہے۔ اس کے اندر غلہ و اناج کی صلاحیت پیدا ہوئی، مختلف موسم پیدا ہوئے، بارش کا نظام قائم ہوا اور یوں زمین انسان کے لئے بچھونا بن گئی۔ جس کی نشاندہی مذکورہ آیات میں کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں زمین کے بچھونا اور آرام گاہ بننے کا مفہوم اس سے پہلے غیر واضح تھا اس لئے قدیم مفسرین نے ان آیات کی تفسیر صرف سطحی انداز میں کی لیکن اب سائنسی تحقیق نے اس مفہوم کی وضاحت کی اور یوں اس مفہوم کا

ابہام اور تشابہ کسی حد تک ختم ہوا اور یوں وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنسی تحقیق اس کی مزید وضاحت کرے گی اور مذکورہ آیات میں فراش اور مہاد کا قرآنی مفہوم واضح سے واضح تر ہوتا جائے گا۔ اور آیات تدریجی طور پر متشابہات کے دائرے سے نکل کر محکمات کے دائرے میں داخل ہوتی چلی جائیں گی۔

قرآن کریم نے زمین کے نقص (سکڑنے) کی نشاندہی کی ہے اور بتایا کہ زمین وقت کے گزرنے کے ساتھ اپنے اطراف سے سکڑ رہی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝ (242)

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اس کے کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم اور وہ جلد لیتا ہے حساب

مزید فرمایا

... اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ... (243)

ترجمہ: پھر کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اس کے کناروں سے

مذکورہ آیات کے اصل مفہوم میں پہلے مفسرین کے لئے ابہام تھا اور وہ اس ابہام کی وجہ سے نقص ارض یعنی زمین کا اطراف سے سکڑنے کی صحیح وضاحت نہ کر سکے بلکہ انہوں نے اس عظیم سائنسی انکشاف کو تاریخی واقعات سے وابستہ کرکے اس طرح وضاحت کی کہ اسلام پھیلے گا اور کفر چاروں اطراف سے سکڑے گا اور زمین کا عرصہ حیات کافروں کے لئے تنگ ہوتا جائے گا لیکن موجودہ سائنسی تحقیق نے قرآن کے اس مبہم مفہوم کی وضاحت کردی اور زمین کے سکڑنے سے متعلق قرآنی نظریہ کی سائنسی

انداز سے وضاحت ہوئی اور یہ وضاحت قرآن میں استعمال الفاظ سے پوری موافقت رکھتی ہے۔ یہ آیت قرآن حکیم کی پیش گوئی معلوم ہوتی ہے جو زمین کے اختتام کے متعلق ہمیں آگاہ کرتی ہے۔

زمین کے سکڑنے کے مفہوم کو جدید سائنسی تحقیق میں درج ذیل دو طریقوں سے واضح کیا گیا ہے۔

☆ **جسم کا ٹھنڈا ہونے پر سکڑنا**

زمین کسی دور میں سورج کا حصہ تھی یا نظریہ بگ بینگ کے مطابق پہلے یہ بہت گرم تھی اور آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہونے کی وجہ سے اس پر زندگی کا وجود میں آنا ممکن ہو سکا زمین کا اندرونی حصہ ابھی تک بہت گرم ہے جو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔موجودہ سائنس کئی سو سال بعد یہ ثابت کر پائی ہے کہ اشیاء گرم ہونے پر پھیلتی اور ٹھنڈا ہونے پر سکڑتی ہیں جبکہ قرآن حکیم نے چودہ سو سال قبل ہی بتا دیا تھا کہ زمین ٹھنڈی ہونے پر سکڑ رہی ہے زمین کے پھیلنے اور سکڑنے کا مفہوم جو پہلے مبہم تھا، اس کی وضاحت خاص سائنسی نہج سے ممکن نہ تھی اور قدیم مفسرین نے زمین کے سکڑنے اور پھیلنے کو اپنی اپنی سمجھ سے سلجھانے کی کوشش کی لیکن آج کے سائنسی دور میں اس کی وضاحت سائنسی انداز سے ممکن ہوسکی اور ابہام اور تشابہ جو زمین کے سکڑنے اور پھیلنے کی آیات میں تھا اس کی وضاحت ہوگئی۔

☆ **گیس، پٹرول اور دیگر معدنیات کے نکلنے کی وجہ سے**

گیس، پٹرول اور دیگر معدنیات نے زمین کو غبارے کی طرح پُھلا رکھا ہے اور ایک گیسی غبارے کی طرح زمین ہوا میں معلق ہے۔اب چونکہ بڑی مقدار میں گیس گھروں اور بطور سی این جی استعمال ہونا شروع ہوگئی جس کے باعث جس طرح غبارے میں سے

ہوا آہستہ آہستہ خارج کر دی جائے تو وہ سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کی رفتار بھی
تیز ہو جاتی ہے اسی طرح زمین بھی آہستہ آہستہ ہلکی ہونے کے سبب سورج کے نزدیک جانا
شروع ہوگئی ہے۔ جس کے باعث ایک تو زمین کا درجہ حرارت زیادہ ہونا شروع گیا ہے۔
اور دوسرے زلزلوں کی بہتات ہوگئی ہے جو قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

یہاں ایک بہت اہم نکتہ قابل ذکر ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک وقت کی
برکت ختم ہونا بھی ہے۔ میرے خیال میں اگر آج سے تقریباً 60 سال قبل کے لوگوں سے
بات کی جائے تو وہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ ایک دن میں بہت سارے کام کیا کرتے تھے،
دور دراز علاقوں کا سفر پیدل کر کے واپس بھی آجایا کرتے تھے پھر بھی ان کے پاس کافی
وقت بچ جایا کرتا تھا لیکن آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ تیز رفتار گاڑیوں کے ہوتے
ہوئے بھی ہم بمشکل چند کام ہی کر پاتے ہیں کہ دن ختم ہو جاتا ہے۔ اس بحث سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ شاید 60 سال قبل چونکہ زمین میں گیس وغیرہ موجود تھی تو ہوسکتا ہے کہ زمین
اپنے وزن کی وجہ سے سورج کے مدار میں آج کی نسبت لمبا چکر کاٹتی ہو اس لئے دن ختم
ہونے میں زیادہ وقت لگتا ہو اور موجودہ دور میں سورج کے قدرے قریب آنے کی وجہ
سے اس کا چکر جلدی مکمل ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح خانہ کعبہ کا طواف مطاف
میں کیا جائے تو جلدی اور اگر چھت پر کیا جائے تو قدرے دیر سے مکمل ہوتا ہے۔

30۔ اَرض اور دَحْوَۃ (زمین اور بیضوی شکل)

از منہ قدیم کے لوگ زمین کو مسطح یا چپٹی تصور کرتے تھے۔ صدیوں تک لوگ اس
ڈر سے دور دراز کے سفر سے گریز کرتے کہ کہیں زمین کے 'کنارے' سے گر ہی نہ پڑیں۔
سب سے پہلے سر فرانسس ڈریک نے 1597ء میں زمین کے گرد سمندری چکر لگا کر ثابت کر

دکھایا کہ زمین گول یا کروی شکل کی ہے۔(244)

زمین کی شکل وصورت کے متعلق قرآن حکیم آج سے بہت پہلے ہمیں یوں مطلع کرتا ہے:

وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ۝ (245)

ترجمہ: اور زمین کو اس کے بعد بچھا دیا

اس آیت میں انڈے کے لئے استعمال کیا جانے والا عربی لفظ 'دَحْوَة' ہے جس کے معنی ہیں شترمرغ کا انڈہ۔(246)

اور شترمرغ کے بیضے کی شکل زمین کی مدور گول شکل کے متماثل ہے۔(247)

آیت میں زمین کے لئے دَحْوَة کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور دَحْوَة کا لفظ شترمرغ کے انڈے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آیت کے مفہوم کی وضاحت زمین کے بارے میں ابہام میں تھی لیکن موجودہ عصری تحقیق نے زمین کی شکل کے بارے میں قرآنی ابہام کی وضاحت کی ہے اور زمین کی شکل کو بیضوی بتایا ہے۔ سائنس نے حال ہی میں دریافت کیا ہے کہ زمین بالکل گیند کی طرح گول نہیں ہے بلکہ ارضی بیضوی ہے یعنی کہ یہ قطبین کے گرد قدرے چپٹی ہے اور خط استوا کے گرد قدرے منحنی ہے۔ اس کی شکل شترمرغ کے انڈے جیسی ہے۔

انڈے جیسی صورت کے لئے عربی میں لفظ 'دَحْوَة' استعمال ہوتا ہے۔ عرب اب بھی انڈے کے لئے بیضہ کے ساتھ ساتھ دَحْوَة کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

قدیم مفسرین نے اس خیال کے پیش نظر کہ اس طریقے سے تفسیر سے غلط فہمی پیدا ہو گی لہٰذا انہوں نے اس سے گریز کیا اور بعد ذالک دحاھا کا معنی "اس کے بعد زمین کو

بچھایا'' کر دیا اور اس طرح انہوں نے آیت میں چھپی ہوئی زمین کی شکل کے متعلق اس حیران کن انکشاف کو دھندلا کر دیا جسے اب عصری علوم نے واضح کیا ہے۔

31۔ اَرْض اور مرور السحاب (زمین اور پہاڑوں کی حرکت بادلوں کی طرح)

سورج کا طلوع اور غروب ہونا دو ہی طریقوں سے ممکن ہے۔

۱۔ سورج زمین کے گرد گردش کرے

۲۔ زمین سورج کے گرد گردش کرے

زمانۂ قدیم اور قرونِ وسطیٰ کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سورج زمین کے گرد گردش کرتا ہے یعنی زمین ساکن ہے قرآن حکیم نے چودہ سال قبل ان سب کی تردید کی اور فرمایا

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ (248)

ترجمہ: اور تو دیکھے پہاڑوں کو، سمجھے کہ وہ جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل، کاری گری اللہ کی جس نے سادھا ہے ہر چیز کو اس کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو

قرآن حکیم کے مطابق پہاڑ محسوس ہوئے بغیر حرکت میں ہیں۔ قدیم مفسرین نے اس حقیقت کو نظر انداز کیا اور اس آیت کی تفسیر میں پہاڑوں کی حرکت کو روزِ قیامت سے وابستہ کر دیا اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ 'پہاڑ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے۔' (249)

لیکن قیامت کے دن پہاڑوں کے اڑنے کے بارے میں کئی مقامات پر الگ سے ذکر ہے مثلاً سورۃ طٰہٰ کی آیات نمبر 105 تا 107 اور سورۃ المرسلات کی آیت نمبر 10 وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس طرح جدید تحقیق کی مدد سے اس آیت کی جدید تفسیر ممکن ہو سکی ہے۔ آیت میں خود ایسے اشارے موجود ہیں جو زمین کی حرکت اور پہاڑوں کی حرکت کی تائید کرتے ہیں۔

☆ اس آیت مبارکہ میں تَـــرَی کا ذکر ہے جس کا مطلب ہے 'تم دیکھتے ہو' یعنی یہ عمل اس وقت بھی جاری ہے۔ اگر اس آیت کے مطابق قیامت میں پہاڑ اڑیں گے تو دیکھے گا کون؟

☆ اور زمین کی گردش کے لئے پہاڑوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ پہاڑ ہی زمین کے سب سے نمایاں حصہ ہیں اور پہاڑ اسی وقت حرکت کر سکتے ہیں جب زمین بھی گردش میں ہو۔

32۔ سَمَآءَ اور مَصَابِیۡح (آسمان اور چمکتے چراغ)

رات کو آسمان میں ستارے بہت خوبصورت اور چراغوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں جب کہ دن کے وقت نیلے آسمان میں پیچھے چھپ جاتے ہیں۔ کیونکہ نیلا آسمان ان چمکتے ستاروں سے بہت ہی دور ہے۔ بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے بارے میں فرمایا

...وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ ... (250)

ترجمہ: اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت بخشی

اگر ستارے چراغ ہیں تو ان کی اپنی روشنی ہونی چاہیے اور اگر ان کی روشنی نہیں ہے تو پھر یہ چمکتے کیسے ہیں؟ اس سوال کا جواب سائنس ہمیں بگ بینگ تھیوری کے ذریعے فراہم کرتی ہے جس کی تصدیق خود قرآن حکیم نے بھی کی ہے کہ یہ کائنات پہلے دھواں تھی اور پھر ایک دھماکے سے وجود میں آئی۔

ستاروں کے چمکنے کی سائنسی وجہ کچھ اس طرح ہے۔

Stars glow because at their core the pressure is so great that hydrogen fuses to create helium. This releases a great amount of energy which, when it works to the surface of the star, the form of heat, light, and other types of radiation.(251)

ترجمہ: ستارے اس لئے چمکتے ہیں کہ ان کے درمیان میں اتنا زیادہ دباؤ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہائیڈروجن کے پگھلنے سے ہیلیم گیس بنتی ہے اس (عمل) سے توانائی کی ایک بڑی مقدار خارج کرتی ہے جو ستارے کی سطح پر حرارت، روشنی اور دیگر اقسام کی تابکاری کی صورت میں عمل کرتی ہے۔

اس طرح پیدا ہونے والی روشنی ہمیں زمین پر چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور قرآن کے الفاظ کے عین مطابق ستارے بطور چراغ دکھائی دیتے ہیں۔

اس کی ایک سائنسی توجیہہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ستارے تخلیق کائنات کے دوران سورج سے الگ ہوئے اور اس عمل میں دھواں اور راکھ جب ان پر پڑی تو ٹھنڈا ہونے پر جم گئی اور جدید سائنس کے مطابق جلی ہوئی راکھ/دھواں سورج کی روشنی پڑنے پر چاند کی طرح چمکتی ہے۔

قدیم مفسرین نے ستاروں کو صرف آسمان کی ظاہری زینت ہی بیان کیا ہے۔ اس

سے بڑھ کر وہ اس کی توجیہہ نہ کر سکے لیکن سائنس کی مدد سے ہم ستاروں کے چمکنے اور ان کے چراغ ہونے کی سائنسی وضاحت کر سکتے ہیں جو اس سے پہلے قدیم مفسرین کی نظر سے اوجھل تھا۔

33۔ بَحر اور ظُلُمٰت (سمندر اور اندھیرے)

آج سے کئی صدیاں قبل قرآن حکیم نے سمندروں کے بارے میں ایسی بے مثال معلومات مہیا کیں جنہیں آج کی جدید سائنس ثابت کر کے خود ورطہ حیرت میں ہے۔ جس زمانے میں عرب میں کوئی ایسا علم نہیں تھا جس کی مدد سے سمندر کے کچھ فٹ نیچے تک کی معلومات حاصل کی جاسکتیں قرآن حکیم نے سمندر کے اندر اندھیرے کے متعلق ان الفاظ میں بیان فرمایا

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ م بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰهَا ط وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍO (252)

ترجمہ: یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں، چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر، اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل، اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب نکالے اپنا ہاتھ لگتا نہیں اس کو سوجھے اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی اس کے واسطے کہیں نہیں روشنی

اس آیت کریمہ میں گہرے سمندر کی طرف اشارہ ہے جسے حال ہی میں سمندری ماہرین نے اس وقت دریافت کیا جب وہ سمندر کی عمیق گہرائیوں تک غوطہ زن ہونے کے قابل ہوگئے جہاں سمندری اندھیرے درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں اور جہاں اوپر تلے

اندھیرے ہی اندھیرے اور زبردست ٹھنڈک ہے۔ (253)

پروفیسر درگاراؤ، ماہر علم الارض اور شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ میں پروفیسر ہیں، اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سائنسدان اب جدید آلات کی مدد سے اس بات کی تصدیق کے قابل ہو گئے ہیں کہ سمندر کی گہرائیوں میں تاریکی ہے۔ انسان پانی کے اندر بغیر کسی مدد کے 20 سے 30 میٹر سے زیادہ گہرائی تک غوطہ نہیں لگا سکتا اور سمندر کی زیادہ گہرائی والی جگہ میں 200 میٹر سے زیادہ گہرائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ (254)

قدیم مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں روایتی انداز اختیار کیا اور صرف یہی بتایا کہ سمندر کی گہرائیوں میں اندھیرا ہے اور انسان جتنی گہرائی میں جائے گا اتنا ہی اسے اندھیرے سے واسطہ پڑے گا۔ انہوں نے ان اندھیروں کو لہروں کے تہ بنانے سے واضح کیا اور بتایا کہ سمندر کے اوپر مختلف لہریں تہ بنا کر گھپ اندھیرا پیدا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ان اندھیروں کی کوئی سائنسی توجیہہ نہ پیش کر سکے۔ لیکن آج جدید سائنس نے سمندروں میں تحقیق کر کے اس اندھیرے کی سائنسی وجوہات بیان کیں اور ان قوانین قدرت کا انکشاف کیا جو سمندر کی تہ میں شدید اندھیرے کا سبب بنتے ہیں۔

روشنی کی ایک لہر قوس وقزح میں نظر آنے والے سات رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ سات رنگ بنفشی، بینگنی، نیلا، سبز، پیلا، نارنجی اور سرخ ہیں۔ جب روشنی کی شعاع پانی سے ٹکراتی ہے اور انعطاف کے عمل سے گزرتی ہے تو اوپر والا 10 سے 15 میٹر پانی سرخ رنگ کو جذب کر لیتا ہے اور اگر کوئی غوطہ خور 25 میٹر کی گہرائی میں زخمی ہوتا ہے تو وہ اپنے خون کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ سرخ رنگ اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے ہی نارنجی رنگ کی شعاعیں 30 سے 50 میٹر تک جذب ہو جاتی ہیں اور پیلی اور تیز بنفشی

شعاعیں 200 میٹر کے اوپر ہی جذب ہو جاتی ہیں ۔ ان رنگوں کے متواتر غائب ہو جانے سے سمندر تہہ در تہہ بتدریج تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جاتا ہے یعنی روشنی کی تہوں میں تاریکی واقع ہو جاتی ہے اور 1000 میٹر کی گہرائی سے نیچے مکمل تاریکی ہوتی ہے ۔ (255)

جدید سائنس نے عظیم انکشاف کر کے آیت کریمہ کو محکمات میں تبدیل کر دیا ہے ۔

34۔ تسخیر سماوات (خلا اور سیارات کی تسخیر)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مظاہر قدرت کو دیکھنے، ان پر غور وفکر کرنے اور ان کو مسخر کرنے کی دعوت عام دے رکھی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ط... (256)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے ۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (257)

ترجمہ: اور کام میں لگا دیا تمہارے ، جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے ، اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے اور جو دھیان کرتے ہیں

قدیم مفسرین نے سَخَّرَ کے سطحی مطالب مراد لئے ہیں یعنی ہوا، پانی وغیرہ اور دیگر نعمتوں کا ذکر کیا ہے ۔ جب کہ اس آیت سے مراد جدید سائنس کی اب تک ہو چکی

ایجاد اور دریافت سے لے کر قیامت کے دن تک ہونے والی تمام ایجادات ہیں۔ ان میں مختلف مسخرات مثلاً خلا کی تسخیر، چاند تک رسائی، سورج اور ستاروں کے مسخر ہونے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

سورج کی روشنی کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا اور اپنی ضرورت کے مطابق ڈھالنا بھی سورج کو مسخر کرنے میں شامل ہے۔ دور حاضر کی جدید ترین ایجاد اور آنے والے وقت کی انتہائی اہم ضرورت شمسی توانائی سے چلنے والی اشیاء ہیں۔ پوری دنیا بالخصوص پاکستان میں توانائی کے بحران کے بعد سب کی نظریں اب شمسی توانائی سے ضروریات پوری کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ بیسویں صدی کے اواخر میں شمسی توانائی سے چلنے والی کاریں بھی تیار کر لی گئیں ہیں۔

اس طرح جدید سائنس نے سورج کے مسخر ہونے کی قرآن کریم کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز مسخر کی جا سکتی ہے۔

اسی طرح ستاروں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق آنے والے وقتوں میں ان تک مزید رسائی حاصل کی جا سکے اور وہاں انسان کا پہنچنا مقدور ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں غیر مرئی مخلوقات بھی شامل ہیں ان میں سے ہم صرف دو کے بارے میں زیادہ معلومات رکھتے ہیں فرشتے اور جن۔ فرشتے تو پیغمبروں اور رسولوں کو ہی نظر آتے یا ان سے بات کرتے تھے لیکن جن انسانی تسخیر میں ہو سکتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کا ان سے کام کروانا اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ زمانہ قدیم اور جدید میں کاہن وغیرہ موجود رہے ہیں جن کے قبضے میں جن و اور شیاطین کی جماعت ہوتی

ہے ۔ درج بالا آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاص طاقت سے نوازا ہے۔ اگر چہ انسان ظاہری جسم میں کمزور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقلی طاقت سے انسان کائنات میں موجود ہر مرئی اور غیر مرئی شے کو مسخر کر سکتا ہے۔

35۔ سیارات اور افلاک (سیارے اور مدارات)

سورج ہمارے نظام شمسی کا سب سے بڑا سیارہ ہے۔ جو زمین سے تقریباً 150 ملین کلومیٹر دور ہونے کے باوجود ہمیں بغیر کسی مداخلت ضرورت کے مطابق توانائی فراہم کرتا ہے ۔ اس میں بے پناہ توانائی موجود ہے جس کی بدولت زمین پر زندگی ممکن ہوئی ہے ۔ زمین پر مہیا کردہ توانائی کا نصف حصہ ہم روشنی کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں جبکہ بقیہ بالائی بنفشی شعاعوں کی صورت میں نظر نہیں آتی بلکہ حرارت کی شکل میں ہوتی ہے۔ ماضی میں سورج کے متعلق بہت سارے نظریات قائم تھے بعض کے نزدیک سورج زمین کے گرد گردش کرتا تھا جبکہ بعض کے نزدیک زمین سورج کے گرد گھومتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے مختلف آیات میں اشارہ فرما دیا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے لیکن سورج بھی اپنے مدار میں پھرتا ہے اس بارے میں درج ذیل ارشادات ربانی ہیں :

☆ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (258)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن اور سورج اور چاند، سب اپنے مدار میں پھرتے ہیں۔

☆ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّھَا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ O (259)

ترجمہ: اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے یہ غالب اور علم والے کا مقرر کیا ہوا
اندازہ ہے

☆ لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ ؕ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ
یَّسْبَحُوْنَO (260)

ترجمہ: نہ تو سورج سے ہوسکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے
سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں
عربی میں ایسی حرکت کے لئے جو کسی جسم کی ذاتی تحریک سے پیدا ہو فعل 'سبح'
استعمال ہوتا ہے۔ (261)

اسی طرح اگر یسبح کا فعل کسی فلکی جسم کے لئے استعمال ہو مثلاً سورج کے لئے تو
اس کا مطلب محض یہ نہیں ہوگا کہ وہ فلکی جسم خلا میں حرکت کررہا ہے، بلکہ اس کا یہ بھی
مطلب ہوگا کہ وہ فلکی جسم خلا میں حرکت کے ساتھ ساتھ اپنے محور پر بھی گردش کررہا
ہے۔ (262)

مذکورہ بالا آیتوں میں لفظ یَسْبَحُوْنَ استعمال ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
ایک چھوٹے سے لفظی مفہوم سے قرآن فلکی اجسام، چاند اور سورج دونوں کی اپنے اپنے
مدار میں گردش کو بھی بیان کررہا ہے۔ (263)

جدید ترین انکشاف جو سائنس نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ سورج بھی نظام شمسی
(Solar Sysytem) میں مجمع النجوم (شلیاق) کی جانب کسی نامعلوم منزل کی طرف

نہایت تیزی سے بھاگا جارہا ہے۔ اس مرکز کو سولر ایپکس کہا گیا ہے۔ (264)

نزول قرآن کے وقت خیال کیا جاتا تھا کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن۔ یہ زمین کی مرکزیت کا نظریہ (Geocentric Theory) دوسری صدی قبل از مسیح، بطلیموس (Ptolemy) کے زمانے سے مقبول چلا آرہا تھا۔ (265)

عرصہ دراز تک یونانی فلاسفر اور سائنس دان یہ تسلیم کرتے رہے کہ زمین کائنات کے مرکز میں واقع ہے اور باقی تمام اجسام بشمول سورج اس کے گرد گھومتے ہیں۔ (266)

قرآن کے قدیم مفسرین اس لفظ کی وجہ سے تشویش میں مبتلا رہے اور چاند اور سورج کے مداروں کا تصور قائم نہ کرسکے۔

۱۶۰۹ء میں جرمن نژاد سائنسدان جوہانس کپلر کی (Astronomia Nova) نامی کتاب شائع ہوئی جس میں یہ بات بتائی گئی کہ نہ صرف تمام سیارے بیضوی مدار میں سورج کے گرد گھومتے ہیں بلکہ وہ اپنے محور کے گرد بھی غیر متوازن رفتار کے ساتھ گھومتے ہیں۔ (267)

سورج اپنے 9 سیاروں کے ساتھ تقریباً 45000 میل فی گھنٹہ (20 کلومیٹر فی سیکنڈ) کے حساب سے مجمع النجوم ہرکولیس (Hercules) کی طرف سفر کررہا ہے اور یہ اپنے تمام سیاروں کے ساتھ ہماری کہکشاں کے مرکز کے گرد تقریباً 563000 میل (250 کلومیٹر فی سیکنڈ) کے حساب سے خلاء میں گھومتا ہے۔ اس بے پناہ رفتار پر بھی ہماری کہکشاں کے مرکز کے گرد ایک چکر لگانے کے لئے اسے اندازاً 200 ملین سال کی ضرورت ہوگی۔ (268)

سرفریڈرک ولیم ہرشل کا کہنا ہے ۔ (269)

The Sun is travelling through Space.

ترجمہ: سورج خلا میں سفر کررہا ہے

درج بالا آیت میں لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا کے الفاظ سے قرآن اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سورج کا ایک مقرر مدار ہے اور سورج اس مقرر مدار میں رواں دواں ہے اور اسی طرح سورج کا ایک مقرر وقت ہے ۔ اس وقت تک سورج نظام شمسی کو روشن کرتا رہے گا لیکن پھر وہ بے نور ہو کر بجھ جائے گا ۔ یہ وہ سب حقائق ہیں جن کے اشارات قرآن کریم میں سورج اور سیارات سے متعلق ہیں ۔ جن کو قدیم مفسرین سائنسی انداز میں پیش نہ کرسکے اور ان کا سطحی مفہوم بیان کیا لیکن جدید فلکیاتی انکشاف نے بہت حد تک اس ابہام کو واضح کر دیا ۔

36۔ عسل اور شِفاء (شہد اور دواء)

قرآن حکیم میں اللہ تعالٰی نے شہد اور شہد کی مکھی کا ذکر صراحت کے ساتھ فرمایا ہے اور جس چیز کے متعلق قرآن میں بار بار ذکر کیا گیا ہو اس میں لازمی طور پر کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے ۔ شہد کی اہمیت کے متعلق تمام اطباء متفق ہیں لیکن بہت پہلے بغیر کسی آلے کی مدد کے قرآن کریم شہد اور شہد کی مکھی کے متعلق ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے ۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ O

ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلاً ط یَخْرُجُ مِنْم بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ... (270)

ترجمہ: اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں۔ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں، نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں، اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے

شہد، شہد کی مکھی کی اہم پیداوار ہے لیکن یہ اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں پیدا کرتی ہے مثلاً

۱۔ Honey Wax

۲۔ Propolis

۳۔ Nectar

۴۔ Bee Toxicant

شہد میں 80 سے زائد شکر کی حیاتین کے عناصر، 15 شکر کے عناصر بالخصوص گنے میں پائی جانے والی شکر (قدرتی شکر)، انگور میں پائی جانے والی شکر، معدنی شکر اور ایسے عناصر جو انسانی جسم میں پروٹین بنانے میں مددگار ہوتے ہیں، شامل ہوتے ہیں۔ اس میں 5% ایسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں جنہیں شناخت نہیں کیا جا سکا۔ (271)

شہد کے فوائد

☆ آنکھ کی سوزش اور جلن کو دور کرتا ہے۔

☆ جراثیم کش ہونے کے باعث زخموں اور جلی ہوئی جگہوں پر استعمال ہوتا ہے۔

☆ بیکٹیریا کو اپنے اندر شامل نہیں ہونے دیتا۔

☆ زہر کش ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ ایسی خوراک جو زہر کش ہو وہ دل کے دورے اور کینسر سے بچاتی ہے۔

☆ معدے کی تبخیر اور آنتوں کے السر کا علاج ہے

☆ چھوٹے بچوں کے رات کو پیشاب کر دینے کی بیماری میں انتہائی مفید ہے۔ مثانے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

☆ جسم میں خون بنانے کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ نزلہ اور زکام کا علاج ہے۔

☆ جگر کی کام کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ اعصابی نظام کو درست کرتا ہے۔

☆ نشے کے عادی افراد کا علاج شہد سے کیا جاتا ہے۔

☆ کھانسی کا علاج ہے۔

☆ شہد میں لیموں کا رس اور گلیسرین ملا کر جلد کی خشکی وغیرہ کا علاج کیا جاتا ہے۔

☆ پٹھوں کے درد کا علاج ہے۔

درج بالا آیت میں استعمال کئے جانے والے تین الفاظ قابل توجہ ہیں:

۱۔ اتَّخِذِیْ ۲۔ کُلِیْ ۳۔ فَاسْلُکِیْ

یہ تینوں الفاظ مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں آج جدید سائنس یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے کہ چھتہ بنانے، اس کا دفاع کرنے، اس کی صفائی، خوراک اکٹھا کرنے اور شہد بنانے تک کا سارا کام مادہ مکھی کرتی ہے۔ مادہ مکھیوں میں صرف ملکہ مکھی ہی بچے دیتی ہے باقی مزدور مکھیاں سارے چھتے کی ذمہ داری اٹھاتی ہیں۔

شہد کی خصوصیات کی تفصیل، نیز چھتہ بنانے اور اس کے اندر ایک مکمل نظام سے مکھیوں کا اجتماعی عمل نیز اس عمل میں مادہ مکھیوں کا بھرپور کردار وغیرہ وغیرہ کی مکمل تفصیلات جدید طبی معلومات سے پہلے قدیم مفسرین کے لئے ممکن نہ تھیں۔ انہوں نے آیت

مذکورہ کی تفسیر میں اپنی سمجھ کے مطابق شہد کا شفاء اور مکھی کا چھتہ بنانے اور شہد پیدا کرنے کے عمل کو روایتی انداز میں پیش کیا۔ لیکن اب جدید طبی انکشافات کے بعد آیت کا مفہوم واضح تر ہوگیا اور یوں جو امور شہد سے متعلق اشتباہ میں تھے اب پوری طرح شد و مد کے ساتھ سامنے آ گئے ہیں۔

37۔ سَرَابِیْل اور وَقَایۃُ الْحَرّ (فائر پروف لباس)

قرآن نے انسان کو خلاء اور پھر چاند اور دیگر سیارات تک پہنچنے کی خبر تو دی لیکن وہاں سے واپسی پر رگڑ کے باعث آگ لگنے کے خطرات کا مقابلہ کرنا ضروری تھا۔ اس لئے قرآن کریم نے انسان کو یہ خوشخبری بھی دی کہ تم اس کے لئے فائر پروف لباس بھی بنا سکتے ہو۔ ارشا د خداوندی ہے:

...وَّجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ... (272)

ترجمہ: اور بنا دیئے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی میں

چاند کی تسخیر کے بعد جب راکٹ قیامت خیز رفتار سے زمین کی طرف آنا شروع ہوا تو اس وقت تیزئ رفتار سے راکٹ آگ کا گولہ بن گیا لیکن سائنس کا کمال تھا کہ نہ راکٹ اور اس کے تار جلے اور نہ خلا بازوں کو کچھ ہوا۔ اس لئے کہ خلا نوردوں نے ایسا لباس پہنا ہوا تھا جس پر آگ اثر نہ کرے اور راکٹ کی ترکیب بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ (273)

خلاء کی تسخیر اور واپسی کے خطرات سے متعلق قرآن کریم نے انسان کو بہت پہلے بتایا اور خوشخبری دی تم کائنات کی تسخیر بے فکر ہوکر کرو، آگ سے تمہاری حفاظت کا

انتظام کر دیا جائے گا۔

قدیم مفسرین نے درج بالا آیت کی تفسیر میں روایتی انداز استعمال کیا ہے اور بتایا ہے کہ تم ان خطرات میں پورا لباس زیب تن کرو اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرے سے محفوظ کرو۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ لباس کیسا ہو گا؟ اور اس سے خطرات سے مقابلہ کیسے ہو گا؟

اب جدید سائنس نے ایسے میٹیریل بنا لئے ہیں جو فائر پروف (Fire Proof) ہیں ان میں مخصوص پینٹ اور ایس بیس ٹاس (Aesbestos) قابل ذکر ہیں۔ ایسا کپڑا بھی ایجاد ہو گیا ہے جسے پہن کر کسی بھٹی میں ہاتھ ڈالا جائے تو ہاتھ نہیں جلے گا۔ خلا نورد اور آگ بجھانے والے عملے کے لوگ ایک مخصوص لباس پہن کر کام کرتے ہیں جس سے آگ ان پر اثر نہیں کرتی۔ (274)

جدید سائنس نے قرآن کریم کی خوشخبری سَــرَابِیْــل اور فائر پروف لباس کو ایک حقیقت میں بدل دیا ہے۔ اس لباس کی، جس کی خوشخبری قرآن کریم نے دی، مکمل تفصیل جدید سائنسی نکتہ نظر سے کی جا سکتی ہے۔ وہ مفہوم جو قدیم مفسرین کی نظروں سے اوجھل رہا اب واضح ہو گیا ہے۔ نیز اس آیت کریمہ کے مفہوم میں سے بلٹ پروف (Bullet Proof) جیکٹ اور بلٹ اور بم پروف کاریں بھی شامل ہیں جو قرآنی لفظ سَــرَابِیْــل کے مطابق انسان کا مکمل تحفظ کرتی ہیں۔

ایسا لباس یا ایسی اشیاء جو انسان کو آگ اور دیگر خطرات سے بچائیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق کی بدولت انسان نے ایسی اشیاء بنا کر قرآن کریم کی مذکورہ مبہم اور متشابہ آیت کو محکمات میں تبدیل کر دیا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں جدت آتی رہے گی۔

38۔ قرآن اور شفاء (قرآن اور دواء)

قرآن کریم صرف الماریوں میں سجانے کے لئے نازل نہیں کیا گیا اور نہ اس کا مقصد معانی پر غور کئے بغیر زبانی یاد کرلینا ہے بلکہ قرآن کریم ہدایت اور رہنمائی کا سب سے بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ شفاء بھی ہے ۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو دو مرتبہ شفاء قرار دیا ہے

... هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ... (275)

ترجمہ: یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ... (276)

ترجمہ: اور ہم اتارتے ہیں قرآن ، جو مومنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن ہدایت کے ساتھ شفاء بھی ہے لیکن صرف مؤمنین کے لئے یعنی صرف ان کے لئے جو پختہ ایمان اور یقین کے ساتھ اس پر عمل کریں لیکن اگر اس کا استعمال کسی دوسرے مقصد کے لئے کیا جائے مثلاً جادو اور تعویز گنڈوں کے لئے تو قرآن الٹا اثر کرتا ہے اور انسان گمراہی اور مختلف قسم کے خطرات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قرآن کس طرح بیماریوں سے شفاء ہے ؟ یہ حال ہی میں شروع ہونے والی ''قرآن تھراپی'' نے ثابت کیا ہے کہ قرآن واقعتاً شفا ہے ۔ مختلف بیماریوں کے مریضوں کو اگر قرآن کریم کی مختلف سورتیں سنائی جائیں تو وہ مکمل شفایاب ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ڈپریشن کے مریض کو سورۃ الرحمٰن سنائی جائے ،موٹاپا کم کرنے کے لئے سورۃ رعد روزانہ تلاوت کی جائے ۔ اسی طرح مختلف آیات اور سورۃ کے پڑھنے سے مختلف فوائد

حاصل ہوتے ہیں ۔جن کا ذکر مختلف احادیث اور اقوال صالحین میں ہے ۔

یہاں صرف ایک سورۃ کے اوپر کی گئی تحقیق بیان کرنا ضروری ہے ۔ راولپنڈی میں ڈاکٹر ریاض احمد نے قرآن تھراپی کے نام سے ایک کلینک بنا رکھا ہے ان کی تحقیق کے مطابق اگر ڈیپریشن وغیرہ کے مریض کو قاری عبدالباسط عبدالصمد کی آواز میں سورۃ الرحمٰن تنہائی میں بٹھا کر سنائی جائے تو اس سے خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے اور حلق خشک ہو جاتا ہے اس دوران مریض پانی کا گلاس پاس رکھے اور جب ایسی کیفیت ہو تو تھوڑا تھوڑا پانی ساتھ پیتا رہے ۔ یہ عمل کچھ دن کرنے سے مریض اللہ تعالیٰ کی بابرکت کلام سے شفاء یاب ہو جاتا ہے ۔

قرآن تھراپی کی جدید طب اب بہت عام ہوگئی ہے ۔ اسلامی ملکوں کے علاوہ یورپ اور دیگر مما لک میں بھی اس پر کام ہورہا ہے اور اس پیش گوئی کی تصدیق ہورہی ہے جو قرآن کریم نے بہت پہلے قرآن کے ہدایت کے علاوہ بیماریوں سے شفاء ہونے کے بارے میں دی ہے ۔ بہت ممکن ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ قرآن تھراپی ، ایلوپیتھی ، ہومیوپیتھی اور طب یونانی کی طرح ایک مستقل طبی ادارے کے طور پر سامنے آئے ۔

39۔ تقدیر کل شئی (ہر چیز کا مقرر انداز)

ہر عنصر (Element) کے اپنے خواص ہیں جو اسے کسی بھی دوسرے عنصر سے ممتاز کرتے ہیں ۔ اس بات کا انکشاف 1864ء میں لوتھر میئر (Lothar Meyer) نے 28 عناصر پر مشتمل ایک پریاڈک ٹیبل (Periodic Table) ترتیب دیا جس میں عناصر کو ان کے ایٹمی وزن کے مطابق تقسیم کیا گیا تھا ۔ اس طرح اس نے ان عناصر کو ان کی ویلنسی کے مطابق چھ گروہوں میں تقسیم کر دیا ۔ یہ عناصر کو ان کی خصوصیات کی وجہ سے الگ

کرنے کی پہلی کاوش تھی۔(277)

لیکن قرآن حکیم نے عناصر کی اس خصوصیت کے بارے میں بہت پہلے ان الفاظ میں مطلع کر دیا تھا۔

...وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا○ (278)

ترجمہ: اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر

یعنی اللہ نے ہر چیز کے آثار و خواص کو الگ الگ رکھا ہے۔ قدیم مفسرین نے ان اس آیت کی قدیم تفاسیر میں مختلف معانی بیان کئے ہیں جو اس وقت کے مفسرین کے ماحول کے مطابق تھے مثلاً کوئی شے نہ اس (اللہ) کے دائرہ تخلیق سے باہر ہے اور نہ دائرہ تقدیر سے۔ اور بعض نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ 'مجال نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کے ٹھہرائے ہوئے اندازہ سے سرِ موکم و بیش یا آگے پیچھے ہوسکے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں ہر چیز اور عنصر کی مخصوص امتیازی خصوصیات، جن کا علم سائنسی تجربات سے پہلے ممکن نہ تھا، اس راز کے متعلق نہیں سوچا اور یہ قیمتی سائنسی راز، راز ہی رہا۔

جدید سائنس کی روشنی میں اس آیت کریمہ میں بیان کردہ انتہائی اہم اور قیمتی راز سے پردہ اٹھ گیا ہے جو آج کل کے زمانے میں طبعیاتی سائنس کا سب سے اہم مضمون اور کیمیا کی بنیاد ہے۔

موجودہ پریاڈک ٹیبل میں اب تک کائنات کی ساخت میں 118 مختلف عناصر دریافت ہوچکے ہیں اور مزید تحقیق جاری ہے جو بتدریج نئے عناصر تلاش کرنے میں مصروف ہے اور یہ کوشش قیامت تک جاری رہے گی اور قرآن کریم کی تقدیر اشای سے متعلق آیات کی تصدیق کرتی رہے گی۔

سائنسی ترقی کی وجہ سے مذکورہ آیت موجودہ دور کی میٹالرجیکل انجینئرنگ اور معدنی کیمیا کی بنیاد ہوسکتی ہے کیونکہ جس طرح 1864ء میں صرف 28 عناصر کے بارے میں سائنسی انکشاف ہوا اور اب 118 عناصر دریافت ہو چکے ہیں۔ آگے چل کر اس کے بارے میں مزید انکشافات ہو سکتے ہیں اور قرآن کریم میں مستقبل کے ان انکشافات کی طرف اشارات موجود ہیں جنہیں سائنس کی ترقی ثابت کرے گی۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍO (279)

ترجمہ: اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازۂ معین پر

اس آیت کریمہ میں ان عناصر کے مستقبل میں بتدریج منکشف ہونے کی وجہ بیان فرمادی گئی یعنی جس زمانے میں جتنی مقدار اور جس قسم کے عناصر کی ضرورت ہوتی ہے وہ مہیا کر دیئے جاتے ہیں یعنی ان کے بارے میں علم عطا کر دیا جاتا۔ اس کا مطلب ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ مزید عناصر کا انکشاف ہوتا رہے گا۔ آیت کریمہ میں انسان کو دعوت فکر دی گئی کہ وہ اللہ تعالٰی کے ذخائر اور خزانے دریافت کریں خواہ وہ زمین کے اندر ہوں یا خلا کی وسعتوں میں پنہاں۔ اور وہ مفاہیم جو ان آیات میں مبہم اور متشابہ ہیں واضح ہوتے رہیں گے۔

40۔ ایساع السماء (کائنات کا وسیع سے وسیع تر ہونا)

بیسویں صدی کے شروع تک کائنات سے متعلق سائنس کا خیال تھا کہ کائنات ایک مستقل ساخت رکھتی ہے اور ازل سے موجود ہے اور آخر تک ایسی ہی حالت میں باقی

رہے گی لیکن 1929ء میں امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے دوربین سے آسمان کے مشاہدے کے دوران یہ انکشاف کیا کہ ستارے مستقل طور پر ایک دوسرے سے دور ہٹ رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے دوری پیدا ہو رہی ہے بعد ازاں برسوں کی سائنسی تحقیق نے ثابت کر دیا کہ اس کی وجہ کائنات میں مسلسل وسعت ہے اور کائنات ہر لحہ مسلسل پھیل رہی ہے۔ (280)

ایک کہکشاں (Glaxy) دوسری کہکشاں سے دور ہٹتی جا رہی ہے اس طرح کائنات کی جسامت اور حجم بڑھ رہا ہے۔ قرآن نے بہت پہلے کائنات کے پھیلاؤ کی وضاحت ان الفاظ میں کی۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيۡنٰهَا بِاَيۡٮدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ O (281)

ترجمہ: اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے اور ہم کو سب مقدور ہے

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر سَمَآءَ کو خلا اور کائنات کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس آیت میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی قرآن ہمیں کائنات کے پھیلنے کے متعلق اطلاع دے رہا ہے۔ (282)

کائنات کا پھیلنا بگ بینگ کا اثر ہے اور اس بگ بینگ کی وجہ سے فضاء میں ہر چیز اور کہکشائیں ابھی تک ایک دوسرے سے دور بھاگ رہی ہیں۔

زمین کے سکڑنے اور کائنات کے پھیلنے سے ایک اور امر کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ اپنے نظام شمسی سے باہر نکل کر کسی اور سیّارے میں پہنچنا فی الحال ناممکن ہے کیونکہ ہر وہ سیارہ جہاں جانے کا انسان ارادہ کرے گا وہ بھی زمین کی طرح کسی اور کہکشاں یا نظام شمسی کا حصہ ہوگا لیکن چونکہ موجودہ کائنات راکٹ سے زیادہ رفتار سے پھیل رہی

ہے اس لئے دوسرا کوئی بھی سیارہ انسان کی دسترس میں نہیں آ سکتا۔ (283)

آنے والے وقتوں میں ہوسکتا ہے کہ سائنس اتنی ترقی کرلے اور ایسا راکٹ یا کوئی اور مزید طاقتور ذریعہ ایجاد ہو جائے تو اس کے بارے میں فی الوقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جدید سائنس کہتی ہے کہ ہماری کائنات پھیل رہی ہے اور کوئی قوت ہر چیز کو خلا میں کھینچ رہی ہے۔ یہاں سائنس کا علم اللہ تعالٰی کی بیان کردہ آیت کریمہ سے بہت مطابقت رکھتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

یعنی کائنات میں تخلیق کا عمل جاری ہے اور یہ پھیلتی جارہی ہے اور یہ 'صدائے کن فیکون' کی صدا کی بدولت ہے جو کہ اللہ تعالٰی کا قاعدہ تخلیق ہے۔ (284)

لیکن کائنات کی وسعت اور توسیع کا مفہوم قدیم مفسرین نے سطحی انداز میں بیان کیا تھا جو ان کے ماحول کے مطابق تھا اس لئے وسعت اور توسیع کائنات کا صحیح مفہوم واضح نہ کرسکے لیکن آج وسعت کائنات کا سائنسی نظریات نے آیات کے مفہوم کو اشتباہ سے نکال کر محکم کے دائرے میں شامل کردیا۔

41۔ اِخْرَاجَ الْمَرْعٰی وَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی (چارہ اور سیاہ کوڑا کرکٹ)

معدنی کوئلہ اور تیل موجودہ دور کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں اس کی طرف لطیف اشارات موجود ہیں لیکن جن آیات میں یہ اشارات تھے ان کی مکمل

وضاحت سائنسی تحقیق سے قبل کما حقہ' ممکن نہ تھی ۔ ارشاد ربّانی ہے

وَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی O فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی O (285)

ترجمہ: اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اس کو کوڑا سیاہ

قدیم مفسرین نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ان اشارات کو واضح کیا لیکن پھر بھی ان میں ابہام اور تشابہ تھا ۔

عام طور پر اس کی تفسیر جو بیان کی جاتی ہے وہ ہے 'یہ بھی اسی (اللہ) کا کام ہے کہ جانوروں کے لئے چارہ زمین سے اگایا پھر اس کو سکھا کر سیاہی مائل اور ہلکا پھلکا کر دیا جسے پانی کی رو بہا کر اِدھر اُدھر لے جاتی ہے ۔ (286)

موجودہ دور کی سائنسی تحقیق نے بتایا کہ زمین کے اندر کوئلے کی کانیں، تیل اور گیس کے ذخیرے موجود ہیں جن سے آج کل ہم چولہے روشن کرتے ہیں ۔ اور یہ سب کچھ ان جنگلوں کی بدولت جو آج سے کروڑوں سال پہلے زمین میں دبے ہوئے تھے یہی پودے اپنی زندگی میں اپنے پتوں کے ذریعے سورج سے انرجی حاصل کرتے رہے زمین کے اندر دباؤ اور حرارت کی وجہ سے یہ انرجی مذکورہ بالا عوامل کی صورت میں نمودار ہو رہی ہے ۔ (287)

کوئلہ کے ذخائر درختوں کے باقیات ہیں قرآن کریم میں غُثَآءً اَحْوٰی (سیاہ کوڑا کرکٹ) کی اصطلاح استعمال کر کے ان معدنیات یعنی کوئلے اور تیل وغیرہ کی طرف اشارہ کیا جو رنگ میں سیاہ ہیں ۔ کوئلہ تو سیاہ ہے ہی مگر خام پٹرولیم جو براہ راست زمین سے نکلتا ہے وہ بھی سیاہ ہوتا ہے ۔ (288)

موجودہ سائنسی تحقیق نے بتایا ہے کہ زمین کے اندر کوئلہ، تیل اور دیگر معدنیات

کافی عرصہ پہلے زمین پر موجود درختوں اور ان کے کیمیاوی عمل کی وجہ سے ہیں اور اس مفہوم کی کسی حد تک وضاحت کر دی ہے جس کی طرف مرعٰی اور غثاء احوٰی کے قرآنی الفاظ میں اشارہ کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ سائنسی انکشافات کی وجہ سے اس کی مزید وضاحت ہوتی رہے گی۔

42۔ فَسَاد فِي الْبَرِّ وَالْبَحْر (خشکی اور سمندروں میں فساد)

ایٹمی جنگ کے علاوہ ایک اور عامل جو انسانی زندگی کو تباہ اور اپاہج کر سکتا ہے وہ ماحولیاتی آلودگی ہے۔ سورج کی شعاعیں ایک تناسب سے اوزون گیس میں جذب ہو کر زمین کی سطح تک پہنچتی ہیں اور نقصان پہنچاتی ہیں لیکن فضائی آلودگی کے باعث اوزون کی تہہ میں سوراخ ہو جانے سے زمین کے درجۂ حرارت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جس سے نباتات برابر متاثر ہو رہے ہیں اور نباتات سے آکسیجن کی فراہمی میں کمی آ رہی ہے جو یقینی طور پر انسانی زندگی کو متاثر کر رہی ہے۔(289)

ایک ایسی صدی اور جگہ پر جہاں ماحولیاتی آلودگی کے بارے میں آگاہ ہونا بہت ہی مشکل کام تھا لیکن قرآن مجید نے اس کے بارے میں نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اس کے ممکنہ خطرات سے بھی خبردار کیا۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ انسان کے لئے اس میں ایک بہت بڑا سبق موجود ہے۔ آج انسان اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے تباہی خرید رہا ہے جس کے بارے کئی سو سال پہلے اللہ رب العزت نے واضح طور پر مطلع کر دیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ O (290)

ترجمہ: پھیل پڑی ہے خرابی خشکی پر اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں۔

انیسویں صدی کے صنعتی انقلاب نے اس آلودگی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے لیکن اس سلسلے میں اس مسئلے کو پذیرائی 1970 کے بعد ہی مل پائی ہے اور آج ماحولیاتی آلودگی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے بہت ساری بیماریاں جنم لے رہی ہیں جن کی سب سے بڑی وجہ اوزون کی تہہ میں ہونے والا بڑا شگاف ہے جس کے باعث سورج کی انتہائی خطرناک شعاعیں براہ راست زمین پر آنا شروع ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے جلد کا کینسر بڑھ رہا ہے۔

قرآن کریم نے فساد فی البر اور فساد فی البحر کے الفاظ میں مختلف اقسام کی ماحولیاتی آلودگی طرف ہماری توجہ دلائی مثلاً شور سے پیدا ہونے والی آلودگی جس کے باعث انسانوں میں چڑ چڑاپن، ڈیپریشن اور متعدد بیماریوں میں اضافہ دیکھا گیا ہے جس کی طرف قرآن کریم نے فساد فی البر میں اشارہ کیا اور بحری آلودگی یا پانی کی آلودگی جس کی طرف قرآن کریم نے فساد فی البحر میں میں اشارہ کیا ہے۔ تمام کارخانوں کا فضلہ سمندر میں پھینکنے سے سمندری مخلوق کو بھی نقصان ہورہا ہے اور انسانوں کا بھی۔

فساد فی البر اور فساد فی البحر کے مفہوم کو قدیم مفسرین نے اپنے ماحول کے پیرائے میں واضح کیا لیکن وہ اس میں فضاو سمندر میں فساد کے اصل مفہوم کو واضح نہ کر سکے لیکن اب سائنسی تحقیق سے جب خشکی، فضا اور سمندر مین آلودگی کا مسئلہ پیدا ہونے کی وضاحت کی جو زمین پر بسنے والی ہر زندہ چیز کے لیے خطرہ ہے، تو فساد کا صحیح مفہوم

واضح ہوا اور مفہوم کا اشتباہ ختم ہو کر محکم بن گیا۔قرآن کریم کی دیگر متشابہ آیت کو تو نئی سائنسی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے لیکن مذکورہ آیت کی تصدیق کا باعث خود اسی سائنس کی بنائی ہوئی اشیاء ہیں مثلاً کارخانے اور بڑی بڑی فیکٹریاں اور ذرائع مواصلات ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی نے قرآن کریم کی اس متشابہ آیت کو محکم کر دیا ہے۔

43۔ کظم الغیض اور العفو (غصّہ پی جانا اور درگزر کرنا)

غصہ ایک جذباتی عمل ہے جس کا تعلق انسانی نفسیات کے ساتھ ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ غصّہ انسان کے ساتھ ہوئی زیادتی، ناراضگی یا حکم عدولی کا نفسیاتی ردِّعمل ہے۔غصہ کے بارے میں بہت سارے اقوال موجود ہیں مثلاً

۱۔ غصہ تمام برائیوں کی جڑ ہے

۲۔ غصہ ایک چنگاری ہے جو ہر وقت دہکتی رہتی ہے

۳۔ غصہ شیطان کی طرف سے دیا اشتعال اور اس کی مکاری ہے۔

۴۔ غصہ انسان سے عقل چھین لیتا ہے اور وہ ایک جانور بن جاتا ہے جس میں کوئی احساس نہیں ہوتا۔

۵۔ غصہ انسان کے ایمان کو کمزور کر دیتا ہے۔ وغیرہ

جدید سائنس کے مطابق جو لوگ معاف کر دینے اور غصہ پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ دماغی اور جسمانی طور پر صحت مند ہوتے ہیں۔

اسلام نے غصے سے منع فرمایا ہے اس سلسلے میں بہت ساری قرآنی آیات اور احادیث موجود ہیں جن میں غصہ پی جانے والے اور معاف کر دینے والوں کے انعامات کا ذکر ہے۔قرآن حکیم کے چند ارشادات درج ذیل ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَO (291)

ترجمہ: عادت کر درگزر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے

...وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (292)

ترجمہ: اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

...فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ... (293)

ترجمہ: پھر جوکوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمہ

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (294)

ترجمہ: اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان

غصہ پی جانا اور معاف کرنا مؤمنین کی صفات میں سے سب سے بڑی صفت ہے۔
قرآن کریم کا ارشاد ہے:

...وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ... (295)

ترجمہ: اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

قدیم تفاسیر میں بیان کردہ آیات کی تفسیر میں صرف معاف کردینے کے ظاہری معنی بیان کئے گئے ہیں لیکن جدید سائنس نے معاف کردینے اور غصہ کو پی جانے کے عمل کا طبی تجزیہ کیا اور اس طبی عمل کی وضاحت کرتے ہوئے غصہ پی جانے اور معاف کردینے کے فوائد پر طبی سائنس کی روشنی میں دلائل پیش کئے اور درج ذیل فوائد کا اثبات طبی سائنسی تحقیق سے کیا۔

۱۔ غصے کی وجہ سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ تین گنا بڑھ جاتا ہے جبکہ معاف کر دینے سے اس خطرے سے بچا جا سکتا ہے۔ (296)

۲۔ غصے کی وجہ سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے شریانیں سخت ہو جاتی ہیں جس سے دل کی بیماریاں پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے معاف کر دینے سے ان سے بچا جا سکتا ہے۔

۳۔ غصے کی وجہ سے کمر درد، بے خوابی اور معدے کی تکالیف میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ معاف کر دینے سے چونکہ انسان راحت محسوس کرتا ہے اس لئے ان بیماریوں میں خاطر خواہ حد تک کمی آ جاتی ہے۔

جدید طبی سائنسی تحقیق کے مطابق غصہ ایسی دماغی حالت ہے جو انسانی صحت کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہے جبکہ معاف کر دینا، اگرچہ یہ لوگوں کے لئے ایک مشکل فیصلہ ہوتا ہے، لیکن غصہ کی وجہ سے ہونے والے جسمانی نقصان کا ازالہ کرتا ہے۔ معاف کرنا ایک ایسا طرز زندگی ہے جس کی مدد سے انسان جسمانی اور دماغی طور پر صحت مند زندگی گزار سکتا ہے لیکن اسلام نے غصہ پی لینے اور معاف کرنے کے طبی فوائد کے ساتھ ساتھ ایک اور عظیم فائدے کی طرف بھی ہماری توجہ دلائی اور وہ یہ ہے معاف کر دینے سے اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اور معاف کر دینے سے انسان کا اللہ رب العزت پر ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے دینی یا دنیاوی طور پر ملنے کا خواستگار رہتا ہے اس طرح معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بھی ہے۔ معاف کر دینا قرآن میں مذکور دیگر فوائد کی طرح سائنسی طور پر تسلیم شدہ فوائد میں سے ایک ہے جس کی تصدیق موجودہ سائنسی تحقیق کی بدولت ہی ممکن ہوئی ہے۔ (297)

44۔ رؤیہ اور عدم رؤیہ (دکھائی دینے والی چیزیں اور نہ دکھائی دینے والی چیزیں)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی ذات پاک کو اپنی صفات کے پردوں میں چھپا رکھا ہے اسی طرح اس نے مخلوقات میں سے بعض ایسی بھی پیدا کی ہیں کہ جسم و جان رکھنے کے باوجود ہمیں نظر نہیں آتیں جیسے کہ ملائکہ اور جنات۔ انسان اپنی طبعی کثافت کی بناء پر سب کو نظر آتا ہے جب کہ ملائکہ اور جنات اپنی طبعی لطافت کی بناء پر کسی کو نظر نہیں آتے۔ (298)

قرآن کریم میں اس بارے میں ارشاد ہے۔

...اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ... (299)

ترجمہ: وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔

جدید سائنس کی روشنی میں دیکھا جائے تو کیا ایسی اشیاء یا اجسام واقعتاً موجود ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتے؟ کیونکہ روشنی نظر اور دکھائی دینے کے لئے ضروری ہے اس لئے روشنی کی خصوصیات اور اقسام کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کچھ اشیاء ہم دیکھ سکتے ہیں اور کچھ ہمیں نظر نہیں آتیں۔

۱۔ دکھائی دینے والی اور عام روشنی میں فرق ہوتا ہے۔

۲۔ روشنی کا پیمانہ 0.1 نینو میٹر سے کم سے شروع ہوتا ہے مثلاً شارٹ ویوز اور گیما ریز، اور 1 کلومیٹر تک ہوتا ہے مثلاً لانگ ویوز اور کم پاور کی ریز یعنی ریڈیو ویوز۔

۳۔ نظر آنے والی روشنی وہ روشنی ہے جس کی مدد سے انسانی آنکھیں کسی جسم کو

دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں ۔ یہ عام روشنی والی لہریں سات رنگوں کی ہوتی ہیں جن کا پیمانہ 400 اور 800 نینومیٹر ہوتا ہے ۔

۴۔ انسان نظر آنے والی روشنی کی مدد سے اپنے ارد گرد کی اشیاء آسانی سے دیکھ سکتا ہے جبکہ خوردبینی اجسام دیکھنے کے لیے خوردبین اور آسمانی اجسام کے لیے ٹیلی سکوپ (دوربین) کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ان دو آلات کی ایجاد سے قبل تک انسان صرف وہی اجسام دیکھ پاتا تھا جو ایک عام آنکھ دیکھ سکتی ہے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ۔

یہاں سوال پیدا ہوتا کہ نظر نہ آنے والی دنیا کے بارے میں کیسے علم ہوسکتا ہے ؟ آسانی سے نظر آنے والی اشیاء کا حجم کتنا ہوتا ہے جبکہ ان کا موازنہ ان اشیاء سے کیا جائے جو دیکھی نہیں جاسکتیں یا انسانی آنکھ ان کا ادراک نہیں کرسکتی تو عجیب جواب ملتا ہے ۔

لہروں کی چند مشہور اقسام یہ ہیں ۔

۱۔ گیما ریز: ان کو سب سے طاقتور تصور کیا جاتا ہے ۔

۲۔ ایکس ریز: عام طور پر ان کو طب میں استعمال کیا جاتا ہے ۔

۳۔ الٹرا وائیولیٹ ریز: یہ شعاعیں ستاروں اور سورج سے خارج ہوتی ہیں ۔

۴۔ نظر آنے والی روشنی: عام روشنی جو ہم دیکھ پاتے ہیں ۔

۵۔ انفرارڈ ریز: یہ شعاعیں عموماً فوج استعمال کرتی ہے دشمن کا کھوج لگانے میں ۔ بہت سارے سانپ اپنا شکار ڈھونڈنے میں اس کا استعمال کرتے ہیں ۔

۶۔ مائکروویز: ذرائع مواصلات بالخصوص موبائل فون میں استعمال ہوتی ہیں۔

۷۔ ریڈیوویز: ستاروں اور بادلوں سے ان کا عمل شروع ہوتا ہے۔ان کو ریڈیوسیٹ میں وصول کیا جاسکتا ہے۔ یہ لہریں بغیر تار کے مواصلات میں استعمال ہوتی ہیں۔ (300)

یہ ساری تفصیل قرآن مجید کی آیت کی تصدیق کرتی ہے غیر مرئی اجسام موجود ہیں جن کا ادراک عام انسان کونہیں ہوسکتا۔ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ○ (301)

ترجمہ: سوقسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہواور جو چیزیں کہ تم نہیں دیکھتے

قدیم تفاسیر میں ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں نہایت ہی تنگ مفہوم لیا گیا اور اس میں نزول قرآن اور اس کے بعد آنے والے زمانے کے علوم لئے گئے ہیں تاہم اب جدید سائنس نے واضح کردیا ہے کہ ان آیات میں کائنات میں بے شمار ایسی مخلوقات مراد ہیں جوجسم و جان رکھنے کے باوجودہمیں نظرنہیں آتیں۔ ہزاروں تحقیق گاہوں میں ان کی موجودگی کا سائنسی آلات کے ذریعے مشاہدہ ہوچکا ہے۔قرآن کریم میں ان ہی بے شمار مخلوقات کی طرف اشارہ کیا گیا اور اب ہم ان بے شمار چیزوں سے واقف ہوئے ہیں جنہیں ہم نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے معدوم سمجھتے تھے۔ان غیر مرئی اشیاء کی جدید سائنسی تحقیق کے ذریعے وجودی ہونے کے ساتھ ساتھ مَـــا لَا تُبْـــصِـــرُوْنَ کے مفہوم کی وضاحت ہوتی رہے گی اور وہ اشتباہ اور ابہام جو اس آیت کے مفہوم میں تھا کھلتا جائے گا اور ہماری اس سربستہ مخلوق کو پہچاننے میں رہنمائی ہوتی رہے گی۔

45۔ الیل و السکون (رات اور آرام)

اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نشانیوں میں سے رات اور نیند بھی ہیں ۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر رات اور دن کا ذکر کیا گیا ہے ۔ نیند، زندگی کے لئے قدرت کا سب سے عظیم تحفہ ہے ۔قرآن حکیم میں جہاں بھی رات کا ذکر آیا ہے وہاں آرام کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔قرآن کریم میں ارشاد ہے ۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ○ (302)

ترجمہ: اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑ و اور دن بنایا دیکھنے کا، اللہ تو فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے

اسی طرح سورۃ النمل :۲۷، آیت :۸۶، سورۃ الفرقان :۲۵، آیت :۴۷، سورۃ یونس :۱۰، آیت ۶۷ اورسورۃ الانعام :۶، آیت :۹۶ میں بھی یہی مضمون مذکور ہے ۔

جدید سائنسی تحقیق سے قبل ان تمام قرآنی آیات کی قدیم تفاسیر میں سونے اور آرام کرنے کو عام معانی میں بیان کیا گیا تھا لیکن سائنس نے نیند کے فوائد پر سیر حاصل روشنی ڈال کر، اگر چہ سائنس اب تک نیند کا صحیح بھید معلوم نہیں کرسکی، قرآن کے مقتضی کی تشریح کی ہے ۔اس تحقیق کا مختصراً جائزہ کچھ اس طرح ہے ۔

۱۔ نیند انسانی زندگی کا تیسرا حصہ کنٹرول کرتی ہے ۔

۲۔ نیند کا نہ آنا جسم اور دماغ کو بری طرح متاثر کرتا ہے ۔

۳۔ بے خوابی انسان کی تخلیقی قوت، ارتکاز، قوت مدافعت اور بیماریوں کے خلاف

مزاحمت میں کمی کا باعث ہے۔

۴۔ بے خوابی سے رعشہ، ہاتھوں میں لرزہ طاری ہونا اور طبیعت میں چڑ چڑا پن جیسی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں انسان کی توجہ رات اور دن کے آنے جانے پر غور وفکر کی طرف دلائی گئی ہے اور ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ رات کو آرام اور دن کو کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ آج جدید سائنس نے نیند اور سکون کے تعلق اور فلسفہ کو واضح کیا جو ابھی بھی مزید وضاحت کے انتظار میں ہے اس حقیقت سے انسان کو بہت پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا جس کی دور جدید کے سائنس دان اور ماہرین نفسیات تصدیق کر رہے ہیں۔ اور ان آیات کا مفہوم اشتباہ اور ابہام سے نکل کر محکمات کے زمرے میں داخل ہو گیا ہے۔

46۔ الشجر الأخضر و الایقاد (سرسبز درخت اور چقماق)

آکسیجن ہماری زندگی کا لازمی جزو ہے جس کے بغیر انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ زمین پر آکسیجن کی موجودگی ہی اسے دوسرے اجرام فلکی سے ممتاز کرتی ہے اور اسی کی وجہ سے زمین پر زندگی کا وجود ممکن ہو سکا ہے۔ آکسیجن نہ صرف سانس لینے کا باعث ہے بلکہ دیگر امور میں بھی کسی نہ کسی طور مددگار ہوتی ہے۔ ہوا میں آکسیجن کی موجودگی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ○ (303)

ترجمہ: جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ، پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو

بظاہر تو اس آیت کریمہ کی تفسیر انتہائی سادہ ہے کہ جب ہرا بھرا درخت سوکھ جاتا

ہے تو اس کی لکڑیوں کو آپس میں رگڑ کر یا کسی اور طریقے سے آگ لگائی جا سکتی ہے اور بعض قسم کے درخت ایسے بھی ہوتے ہیں جو سبز حالت میں ہی آگ جلانے کے کام آتے ہیں۔ اور قدیم مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اسی انتہائی سادہ انداز میں کی اور دو ایسے درختوں کا ذکر کیا ہے جس سے چقماق کا کام لیا جاتا ہے اور ان سے آگ حاصل کی جاتی تھی۔ (304)

لیکن عمومی حالت میں اگر دیکھا جائے تو سرسبز درخت کو آگ نہیں پکڑتی۔ خشک لکڑی کو جلانے کے لئے بھی آگ کا عمل کسی خاص عنصر کا محتاج ہے۔ سائنسی تحقیق سے پہلے اس خاص عنصر کی وضاحت جس کا خفیف اشارہ آیت کریمہ میں موجود ہے، ناممکن تھا۔ اس لئے مفسرین اس ابہام کو واضح نہ کر سکے آج کی سائنسی تحقیق نے اس عنصر کی وضاحت کی ہے کہ وہ گیس کی ایک خاص قسم ہے یعنی آکسیجن جو جلانے کے عمل میں ضروری ہے اور اس ابہام کو دور کیا ہے جو آیت کی وضاحت کے لئے ضروری تھا۔

آیت میں خاص طور سرسبز درخت کے جلانے کے عمل میں مِّنۡهُ کے لفظ کا اضافہ اسی گیس کے احتراقی عمل کی طرف لطیف اشارہ ہے اور سائنس نے اس گیس کو دریافت کیا اور اس کے لئے آکسیجن کی اصطلاح رکھی۔

Antoine Lavoisier ایک فرانسیسی سائنسدان تھا جسے موجودہ کیمسٹری کا باپ قرار دیا جاتا ہے، نے 1778ء میں آکسیجن کا نام رکھا اور ثابت کیا کہ آکسیجن ہی ہے جو جلنے کے عمل میں معاون ہے اور اس کا منبع سرسبز درخت ہیں۔ جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔ (305)

47۔ قیامت کے دن دکھائے جانے والے اعمال اور جدید ایجادات

دنیا میں ہر انسان کا مکمل اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیار کیا جارہا ہے جو خیال بھی انسان کے دل میں گزرتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا انسان کا قلبی عمل ہو، لسانی عمل یا عضوی عمل ہر ایک نہایت باقاعدگی کے ساتھ درج کیا جارہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر انسان کا جو مقدمہ پیش ہونے والا ہے، یہ سب اس کی شہادت کے طور پر فراہم کیا جائے گا اور جو ثبوت خود عدالت کی طرف سے ہوں، اور وہ بھی ریکارڈ، کوئی بھی شخص ان کی تصدیق کرنے کے سوا کوئی معقول توجیہ پیش نہیں کرسکتا۔ (306)

اس طرح ہو شخص اپنی زندگی میں کئے گئے تمام مناظر خود دیکھ کر بقول قرآن پکار اٹھے گا

...مَالِهٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا... (307)

ترجمہ: کیسا ہے یہ کاغذ نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں آ گئی۔

جدید سائنس بتاتی ہے کہ ہمارے تمام اعمال خواہ وہ اندھیرے میں کئے گئے ہوں یا اجالے میں سب کے سب فضا میں تصویری حالت میں موجود ہیں اور کسی بھی وقت ان کو یکجا کر کے ہر شخص کا پورا کارنامۂ حیات معلوم کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس وقت تک ایسے آلات اور کیمرے بنے ہیں چند گھنٹے بعد تک ہی کسی ایسی لہر کو یکجا کر سکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس سے قبل کے مناظر کو ریکارڈ کرنے کی طاقت ان میں نہیں ہے۔ (308)

اس طرح کے کیمروں کے علاوہ دور جدید کی جدید ترین ٹیکنالوجی مثلاً سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز، کیبل، ڈش اور سب سے بڑھ کر آج کل گھروں اور دفاتر میں لگائے جانے والے(CCTV) کلوز سرکٹ کیمرے جن کی مدد سے 24 گھنٹے ایک ایک لمحے کی اور کئی مہینوں کی لگاتار ریکارڈنگ کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی سی چِپ (Flash Drive) اور میموری کارڈ میں بے شمار ڈیٹا محفوظ کیا جا سکتا ہے تو کیا یہ خالق کائنات، جو اتنی بڑی کائنات کا نظام تنہا چلا رہا ہے، کے لئے یہ ممکن نہیں وہ ان تمام ایجادات سے زیادہ سٹوریج والی کوئی بھی چیز مثلاً ڈی وی ڈی روز قیامت ہر ایک کو دے دے؟

یہ جدید ایجادات قرآن کریم میں بہت قبل بیان کی گئی حقیقت کی تصدیق کے لئے کافی ہیں۔ ان ایجادات سے پہلے قرآن میں ذکر غیر مرئی مخلوقات کی سائنسی تفصیل قدیم مفسرین کے لئے ممکن نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے ان مذکورہ آیات کے مفہوم کو سطحی انداز میں بیان کیا اور اصل مفہوم میں اشتباہ رہا لیکن جوں جوں ان غیر مرئی مخلوقات کا کھوج سائنسی انداز میں آگے بڑھے گا ان آیات کا اصل مفہوم واضح ہوتا رہے گا۔

5.4 فصل چہارم

متشابہات کا محکمات میں تبدیلی کا عمل

آیات متشابہات کا محکمات میں تبدیلی کا عمل نزول قرآن کے وقت سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ اب تک جو آیات بظاہر محکم ہو چکی ہیں ان کے نئے نئے مطالب بھی نکلتے رہیں گے اور یہ اس وقت کے علم اور تحقیق کی رو سے بھی مطابقت رکھیں گے۔ تاہم ابھی تک کی سائنسی دریافتوں نے کافی حد تک متشابہات کو محکمات میں تبدیل کر دیا ہے لیکن ابھی بھی بہت سی ایسی آیات کریمہ موجود ہیں جن پر موجودہ علم کی روشنی میں بحث تو کی گئی ہے لیکن بظاہر یہ ایک لا حاصل بحث کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ وثوق سے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعتاً یہ تاویل درست ہے کہ نہیں؟ کیونکہ ایسی تاویل جس پر بہت سارے سائنس دان اور علماً متفق ہو جائیں پھر بھی ان میں اختلاف کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ ان آیات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات کسی حد تک محکمات میں تبدیل ہو گئیں ہیں۔ لیکن دوسری طرف جب ایک ہی آیت کی تاویلات مختلف علماً اور سائنس دان مختلف انداز میں کریں اور ان کے بارے میں واضح طور پر کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو تو ہوا میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بہتر ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ آیات ابھی متشابہ ہی ہیں اور آنے والا وقت اور علم ان کے بارے میں بہتر طور پر بتا سکے گا۔ ذیل میں چند ایسے عنوانات ذکر کئے جا رہے ہیں جن کے بارے میں قیاس آرائیاں تو بہت کی جا چکی ہیں لیکن ان کے بارے میں اصل علم ابھی تک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍO (309)

ترجمہ: اور ہمارے پاس تو ہر چیز کے ذخائر اور خزائن موجود ہیں اور ہم انہیں ضرورت کے مطابق معینہ اندازے سے (انسانوں کے لیئے) نازل کرتے رہتے ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ ضروری جانیں گے تو ان آیات کا علم بھی کسی نہ کسی سائنسی تحقیق کے ذریعے سے انسانوں کو پہنچا دیں گے۔

حروف مقطعات

حروف مقطعات متشابہات ہیں۔ یہ حروف اکٹھے لکھے جاتے ہیں اور سامی زبانوں کی تحریر کا یہی انداز ہے جو کہ آریائی زبانوں سے مختلف ہے۔ آریائی زبانوں میں مختصرات (Abreviations) جدا جدا لکھے جاتے ہیں لیکن حروف مقطعات پڑھے جدا جدا جاتے ہیں۔ مختلف علماً نے اپنے اپنے انداز میں ان کی تشریح کی ہے مثلاً حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الٓمٓ سے مراد اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ یعنی میں ہوں اللہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا۔ (310)

جس دور میں قرآن نازل ہوا اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء حضرات دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ (311)

یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی ﷺ کے ہمعصر مخالفین میں سے کسی نے بھی ان حروف مقطعات کے استعمال پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی صحابہؓ سے کوئی روایت منقول ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ سے ان کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں یہ اسلوب

عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لئے متعین کرنا مشکل ہو گیا۔

چونکہ ان حروف کا صحیح ترجمہ اور تفسیر کرنا ممکن نہیں اس لئے یہ حروف متشابہات میں سے ہی رہیں گے اور قرین قیاس ہے کہ شاید کوئی ایسا علم یا حقیقت سامنے آ جائے جس کی مدد سے ان کے معانی اور مراد معلوم کئے جا سکیں ۔لیکن یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی ۔

قیامت کے متعلق آیات

قیامت کے آنے سے متعلق تمام آیات محکمات میں سے ہی ہیں اور اس میں کسی قسم کے شک و شبے کی گنجائش نہیں کہ قیامت نہیں آئے گی ۔ کیونکہ قرآن حکیم میں واضح طور پر مختلف آیات میں قیام قیامت کا ذکر نہایت ہی تاکید سے کیا گیا ہے ۔ارشاد ربانی ہے :

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ O (312)

ترجمہ: تحقیق قیامت آنی ہے اس میں دھوکا نہیں اور لیکن بہت سے لوگ نہیں مانتے

اسی طرح قرآن حکیم میں کئی آیات میں قیامت کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے :

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا... (313)

ترجمہ: تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت

قیامت کے وقت کا تو کسی کو علم ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس دن وقوع پذیر ہونے والے واقعات مثلاً پہاڑوں کا اڑنا ، آسمان کا پھٹ جانا اور زمین کا لپیٹ دیا جانا ایسے عوامل ہیں جن کے بارے میں ایمان بالغیب کے طور پر تو تمام مسلمانوں کا یقین ہے لیکن

جب یہ تمام عوامل انسان اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا تو اس وقت ان آیات کی حقیقت محکم ہو جائے گی۔

چونکہ سائنس کے مفروضات ونظریات حتمی نہیں ہیں ان میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے جب کہ قرآن کے بیانات ظاہر ہے حتمی ہیں ۔قرآن حکیم میں بہت سی باتیں ایسی ہی جن کا سائنس ابھی تک حتمی جواب تلاش نہیں کرسکی ۔ سائنس ابھی اس منزل پر نہیں پہنچی کہ وہ ان باتوں کی صحیح صحیح تشریح کر پائے ۔لیکن ایک بات واضح ہے کہ قرآن حکیم نے قیامت کے جومناظر پیش کئے ہیں ، سائنس کی تحقیق ان سے ہم آہنگ ہے مثلاً سورج ایک دن بے نور ہوجائے گا اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے وغیرہ ۔

ان آیات سے یہ بتانا بھی مقصود ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم صرف قیامت آنے کے کے لمحے تک کے لئے نہیں ہے بلکہ جب انسان دوبارہ تخلیق کے مراحل سے گزر چکا ہوگا تو حساب تو اسے اس زمین پر کئے گئے اعمال کا دینا ہے ۔اس لئے لامحالہ اس کوقرآن کریم میں مذکور یہ تمام واقعات یاد آئیں گے اور اس کے جنت یا دوزخ میں داخلے تک اور شاید اس کے بعد بھی جب وہ نعیم جنت دیکھے گا یا عذاب جہنم پائے گا تب تک قرآن کی آیات محکمات کی صورت میں اس کے سامنے آئیں گی ۔ واللہ اعلم بالصواب

3 ۔ آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں پیدائش سے متعلق آیات

آسمان اور زمین کی تخلیق سے متعلق بہت ساری آیات کریمہ مذکور ہیں جن میں ان دونوں کی تخلیق میں صرف ہونے والے وقت کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے ۔

ارشاد ربانی ہے :

...خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ... (314)

ترجمہ: پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دن میں

...خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّام... (315)

ترجمہ: بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ... (316)

ترجمہ: بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں

ان آیات میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کو چھ ایام میں مکمل کرنے کے بارے میں فرمایا گیا ہے جن کی تفصیل قرآن حکیم ایک اور آیت میں اس طرح بیان فرماتا ہے۔

...خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ...وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّام...فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ... (317)

ترجمہ: ۔۔۔زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔۔۔اس میں غذاؤں کی تجویز بھی اس میں کر دی چار دن میں ۔۔۔پس دو دن میں سات آسمان بنا دیئے۔

اس آیت کریمہ میں جب تخلیق کائنات کا ذکر تفصیلی طور پر فرمایا تو اس میں دنوں کی تعداد آٹھ ہوگئی۔

اس کی توضیح میں یہ کہا جاتا ہے کہ "پہلے دو دن اور چار دن ایک دوسرے میں شامل ہیں طریقہ تخلیق کو بیان کرتے ہیں۔ درحقیقت چار دن وقت کی کل لمبائی کو ظاہر کرتے ہیں۔"(318)

اس لئے چھ اور آٹھ دنوں میں کوئی تعارض نہیں۔ چھ دنوں کے بارے میں مختلف علماً نے اپنے اپنے پیرائے میں اظہار خیال کیا ہے۔بعض نے ان چھ دنوں کو چھ ادوار

شمار کیا ہے اور بعض نے چھ حصے بیان کیا ہے اور بعض انہیں مراحل تخلیق بیان کرتے ہیں۔
ان سب کے بعد پیدا ہونے والا اختلاف یہ ہے کہ پہلے زمین کی تخلیق ہوئی یا آسمان کی؟
کیونکہ سورۃ حٰم سجدہ کی آیت 9 اور 10 کے مطابق زمین پہلے تخلیق کی گئی جبکہ سورۃ النازعات میں فرمایا گیا

ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ط بَنٰهَا... وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَاO (319)

ترجمہ: کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا۔ اس نے اس کو بنالیا۔ اور زمین کو اس کے بعد صاف بچھا دیا

بظاہر دونوں آیات میں تضاد ہے۔ کچھ نے کہا کہ آسمان اور زمین کا تخلیقی مادہ اکٹھا بنایا گیا پہلے آسمان مکمل ہوگیا اور زمین نے ٹھنڈا ہونے میں وقت لیا اس لئے زمین بعد میں مکمل ہوئی اور اس کی طرف اشارہ دحاھا میں کیا گیا ہے۔(320)

اس کے بعد دن کی لمبائی پر اختلاف پیدا ہوا کیونکہ قرآن حکیم میں مختلف ارشادات بیان ہوئے ہیں ایک جگہ فرمایا۔

... فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ O(321)

ترجمہ: ایک دن میں جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں

فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ O (322)

ترجمہ: اس دن میں جس کی لمبائی پچاس ہزار برس ہے۔
اسی طرح سورۃ الحج میں واضح فرمادیا:

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ O(323)

ترجمہ: اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔

سورۃ المعارج میں قیامت کے دن کے بارے میں ہے کہ وہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا تخلیق کائنات کے دنوں کے مطابق نہیں۔

ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کے الفاظ اس مدت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں جس میں سورج کی تخلیق عمل میں آئی۔ بظاہر نظر آنے والے شب و روز کا وجود سورج اور زمین کے وجود میں آنے سے قبل ناممکن تھا۔ (324)

ہوسکتا ہے کہ دن کی مدت بتانے کا مقصد یہ بتانا مقصود ہو کہ جیسے زمین پر سورج کی روشنی پڑنے سے دن شروع ہوتا ہے اسی طرح اس سورج کی روشنی اللہ تعالی کے عرش تک اس سورج کی روشنی کو پہنچنے میں جو وقت درکار ہے وہ تقریباً ہمارے دنوں کے حساب سے ایک ہزار سال ہو۔ یعنی روشنی کو اپنی ہی رفتار سے سفر کرتے ہوئے عرش تک پہنچنے میں جتنی دیر لگتی ہے اس کو چھ سے ضرب دیں تو تخلیق کائنات کا مرحلہ مکمل ہو پایا۔ یا اس سے یہ بتانا بھی مقصود ہو کہ اللہ تعالی کا عرش زمین سے کتنی مسافت پر ہے؟ واللہ اعلم بالصواب

جدید تحقیقات کی رو سے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زمین کی تخلیق 4 ارب 60 کروڑ سال پہلے عمل میں آئی۔ (325)

زمین کی تخلیق کی مدت کا تعین اس اور اسی طرح شب و روز کی مقدار کا تعین سائنسی انکشافات سے واضح ہوتا جائے گا اور ایک دن قرآن کریم کی بیان شدہ مقدار کا تعین ہوگا۔

آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں تخلیق کے متعلق قدیم مفسرین نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیاں کیں ہیں لیکن وہ کسی طور پر بھی حتمی نہیں ہیں۔ یہ آیات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم جدید کی مزید ترقی کی متقاضی ہیں۔

جس تیز رفتاری سے کائنات کے پردے اٹھتے جا رہے ہیں یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ نہ صرف دو آسمانی ادوار کا بھی تعین ہو سکے اور ماہرین ارضیات نے اندازہ کے مطابق تخلیق کے جو چار ادوار بیان کئے ہیں ان کی بھی بالکل صحیح صحیح تعین کی جا سکے۔ (326)

سات آسمانوں سے متعلق آیات

قرآن کریم میں سات آسمانوں اور اتنی ہی زمینوں کی تخلیق کا ذکر کئی آیات میں کیا گیا ہے۔ ان میں چند آیات یہ ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ... (327)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمین بھی اتنی ہی

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ... (328)

ترجمہ: جس نے بنائے سات آسمان تہ پر تہ

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ (329)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ پر تہ

ان آیات میں باعث توجہ اور سائنسی نقطۂ نظر سے دلچسپی کے حامل نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یعنی اتنی ہی یا انہی کی طرح زمین

۲۔ طِبَاقًا جس کے معنی ہیں تہہ در تہہ

یہ دو ایسے حقائق ہیں جن کے بارے میں گزشتہ دو سو سال سے کائنات کے متعلق

سائنسی تحقیقات ابھی حتمی معلومات حاصل کرنے میں نا کام ہیں۔ (330)

اگر چہ گزشتہ کئی سالوں میں خلائی سفر اور خلائی سائنس نے بھی خاصی پیش رفت کی ہے مگر اس کی توضیح کرنے سے قاصر ہے۔ (331)

اس کا اعتراف ایک مسلمان محقق نے یوں کیا ہے۔

Dr. Muhammad Hasbusnabiyy, the head of Department of Physics at 'Aynush Shams University says: Science has yet to find out what is meant by the "seven heavens and seven Earths"(332)

ترجمہ: ڈاکٹر محمد حسبنبی، صدر شعبہ فزکس، عین الشمس یونیورسٹی کہتے ہیں: سائنس نے ابھی تلاش کرنا ہے کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا کیا مطلب ہے؟

آج تک کی سائنس نے قرآن میں طِبَــاقًــا یعنی تہہ در تہہ کے مختلف معانی پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک نظریہ کے مطابق یہ سات تہیں کچھ اس طرح ہیں۔

۱۔ پہلا آسمان:

وہ خلائی میدان، جس کی بنیاد ہم اپنے نظام شمسی کے ساتھ مل کر رکھتے ہیں۔

۲۔ دوسرا آسمان:

ہماری کہکشاں کا خلائی میدان، جسے ملکی وے (Milky Way) کا مرکز تشکیل دیتا ہے۔

۳۔ تیسرا آسمان:

ہمارے مقامی کلسٹر (Cluster) کہکشاؤں کے گروہ کا خلائی میدان۔

۴۔ چوتھا آسمان:

کائنات کا مرکزی مقناطیسی میدان، جو کہکشاؤں کے تمام گروہوں کے مجموعے سے تشکیل پاتا ہے۔

۵۔ پانچواں آسمان:

کائناتی پٹی جو قواسرز (Quasars) بناتے ہیں۔

۶۔ چھٹا آسمان:

پھیلی ہوئی کائنات کا میدان، جسے رجعتِ قہقری (پیچھے ہٹتی ہوئی) کہکشائیں بناتی ہیں۔

۷۔ ساتواں آسمان:

سب سے بیرونی میدان، جو کہکشاؤں کی غیر محدود بیکرانی سے تشکیل پاتا ہے۔ (333)

دوسرا نظریہ

زمین کی فضا سات تہوں سے مل کر بنی ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ ٹروپوسفیئر (Tropospere)

یہ فضا کی تہوں میں زمین سے قریب ترین تہہ ہے۔ یہ فضا کی 90% کمیت رکھتی ہے

۲۔ سٹریٹوسفیئر (Stratosphere)

اوزون کی تہہ اس کا حصہ ہوتی ہے۔

۳۔ اوزونوسفیئر (Ozonosphere)

جہاں بالائی بنفشی شعاعوں کا انجذاب ہوتا ہے۔

۴۔ میزوسفیئر (Mesosphere)

سٹریٹوسفیئر سے اوپر کی تہہ کو میزوسفیئر کہتے ہیں۔

۵۔ تھرموسفیئر (Thermosphere)

میزوسفیئر کے اوپر تھرموسفیئر ہوتی ہے۔

۶۔ آیونوسفیئر (Ionosphere)

تھرموسفیئر کے اندر آیونائزڈ گیسیں ایک تہہ بناتی ہیں جنہیں آیونوسفیئر کہتے ہیں۔

۷۔ ایگزوسفیئر (Exosphere)

زمین کی فضا کا بیرونی حصہ جو 840 کلومیٹر سے 960 کلومیٹر تک ہوتا ہے۔ (334)

سات زمینوں کے ثبوت میں زمین کی ترکیب یعنی پہاڑوں، وادیوں، چٹانوں، مٹی اور پانی وغیرہ کو بنیاد بنا کر زمین، عطارد، زہرہ، مریخ، زمین کے چاند، زحل کے سب سے بڑا چاند ٹائی ٹن (Titan) اور مشتری کے چاند یوروپا (Europa) کو پیش کیا جاتا ہے۔ (335)

اسی طرح زمین کو سات تہوں میں تقسیم کر کے سات زمینیں بھی ثابت کی جاتی ہیں۔ سات زمینوں اور آسمانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرنے کی کوشش کر کے سات ثابت کیا گیا ہے لیکن چونکہ ان کے بارے میں ابھی تک وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا اس لئے علم فلکیات کی مزید ترقی تک یہ آیات متشابہ ہی رہیں گی۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ فلکیاتی سائنس میں ترقی سے ان آیات کا اصل مفہوم اور سات آسمانوں اور سات زمینوں کی حقیقت واضح ہوتی جائے گی جس کا مختصر ذکر قرآن کریم نے ان آیات میں کیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کوسجدہ کرنے والے گیارہ ستارے

حضرت یوسفؑ کو خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند نے سجدہ کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے نظام شمسی میں گیارہ سیارے ہوں گے۔ علم فلکیات نے پہلے ان کی تعداد ۹ بتائی لیکن کچھ عرصہ قبل ایک سیارے پلوٹو کو نظام شمسی سے نکال دیا گیا ہے اور اب ان کی تعداد آٹھ بتائی جاتی ہے۔ بعض ماہرین فلکیات زمین کے مدار میں آنے والے دو مزید چاندوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور بعض ماہرین کے مطابق ان کی تعداد بارہ ہے۔ لیکن چونکہ ابھی تک واضح نہیں ہوسکا ہے اس لئے یہ آیت بھی ابھی متشابہ ہی رہے گی۔ چونکہ گیارہ ستاروں کے ساتھ سورج اور چاند کا اضافی تذکرہ کیا گیا ہے اس لئے ان کو چھوڑ کر گیارہ مزید سیارے دریافت کرنا ہوں گے۔

اب جدید سائنس میں پائے جانے والے ایک نظریے کے تحت ان معلوم سیاروں کی تعداد گیارہ ہوچکی ہے۔

The IAU decided that Pluto and Eris should be reclassified as dwarf planets. The asteroid Ceres meets those requirements, so it's a dwarf planet too.(336)

ترجمہ: International Astronomical Union کے فیصلے کے مطابق پلوٹو اور اریز کو دوبارہ چھوٹے سیاروں کے طور پر نظام شمسی میں شامل کرلیا گیا ہے جبکہ ایک اور چھوٹا سیارہ سیریس، جوسورج کے مدار میں گردش کررہا ہے، کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس تحقیق کی رُو سے تو گیارہ سیارے مکمل ہوجاتے ہیں یعنی

۱۔ مرکری (Mercury)

۲۔ وینس (Venus)

۳۔ زمین (Earth)

۴۔ مارس (مریخ) (Mars)

۵۔ جیوپیٹر (Jupiter)

۶۔ سیٹرن (Saturn)

۷۔ یورینس (Uranus)

۸۔ نیپچون (Neptune)

۹۔ پلوٹو (Pluto)

۱۰۔ ایریز (Eris)

۱۱۔ سیریس (Ceres)

لیکن پھر بھی ان چھوٹے اور نئے شامل کئے گئے سیاروں کے بارے میں شکوک موجود ہیں کیونکہ سائنس کبھی انہیں مانتی ہے اور کبھی نظام شمسی سے نکال دیتی ہے۔

ایک اور نظریہ یہ ہوسکتا ہے کہ اگر پلوٹو کو ساتھ شامل رکھا جائے تو ۹ سیارے ہو جاتے ہیں اور ایک وہ سیارہ جو1983ء میں ناسا کے 13 سالہ تحقیقاتی سفر کے بعد اچانک ایک فلکیاتی حقیقت بن کر ابھرا جسے Planet X کا نام دیا گیا۔(337)

اور ایک وہ سیارہ جو قیامت کے بعد اس دنیا کی جگہ لے گا جس کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ... (338)

ترجمہ: جس دن بدلی جائے اس زمین سے اور زمین اور بدلے جائیں آسمان

ان کو شامل کیا جائے تو گیارہ پورے ہو جاتے ہیں لیکن پھر بھی یہ ایک قیاس ہے ہو

سکتا ہے ان کے علاوہ ہی گیارہ پورے ہو جائیں اور قرآن کریم کی سورۃ یوسف میں مذکور آیت کی وضاحت ہو جائے۔

ذوالقرنین کا مشرق اور مغرب کی جانب سفر

انگریزی میں ذوالقرنین کو(Dual Qarnayn) کہا جاتا ہے۔ ذوالقرنین کے بارے مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ اس لفظ کے بہت سارے معانی بیان کئے گئے ہیں مثلاً دولٹوں یا دومینڈیوں والا، دوسینگوں والا، دوسلطنتوں والا اور دوزمانوں والا وغیرہ قرن کے کئی معنی مراد لئے گئے ہیں مثلاً آدمی کے سر کی بلندی، جہاں حیوان کے سینگ ہوتے ہیں، بالوں کی لِٹ، پہاڑ کی چوٹی، آفتاب کا کنارہ جو پہلے پہل ظاہر ہو، سردار قوم، زمانہ کا ایک حصہ وغیرہ (339)

قدیم مفسرین نے بالعموم اس کا مصداق سکندر رومی کو قرار دیا ہے جسے انگریزی میں سکندر اعظم(Alexander the Great) کہتے ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ ملحد تھا، یونانی افسانوں دیوتاؤں کی پوجا کرتا تھا اس لئے اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہو سکتا۔ مفسر قرآن عبداللہ یوسف علی نے لکھا ہے کہ

He was a man of Faith(340)

ترجمہ: وہ ایمان والا آدمی تھا۔

اس طرح وہ سکندر اعظم کو ہی ذوالقرنین مانتے ہیں۔

بعض علماً کا خیال ہے کہ یہ کوئی ایسا بادشاہ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا تھا۔ بعض مفسرین کے مطابق قرآن مجید میں مذکور خصوصیات کا حامل صرف فارس کا

حکمران تھا جسے یونانی سائرس، عبرانی فورس اور عرب کیخسرو (خسرو) کے نام سے پکارتے تھے۔ (341)

اس ساری تمثیل میں پہلی بات جو ابھی تک متشابہ ہے وہ یہی ہے کہ ابھی تک اس بات کا ہی تعین نہیں ہو سکا کہ ذوالقرنین کون تھا؟

اس کے بعد ذوالقرنین کی مہمات کا ذکر ہے۔ مثلاً

حَتّیٰٓ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ... (342)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں

حَتّیٰٓ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا... (343)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پایا اس جو۔۔۔

چونکہ قرآن حکیم نے خود ثابت کیا ہے کہ زمین بیضوی ہے اور گیند کی طرح مکمل گول نہیں ہے اور اس کا کوئی سرا بھی نہیں ہے۔ اس لئے ذوالقرنین کے مشرق اور مغرب کی طرف سفر میں کوئی نہ کوئی خاص بات پوشیدہ ہے جس کے بارے میں موجودہ سائنس کچھ بتانے سے قاصر ہے۔ یہ ذکر تمثیلاً بھی ہو سکتا ہے لیکن قرآن کریم میں ایسی بات کا ذکر جس میں کوئی خاص اشارہ موجود ہو اسی طرز میں ہوتا ہے۔ اگر ذوالقرنین کوئی پیغمبر بھی نہ تھے پھر ان کے واقعات کو اتنی تفصیل سے ذکر کرنا اپنے اندر کوئی نہ کوئی راز رکھتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے بارے میں تحقیق کرنے کے بارے میں اشارہ دیا گیا ہو کیونکہ ماضی کا انسان کناروں سے گر جانے کے خوف سے لمبا سفر کرنے سے گریز کرتا تھا۔ تاہم ان آیات کریمہ کا مطلب اور

مدعا ابھی تک متشابہ ہی ہے۔

آسمان میں بروج کی تخلیق

آسمان میں برجوں کی تخلیق سے متعلق آیات کریمہ ہیں۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا...(344)

ترجمہ: بڑی برکت ہے اس کی جس نے بنائے آسمان میں برج

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا ...(345)

ترجمہ: اور ہم نے بنائے آسمان میں برج

قدیم علم ہیئت میں 'برج' کا لفظ اصطلاحاً ان بارہ منزلوں کے لئے استعمال کیا ہوتا تھا جن پر سورج کے مداروں کو تقسیم کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے بعض قدیم مفسرین نے یہ سمجھا کہ قرآن کا اشارہ انہی بروج کی طرف ہے، بعض قدیم مفسرین نے اس سے مراد سیارے لئے ہیں۔(346)

عام طور اس آیت کی تفسیر میں بارہ برجوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت شامل ہیں۔ اور انہیں سات بڑے سیاروں کی منزلیں بھی قرار دیا جاتا ہے جن کے نام ہیں مریخ، زہرہ، عطارد، قمر، شمس، مشتری اور زحل۔(347)

ان تمام برجوں کو انسانی پیدائش، حال اور مستقبل سے وابستہ بیان کیا جاتا ہے۔

ان تمام کا تعلق ایک ایسے علم سے جسے عام زبان میں جوتش یا نجوم بینی کہا جاتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ستاروں کے صرف تین فوائد بیان کئے ہیں۔

۱۔ آسمان کی زینت ہونا

۲۔ مسافروں کے راستہ تلاش کرنے میں مدد دینا

۳۔ شیاطین کے لئے شعلے

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ

...عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً(348)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کاہن کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو شخص حروف ابجد سے حساب کرے اور نجوم سیکھے اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔(349)

کیونکہ غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے فرمایا۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ...(350)

ترجمہ: اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا

بقول علامہ اقبالؒ

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا

وہ خود فراخیٔ افلاک میں ہے خوار و زبوں

ایک نظریہ کے مطابق برج عربی زبان میں قلعے، قصر اور مستحکم عمارت کو بھی کہتے ہیں۔ (351)

اس طرح مذکورہ آیات کریمہ کی تفسیر میں بیان کئے گئے بروج اصل میں وہ نہیں جن کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور بروج کے قلعے یا مستحکم عمارت ہونے کی صورت میں ان قلعوں اور مستحکم عمارتوں کی دریافت تک، خواہ وہ آسمانوں میں طبعی طور پر موجود ہوں یا غیر مرئی حصار کی شکل میں، یہ آیات مبارکہ متشابہ ہی رہیں گی۔

سجّین اور علیّین کا قرآنی تصور

قرآن کریم نے عالم بالا میں دو مقامات علیّین اور سجّین کا، جو عالم بالا میں اچھے اور برے ارواح کا مسکن ہے، ذکر ان الفاظ میں کیا:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ O (352)

ترجمہ: اور تجھے کیا معلوم سجّین کیا ہے؟

وَمَآ اَدْرٰکَ مَاعِلِیُّوْنَO (353)

ترجمہ: اور تجھے کیا معلوم علیّین کیا ہے؟

اس سلسلے میں بہت سی جدید سائنسی تحقیقات کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علیّین تو آسمانوں پر ہے جبکہ سجّین زمین کی گہرائیوں کے اندر ہے۔ (354)

''سجّین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین

کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے ۔،،(355)

برمودہ ٹرائی اینگل بحر الکاہل (Pacific Ocean) میں جاپان اور فلپائن کے علاقے میں ہے ۔ یہ جاپان کے ساحلی شہر یوکوہاما سے فلپائن کے جزیرے گوام تک اور گوام سے پھر جاپان کے ماریانا جزائر اور پھر یوکوہاما تک بنتی ہے ۔(356)

کچھ علماٗ اور مفسرین برموداٹرائی اینگل کوسجّین قرار دیتے ہیں ۔(357)

جبکہ کچھ کا خیال ہے کہ یہ علاقہ دجال کے زیر تسلط ہے ۔مولانا عاصم عمر نے برمودا تکون اور دجال کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جس میں انہوں اس علاقے کو دجال کا علاقہ قرار دیا ہے ۔(358)

ان مقامات کی تفصیل ابھی تک مشتبہ ہے ۔ اگر چہ بعض لوگوں نے قیاس آرائیاں کر کے برمودہ ٹرائی اینگل کو بڑے زور وشور کے ساتھ سجّین ثابت کیا ہے لیکن یہ مقامات ابھی تک اور شاید قیامت تک متشابہ ہی رہیں گے ۔

پودوں کا رنگین ہونا اور سائنس کی لاعلمی

تمام پودے سبز مادے یعنی کلوروفل کی مدد سے پھلتے پھولتے ہیں اور سبز رنگ میں پوری طرح ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب پھولوں اور پھلوں کے ظہور کا وقت آتا ہے تو اچانک ان میں سے سرخ ،سفید ، گلابی اور دیگر خوبصورت رنگ کہاں سے نکل آتے ہیں جن کے بارے میں قرآن حکیم مختلف جگہ پر ذکر کرتا ہے مثلاً

وَمَا ذَرَاَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ...(359)

ترجمہ: اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے زمین میں رنگ برنگ کی

...فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا... (360)

ترجمہ: پھر ہم نے نکالے اس سے میوے طرح طرح کے ان کے رنگ

...ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ... (361)

ترجمہ: پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے اس پر

سائنس اور سائنس دان اس مظہر قدرت کی صحیح صحیح تاویل کرنے سے قاصر ہیں۔ اتنا تو معلوم ہو سکا ہے کہ مواد نشاستہ پتیوں میں پیدا ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ مختلف قسم کے رنگ و روپ اور یہ عطر بیزیاں کہاں پر اور کیسے تیار ہوتے ہیں؟ اور یہ رنگین اجزا کس چیز کی کارفرمائی کا نتیجہ ہیں؟ کیا یہ کاربن ڈائی آکسائیڈ، پانی، سورج کی روشنی یا مٹی کا کارنامہ ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ سورج کی روشنی میں سات رنگ ہوتے ہیں لیکن اس میں اتنا شعور کہاں کہ وہ مختلف درختوں کو ان کا اپنا مخصوص نوعی رنگ چن چن کر عطا کرے؟ کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ گلاب کا رنگ چنبیلی میں اور چنبیلی کا رنگ گلاب میں آگیا ہو۔ (362)

بیان کردہ آیات کریمہ کا معنی تو واضح ہے لیکن اس میں مذکور حقیقت ابھی تک متشابہ ہے کہ پودوں میں رنگ کہاں چھپے ہوتے ہیں جس کے بارے میں جدید سائنس ابھی تک بتانے سے قاصر ہے کہ یہ پھول میں کیسے آجاتے ہیں؟ سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان آیات میں مذکور حقیقت آشکار ہو جائے گی اور یہ آیات جو اصل مفہوم کے اعتبار سے متشابہ ہیں ان کی وضاحت ہو گی۔

حوالہ جات

1. القرآن، سورۃ حم السجدہ:۴۱، آیت:۳

2. القرآن، سورۃ النحل:۱۶، آیت:۴۴

3 السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۳۳ تا ۳۵

4. ایضاً، ص ۳۵

5. القرآن، سورۃ البقرۃ:۲، آیت:۲۶

6. محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوار البیان، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن، ص ۳۹۶

7. السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، الاتقان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، حصہ دوم، ص ۳۳

8. احمد یار خان، مفتی، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص ۲۵۳

9. عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۷

10. ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جوناگڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۴۵۶

11. احمد یار خان، مفتی، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن، ص ۲۵۳

12. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۲۸۲

13. ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: زاہد کلیم، حقیقت قرآن، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۷، ص ۱۱

14. القرآن، سورۃ البقرہ:۲، آیت:۲۲۱

15. ایضاً، آیت:۲۴۲

16. القرآن، سورۃ النساء:۴، آیت:۸۲

17. القرآن، سورۃ الانعام:۶، آیت:۶۵

18. ایضاً، آیت:۹۸
19. القرآن، سورۃ یونس:۱۰، آیت:۲۴
20. القرآن، سورۃ الرعد:۱۳، آیت:۳
21. القرآن، سورۃ النحل:۱۶، آیت:۴۴
22. محمد ثناء اللہ عثمانی، قاضی، تفسیر مظہری، دارالشاعت کراچی، ۱۹۹۹، ص ۱۲۶
23. عبدالکریم الاثری، تفسیر عروۃ الوثقیٰ، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ۱۹۹۵، ج ۲، ص ۵۷۔۵۹
24. ایضاً، ص ۶۰
25. القرآن، سورۃ یٰسین:۳۶، آیت:۳۸
26. ایضاً، آیت:۳۹
27. ایضاً، آیت:۴۰
28. المشرقی، محمد عنایت اللہ خان، تذکرہ، الحاج محمد سرفراز خان، متولی و منتظم علامہ ٹرسٹ، ج ا، س ن، ص ۴۹
29. سید احمد خان، سر، تفسیر القرآن، رفاہ عام سٹیم پریس، کشمیری بازار، لاہور، س ن، ج ۲، ص ۳، ۴
30. القرآن، سورۃ التین:۹۵، آیت:۴
31. القرآن، سورۃ العلق:۹۶، آیت:۲
32. آئی اے ابراہیم، محسن فارانی، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دارالسلام، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۴۵
33. ایضاً
34. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۵۵
35. القرآن، سورۃ صٓ:۳۸، آیت:۷۱
36. القرآن، سورۃ الانعام:۶، آیت:۲
37. القرآن، سورۃ الاعراف:۷، آیت:۱۲
38. القرآن، سورۃ بنی اسرائیل:۱۷، آیت:۶۱
39. القرآن، سورۃ الصّٰفّٰت:۳۷، آیت:۱۱

40.
القرآن، سورۃ المومن: ۴۰، آیت: ۶۷

41. القرآن، سورۃ الرحمٰن: ۵۵، آیت: ۱۴

42. القرآن، سورۃ الحجر: ۱۵، آیت: ۲۶

43. ایضاً، آیت: ۲۸

44. القرآن، سورۃ المومنون: ۲۳، آیت: ۱۲ تا ۱۴

45. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

46. القرآن، سورۃ الانبیاء: ۲۱، آیت: ۳۰

47. القرآن، سورۃ الفرقان: ۲۵، آیت: ۵۴

48. القرآن، سورۃ عبس: ۸۰، آیت: ۲۰

49. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن اور تخلیق کائنات، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۲۷

50. القرآن، سورۃ الکہف: ۱۸، آیت: ۱۱

51. ایضاً، آیت: ۱۸

52. ایضاً

53. ایضاً

54. ایضاً، آیت: ۱۷

55. ایضاً، آیت: ۱۹

56. ایضاً

57. ایضاً، آیت: ۱۸

58. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن اور تخلیق کائنات، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۳۷

59. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اوراس کا انجام، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۱۸۷

60. http://en.wikipedia.org/wiki/Big_Bang

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

61. القرآن، سورۃ الانبیاء:۲۱، آیت:۳۰

62. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۱۳

63. ایضاً

64. القرآن، سورۃ حم السجدہ:۴۱، آیت:۱۱

65. القرآن، سورۃ القمر:۵۴، آیت:۴۹، ۵۰

66. القرآن، سورۃ الفلق:۱۱۳، آیت:۱

67. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۹۳

68. ایضاً

69. القرآن، سورۃ الانعام:۶، آیت:۹۵

70. حوالہ سابق، ص ۹۴

71. القرآن، سورۃ النمل:۲۷، آیت:۳۸

72. ایضاً، آیت:۳۹

73. ایضاً، آیت:۴۰

74. شوقی ابوخلیل، ڈاکٹر، ترجمہ: محمد امین، حافظ، اطلس القرآن، دارالسلام، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۷۱

75. http://www.distancefromto.net/distance-from/Yemen/to/palestine

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

76. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروزسنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۹۵، ۱۹۶

77. http://www.srh.noaa.gov/epz/?n=wxcalc_speedofsound

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

78. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۸۶

79. http://electronics.howstuffworks.com/gadgets/high-tech-gadgets/holographic-environment.htm

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

80. http://www.webopedia.com/TERM/T/tele-immersion.html

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

81. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۸۷

82. القرآن، سورۃ یونس: ۱۰، آیت: ۹۲

83. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۵۸

84. Yusuf Al-Hajj Ahmad, Translation: Nasiruddin al-Khattab, The Unchallengeable Miracles of The Qur'an, Darussalam, Lahore, 2010, p.99

85. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۲۷۹

86. http://en.wikipedia.org/wiki/Galaxy

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

87. ایضاً

88. موریس بوکائیے، ترجمہ: ثناء الحق صدیقی، بائبل، قرآن اور سائنس، المیزان ناشران کتب، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۷۲

89. القرآن، سورۃ الذاریات: ۵۱، آیت: ۷

90. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن کریم کے سائنسی انکشافات، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۸۳

91. القرآن، سورۃ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۵۳

92. القرآن، سورۃ الغاشیہ: ۸۸، آیت: ۱۷

93. برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، دو قرآن، اسد پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص ۱۳۲

94. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۵۹

95. حوالہ سابق،ص۳۲

96. القرآن،سورۃ الانبیاء:۲۱،آیت:۳۲

97. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس،فیروز سنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص۲۵۸

98. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

99. القرآن،سورۃ محمد:۴۷،آیت:۱۵

100. القرآن،سورۃ فاطر:۳۵،آیت:۳۶

101. www.aladdinusa.com/documentationservices/fingerhistory.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

102. القرآن،سورۃ القیامہ:۷۵،آیت:۴

103. http://en.wikipedia.org/wiki/Ozone_layer Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

104. القرآن،سورۃ الانبیاء:۲۱،آیت:۱۶

105. القرآن،سورۃ ص:۳۸،آیت:۲۷

106. http://en.wikipedia.org/wiki/Ozone_layer Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

107. القرآن،سورۃ الرحمٰن:۵۵،آیت:۳۵

108. القرآن،سورۃ الھمزہ:۱۰۴،آیت:۶_۹

109. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۶۱

110. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دار السلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۸۹
111. ایضاً
112. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۱۹
113. القرآن،سورۃ الرعد:۱۳،آیت:۱۲
114. القرآن،سورۃ الروم:۳۰،آیت:۲۴
115. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۰
116. القرآن،سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۱۷
117. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،کائنات اور اس کا انجام،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۷،ص ۱۲۹
118. القرآن،سورۃ المرسلت:۷۷،آیت:۸
119. حوالہ سابق،ص ۱۲۴
120. القرآن،سورۃ الواقعہ:۵۶،آیت:۷۵
121. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،کائنات اور اس کا انجام،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۷،ص ۱۲۹
122. فضل کریم،پروفیسر،ڈاکٹر،سائنس کے پراسرار واقعات اور انکشاف،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۹،ص ۷۱
123. القرآن،سورۃ الانعام:۶،آیت:۱۲۵
124. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran,
www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM
125. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دار السلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۱۱۳
126. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۲۰۶
127. القرآن،سورۃ یٰسین:۳۶،آیت:۳۶
128. القرآن،سورۃ الرعد:۱۳،آیت:۳

129. القرآن،سورۃ لقمٰن:۳۱،آیت:۱۰

130. القرآن،سورۃ طٰہٰ:۲۰،آیت:۵۳

131. شہاب الدین،محمد،ندوی،مولانا،قرآن حکیم اور علم بناتات،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۹۷،ص ۶۴

132. ایضاً،ص ۶۵

133. القرآن،سورۃ الحجر:۱۵،آیت:۲۲

134. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۱۰۹

135. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۲۱۳

136. القرآن،سورۃ الانعام:۶،آیت:۹۹

137. شہاب الدین،محمد،ندوی،مولانا،قرآن حکیم اور علم بناتات،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۹۷،ص ۱۹۴

138. http://library.thinkquest.org/11353/mountain.htm

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

139. القرآن،سورۃ النباء:۷۸،آیت:۷

140. ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اور جدید سائنس،بک کارنر شوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۹۸

141. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن کے جدید سائنسی انکشافات،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۹،ص ۲۵۷

142. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۵۸

143. القرآن،سورۃ الانبیاء:۲۱،آیت:۳۱

144. القرآن،سورۃ النحل:۱۶،آیت:۱۵

145. القرآن،سورۃ حم السجدہ:۴۱،آیت:۱۰

146. القرآن،سورۃ بنی اسرائیل:۱۷،آیت:۳۶

147. القرآن،سورۃ حم السجدہ:۴۱،آیت:۲۲

148. القرآن،سورۃ الانعام:۶،آیت:۴۶

149. القرآن،سورۃ الکہف:۱۸،آیت:۱۱

150. القرآن،سورۃ السجدہ:۳۲،آیت:۱۲

151. القرآن،سورۃ العلق:۹۶،آیت:۱۵،۱۶

152. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

153. القرآن،سورۃ الرحمٰن:۵۵،آیت:۴۱

154. Yusuf Al-Hajj Ahmad, Translation: Nasiruddin al Khattab, The Unchallengeable Miracles of The Qur'an, Darussalam, Riaz, KSA, 2010, P.272

155. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

156. القرآن،سورۃ الانعام:۶،آیت:۳۸

157. ہارون یحییٰ،ترجمہ:تصدق حسین راجہ،ڈاکٹر،عقل والوں کے لئے،ادارۂ اسلامیات،لاہور،۲۰۰۱،ص ۳۲

158. مخدوم زادہ،ابومحمد،قرآن کریم کے سائنسی انکشافات،مشتاق بک کارنر،لاہور،س ن،ص ۳۱۲

159. القرآن،سورۃ النمل:۲۷،آیت:۱۸

160. http://wiki.answers.com/Q/Can_ants_talk Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

161. وحیدالدین خان،علم جدید کا چیلنج،مجلس نشریات اسلام،کراچی،ص ۳۰۹

162. القرآن،سورۃ النحل:۱۶،آیت:۷۹

163. حوالہ سابق

164. ہارون یحییٰ، ترجمہ: تصدق حسین راجہ، ڈاکٹر، عقل والوں کے لئے، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۱۹۹ تا ۲۰۴

165. القرآن، سورۃ الفرقان: ۲۵، آیت: ۶۱

166. القرآن، سورۃ یونس: ۱۰، آیت: ۵

167. القرآن، سورۃ نوح: ۷۱، آیت: ۱۶

168. القرآن، سورۃ النبا: ۷۸، آیت: ۱۳

169. ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: تصدق حسین راجہ، ڈاکٹر، قرآن اور سائنسی دریافتیں، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۸، ص ۲۰

170. ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: ریحان شاہ، سید، قرآن اور جدید سائنس، بک کارنر شوروم، جہلم، ۲۰۱۰، ص ۷۶

171. ایضاً

172. آئی اے ابراہیم، محسن فارانی، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دارالسلام، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۱۷

173. http://home.hiwaay.net/~krcool/Astro/moon/moontides/

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

174. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن اور تخلیق کائنات، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۲۱۳

175. القرآن، سورۃ الانشقاق: ۸۴، آیت: ۱۸

176. سجاد میرٹھی، زین العابدین، بیان اللسان، دارالاشاعت کراچی، س ن، ص ۳۶۹

177. القرآن، سورۃ البقرۃ: ۲، آیت: ۶۰

178. القرآن، سورۃ الانشقاق: ۸۴، آیت: ۱۹

179. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۲۵۸

180. القرآن، سورۃ یوسف: ۱۲، آیت: ۱۰۵

181. القرآن، سورۃ البقرۃ: ۲، آیت: ۱۸۹

182. آئی اے ابراہیم، محسن فارانی، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، دارالسلام، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۱۸

183. القرآن، سورۃ یوسف: ۱۲، آیت: ۹۳

184. ایضاً، آیت: ۹۶

185. ایضاً، آیت: ۸۴

186. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran,
www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

187. http://maseeh1.tripod.com/advices7/id77.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

188. ایضاً

189. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran,
www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

190. http://www.patentbuddy.com/Patent/5227382
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

191. http://worldwide.espacenet.com/publicationDetails/biblio?DB=EPODOC&II=0&ND=3&adjacent=true&locale=en_EP&FT=D&CC=AT&NR=138914T&KC=T
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

192. القرآن،سورۃالانعام:۶،آیت:۹۹

193. شہاب الدین،محمد،ندوی،مولانا،قرآن حکیم اور علم بناتات،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۹۷،ص ۳۱۱

194. القرآن،سورۃالبقرۃ:۲،آیت:۲۸۲

195. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۸۵

196. ایضاً

197. روزنامہ جناح،سنڈے میگزین،۲؍اکتوبر ۲۰۰۵،بحوالہ آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۸۵

198. حوالہ سابق،ص ۱۱۵

199. القرآن،سورۃ النساء:۴،آیت:۵۶

200. ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اور جدید سائنس،بک کارنر شوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۱۴۶

201. ایضاً،ص ۱۴۷

202. ایضاً

203. القرآن،سورۃ الفرقان:۲۵،آیت:۵۳

204. القرآن،سورۃ الرحمٰن:۵۵،آیت:۱۹،۲۰

205. سجاد میرٹھی،زین العابدین،بیان اللسان،دالاشاعت کراچی،س ن،ص ۱۱۶

206. ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:تصدق حسین راجہ،ڈاکٹر،قرآن اور سائنسی دریافتیں،رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی،۲۰۰۸،ص ۳۳

207. محمد انس ندوی،سید،ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس،مکتبہ خلیل،لاہور،س ن،ص ۵۹

208. آئی اے ابراہیم،محسن فارانی،اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶،ص ۶۵

209. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس،فیروز سنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۲۱۵،۲۱۶

210. حوالہ سابق

211. ایضاً،ص ۶۶

212. ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:تصدق حسین راجہ،ڈاکٹر،قرآن اور سائنسی دریافتیں،رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی،۲۰۰۸،ص ۳۴

213. القرآن،سورۃ الرحمٰن:۵۵،آیت:۱۷

214. موریس بوکائیے،ترجمہ:ثناءالحق صدیقی،بائبل،قرآن اور سائنس،المیزان ناشران کتب،لاہور،۲۰۱۰،ص ۱۹۸

215. القرآن،سورۃ الصّٰفّٰت:۳۷،آیت:۵

216. القرآن،سورۃ المعارج:۷۰،آیت:۴۰

217. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس،فیروز سنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۲۱۹

218. القرآن،سورۃ الکہف:۱۸،آیت:۹۶

219. حوالہ سابق،ص ۲۲۸

220. القرآن،سورۃ ابراہیم:۱۴،آیت:۵۰

221. حوالہ سابق،ص ۳۱۷

222. حشمت جاہ، ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۶۳
223. ایضاً
224. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر،قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۳۱۷
225. القرآن، سورۃ الصف:۶۱، آیت:۴
226. حشمت جاہ، ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۴۶
227. القرآن، سورۃ الملک:۶۷، آیت:۴
228. حوالہ سابق، ص ۴۷
229. القرآن، سورۃ الملک:۶۷، آیت:۳
230. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اور اس کا انجام، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۴۷
231. القرآن، سورۃ الرحمٰن:۵۵، آیت:۳۳
232. حشمت جاہ، ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۷۱
233. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اور اس کا انجام، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۷۸
234. اسحٰق آمنہ، امت الکریم،قرآن، انسان اور چاند، مشمولہ سیارہ ڈائجسٹ،قرآن نمبر، جولائی ۱۹۹۳، امجد رؤف خان پبلشر، لاہور، ص ۱۵۰
235. حشمت جاہ، ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۷۱
236. ایضاً، ص ۷۵
237. القرآن، سورۃ حم السجدہ:۴۱، آیت:۵۳
238. القرآن، سورۃ الذاریات:۵۱، آیت:۴۸
239. القرآن، سورۃ الغاشیہ:۸۸، آیت:۲۰
240. القرآن، سورۃ النبا:۷۸، آیت:۶
241. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر،قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۵۵
242. القرآن، سورۃ الرعد:۱۳، آیت:۴۱
243. القرآن، سورۃ الانبیاء:۲۱، آیت:۴۴
244. ذاکر نائیک، ڈاکٹر، ترجمہ: زاہد کلیم، حقیقت قرآن، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۷، ص ۱۷
245. القرآن، سورۃ النزعت:۷۹، آیت:۳۰

246. ذاکرنائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اورجدید سائنس،بک کارنرشوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۷۵

247. ذاکرنائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:زاہدکلیم،حقیقت قرآن،رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،راولپنڈی،۲۰۰۷،ص ۱۸

248. القرآن،سورۃ النمل:۲۷،آیت:۸۸

249. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اورجدید سائنس،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۱۵۲

250. القرآن،سورۃ حم السجدہ:۴۱،آیت:۱۲

251. http://wiki.answers.com/Q/How_do_stars_glow

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

252. القرآن،سورۃ نور:۲۴،آیت:۴۰

253. محمودبن احمدالدوسری،ترجمہ:عبدالرحمٰن ناصر،حافظ،پروفیسر،قرآن کی عظمتیں اوراس کے معجزے،دارالسلام، لاہور،۲۰۰۶،ص ۳۱۲

254. ذاکرنائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اورجدید سائنس،بک کارنرشوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۱۰۵

255. ایضاً،ص ۱۰۶

256. القرآن،سورۃ لقمٰن:۳۱،آیت:۲۰

257. القرآن،سورۃ الجاثیہ:۴۵،آیت:۱۳

258. القرآن،سورۃ الانبیاء:۲۱،آیت:۳۳

259. القرآن،سورۃ یٰسین:۳۶،آیت:۳۸

260. ایضاً،آیت:۴۰

261. مورلیس بوکائیے،ترجمہ:ثناءالحق صدیقی،بائبل،قرآن اورسائنس،المیزان ناشران کتب،لاہور،۲۰۱۰،ص ۱۹۴

262. ذاکرنائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اورجدید سائنس،بک کارنرشوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۷۹

263. حوالہ سابق

264. ایضاً،ص ۱۹۱

265. ایضاً

266. ذاکرنائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،قرآن اورجدید سائنس،بک کارنرشوروم،جہلم،۲۰۱۰،ص ۷۷

267. ایضاً،ص ۷۸

268. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن اورجدید سائنس،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸،ص ۱۵۶

269. مخدوم زادہ، ابو محمد، قرآن اور تخلیق کائنات، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۲۳۲

270. القرآن، سورۃ النحل: ۱۶، آیات: ۶۸، ۶۹

271 Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran,
www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

272. القرآن، سورۃ النحل: ۱۶، آیت: ۸۱

273. اسحق آمنہ، امت الکریم، قرآن، انسان اور چاند، مشمولہ سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جولائی ۱۹۹۳، امجد رؤف خان پبلشر، لاہور، ص ۱۵۲

274. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۳۲۲

275. القرآن، سورۃ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۴۴

276. القرآن، سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷، آیت: ۸۲

277. http://chemistry.about.com/od/periodictableelements/f/who-invented-the-periodic-table.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

278. القرآن، سورۃ الفرقان: ۲۵، آیت: 2

279. القرآن، سورۃ الحجر: ۱۵، آیت: ۲۱

280. سبطین رضا، قرآنی حقائق اور جدید سائنس، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۱۰۳

281. القرآن، سورۃ الذاریات: ۵۱، آیت: ۴۷

282. حوالہ سابق، ص ۱۰۲

283. اسحق آمنہ، امت الکریم، قرآن، انسان اور چاند، مشمولہ سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، جولائی ۱۹۹۳، امجد رؤف خان پبلشر، لاہور، ص ۱۵۰

284. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۶۳

285. القرآن، سورۃ الاعلیٰ: ۸۷، آیت: ۴، ۵

286. حوالہ سابق، ص ۳۱۷

287. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۶۳

288. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۳۱۷، ۳۱۸

289. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، کائنات اور اس کا انجام، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۷، ص ۱۴۱

290. القرآن، سورۃ الروم: ۳۰، آیت: ۴۱

291. القرآن، سورۃ الاعراف: ۷، آیت: ۱۹۹

292. القرآن، سورۃ نور: ۲۴، آیت: ۲۲

293. القرآن، سورۃ الشوریٰ: ۴۲، آیت: ۴۰

294. القرآن، سورۃ التغابن: ۶۴، آیت: ۱۴

295. القرآن، سورۃ آل عمران: ۳، آیت: ۱۳۴

296. Mark Henderson, "Anger Raises Risk of Heart Attack," The Times, London, 24 April 2002,
www.rense.com/general24/anger.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

297. http://www.news.harvard.edu/gazette/1996/11.07/AngerisHostileT.html
http://www.islamawareness.net/Anger/anger.html
http://harunyahya.com/en/works/27383/Forgiveness-according-to-the-morals-of-Islam-and-its-benefits-on-health
Frederic Luskin, Ph.D., "Forgiveness," Healing Currents Magazine, September-October 1996,
www.stanford.edu/~alexsox/4_steps_to_forgiveness.htm
Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

298. مخدوم زادہ، ابومحمد، قرآن کے سائنسی انکشاف، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۵۲۵

299. القرآن، سورۃ الاعراف: ۷، آیت: ۲۷

300. Dr. Sharif Kaf Al Ghazal, Reflections on the Medical Miracles of the Holy Quran, www.islamicmedicine.org/medmiraclesofquran/medmiracleseng.htm Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

301. القرآن،سورۃالحاقۃ:۶۹،آیت:۳۸،۳۹

302. القرآن،سورۃالمومن:۴۰،آیت:۶۱

303. القرآن،سورۃیٰسین:۳۶،آیت:۸۰

304. حشمت جاہ،ڈاکٹر،قرآن اور جدید سائنس،سٹی بک پوئنٹ،کراچی،۲۰۰۹،ص۶۲

305. http://en.wikipedia.org/wiki/Lavoisier Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

306. وحیدالدین خان،علم جدید کا چیلنج،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۸۴،ص۱۳۵

307. القرآن،سورۃالکہف:۱۸،آیت:۴۹

308. حوالہ سابق،ص۱۳۳

309. القرآن،سورۃالحجر:۱۵،آیت:۲۱

310. فضل کریم،ڈاکٹر،پروفیسر،قرآن حکیم کے معجزات،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۱۰،ص۸۹

311. مودودی،ابوالاعلیٰ،سید،تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،۲۰۰۷،ج۱،ص

312. القرآن،سورۃالمومن:۴۰،آیت:۵۹

313. القرآن،سورۃالاعراف:۷،آیت:۱۸۷

314. ایضاً،آیت:۵۴

315. القرآن،سورۃیونس:۱۰،آیت:۳

316. القرآن،سورۃالفرقان:۲۵،آیت:۵۹

317. القرآن،سورۃحم السجدہ:۴۱،آیات:۹تا۱۲

318. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن حکیم کے معجزات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۹۴

319. القرآن؛ سورۃ النازعات: ۷۹، آیات: ۲۷ تا ۳۰

320. حوالہ سابق، ص ۹۵

321. القرآن؛ سورۃ سجدہ: ۳۲، آیت: ۵

322. القرآن؛ سورۃ المعارج: ۷۰، آیت: ۴

323. القرآن؛ سورۃ الحج: ۲۲، آیت: ۴۷

324. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۳۶

325. ایضاً، ص ۱۴۱

326. جمشید احمد ندوی، مقالہ: قرآن میں مذکور ستہ ایام کی سائنسی توضیح، مشمولہ قرآن اور سائنس، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۰۳، ص ۲۲۵

327. القرآن؛ سورۃ الطلاق: ۶۵، آیت: ۱۲

328. القرآن؛ سورۃ الملک: ۶۷، آیت: ۳

329. القرآن؛ سورۃ نوح، ۷۱، آیت: ۱۵

330. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۲۳

331. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۲۶۵

332. Yusuf Al-Hajj Ahmad, Translation: Nasiruddin al Khattab, Scientific Wonders on the Earth & in Space, Darussalam, Riaz, KSA, 2010, P.64

333. محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، تخلیق کائنات، منہاج پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۲۴، ۱۲۵

334. سبطین رضا، قرآنی حقائق اور جدید سائنس، مشتاق بک کارنر، لاہور، س ن، ص ۱۱۷

335. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۲۶۷

336. www.universetoday.com/15568/how-many-planets-are-in-the

-solar-system

Retrieving Date: Saturday, April 19, 2014. Time:8.30 PM

337. محمد عبدالرشید، صاحبزادہ، ۲۱/دسمبر ۲۰۱۲ کائنات قیامت کی دہلیز پر؟، بک کارنر شوروم، جہلم، ۲۰۱۰، ص ۹۶

338. القرآن؛ سورۃ ابراہیم: ۱۴، آیت: ۴۸

339. سجاد میرٹھی، زین العابدین، بیان اللسان، دارالاشاعت کراچی، س ن، ص ۲۴۶

340. Abdullah Yousaf Ali, The Holy Quran, Light of Islam, Maduguri, Nigeria, 1968, p.123, Note:347

341. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن حکیم کے معجزات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۱۰، ص ۱۴۰

342. القرآن؛ سورۃ الکہف: ۱۸، آیت: ۸۶

343. ایضاً، آیت: ۹۰

344. القرآن؛ سورۃ الفرقان: ۲۵، آیت: ۶۱

345. القرآن؛ سورۃ الحجر: ۱۵، آیت: ۱۶

346. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷، ج ۲، ص ۵۰۰

347. محمد انس ندوی، سید، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، مکتبہ خلیل، لاہور، س ن، ص ۸۴

348. صحیح مسلم حدیث نمبر 4187 ص 248، ج سوم

349. فضل کریم، ڈاکٹر، پروفیسر، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۸۸

350. القرآن؛ سورۃ الانعام: ۶، آیت: ۵۹

351. مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷، ج ۲، ص ۵۰۰

352. القرآن؛ سورۃ المطففین: ۸۳، آیت: ۸

353. ایضاً، آیت: ۱۹

354. ابن کثیر، عمادالدین ابوالفداء، ترجمہ محمد جوناگڑھی، مولانا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۹، ج ۵، ص ۵۲۹

355. ایضاً

356. عاصم عمر، مولانا، برمودا تکون اور دجال، الحجرہ پبلی کیشن، کراچی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۹

357. حشمت جاہ، ڈاکٹر، قرآن اور جدید سائنس، سٹی بک پوئنٹ، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۸

358. حوالہ سابق

359. القرآن؛ سورۃ النحل: ۱۶، آیت: ۱۳

360. القرآن؛ سورۃ فاطر: ۳۵، آیت: ۲۷

361. القرآن؛ سورۃ الزمر: ۳۹، آیت: ۲۱

362. شہاب الدین، محمد، ندوی، مولانا، قرآن حکیم اور علم بناتات، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۸

خلاصۂ بحث

یوں تو غلام احمد پرویز کے خیالات سے اختلاف بجا لیکن متشابہات کے متعلق ان کے بیانات حقائق کے قریب لگتے ہیں اس لئے قابل توجہ ہیں۔ مطالب الفرقان میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 7 (یہ غلام احمد پرویز کے مطابق آیت نمبر 6 ہے۔ پہلا اختلاف تو یہیں مل جاتا ہے) کی تشریح میں جو کچھ کہتے ہیں اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

جو حقائق ہمارے عالم محسوسات سے باہر کے ہیں ان کی تاویل کا سمجھنا ہمارے بس میں نہیں۔

...وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ... (1)

ترجمہ: اور تھا اس کا تخت پانی پر

سے مراد چشمۂ زندگی ہے لیکن

...وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ كُلَّ شَىۡءٍ حَىٍّ... (2)

ترجمہ: اور بنائی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز جس میں جان ہے۔

یعنی ہم نے ہر زندہ شے کو پانی سے بنایا لیکن اللہ اس کو کیسے کنٹرول کرتا ہے اور اس نے حیات کو کس طرح پیدا کیا! اس کی حقیقت کے بارے میں

...وَمَآ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ (3)

ترجمہ: اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا

کے مطابق واقعی اصل حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہو سکتا ہے۔ ہم عقل وفکر کے ذریعے البتہ اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ

...وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (4)

ترجمہ: اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

متشابہات میں ایسے حقائق بھی شامل ہیں جنہیں ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس کا مفہوم ہر شخص اپنی علمی سطح کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔ اگر قرآن صرف ایک ہی زمانہ یا ایک ہی سطح کے انسانوں کے لئے حقائق بیان کرتا تو نہ عالمگیر ہوسکتا تھا نہ ابدی۔ اس لئے قرآن کریم کا یہی اعجاز ہے کہ اس کے الفاظ میں اس کے اندر ایسی وسعت رکھی گئی ہے کہ ہر زمانہ کا انسان اس سے اپنی عقل کی سطح کے مطابق مستفید ہوسکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ... (5)

ترجمہ: ہم انہیں عالم انفس و آفاق میں اپنی نشانیاں دکھاتے جائیں گے تا آنکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے (کہ قرآن کا یہ دعویٰ سچا ہے۔)

اگر ہم صرف خارجی کائنات کو ہی لیں تو اس میں کتنے حقائق ہیں جو زمانہ نزول قرآن میں تو ایک طرف، ابھی کل تک ہی انسانی نگاہوں سے پوشیدہ تھے۔ واضح رہے کہ سائنس دان حقائق کائنات کو وضع یا ایجاد نہیں کرتے وہ انہیں منکشف کرتے ہیں یعنی ان پر پڑے ہوئے پردوں کو اٹھا دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اجرام فلکی کے متعلق ذکر ہے:

...وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (6)

ترجمہ: اور ہر کوئی ایک چکر میں تیرتا ہے۔

سورج کے متعلق ذکر ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا... (7)

ترجمہ: اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے راستہ پر

بطلیموسی نظریہ کے مطابق اجرام فلکی کا صحیح تصور ذہن انسانی میں آ نہیں سکتا تھا۔ کوپرنیکس کے نظریہ پر پتہ چلا کہ اجرام ساوی کس طرح اپنے اپنے دائرے میں سرگرم ہیں لیکن ہرشل کے نظریہ نے قرآنی دعویٰ ثابت کر دیا کہ سورج اپنے پورے نظام کے ساتھ کس طرح مستقر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب یہ آیت بھی محکمات کا درجہ رکھتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ... (8)

ترجمہ: الرٰ۔ یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ پر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔

قرآن میں انسان کے لئے ارشاد ربانی ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ O (9)

ترجمہ: انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ظلمت تھی جو آپ کی بعثت کے بعد روشنی کی شکل میں پھیلتی چلی گئی۔ دعوت فکر کی بھی دی گئی اور انسان کو وہ علم بھی دیا جاتا رہا جو وہ یقیناً نہیں جانتا تھا۔ انسان کو بتایا گیا کہ

وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌم بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَO (10)

ترجمہ: اور اس نے تمہارے لئے مسخر کیا ہے رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ بے شک ان میں ان لوگوں کے لئے

نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا جو کائنات میں جا بجا پھیلی ہوئی ہیں چنانچہ انسان کی فکر رسا جہاں چاند اور مریخ تک پہنچ گئی ہے وہاں وہ زمین پر اللہ کی نعمتوں سے پوری طرح سرفراز ہو رہا ہے۔ جدید ترین نعمتوں میں موبائل اور انٹرنیٹ جیسی نعمتیں بھی انسان کی پہنچ میں آ گئی ہیں۔ ایک بٹن دبانے سے تمام راز آشکار ہو جاتے ہیں۔ یہ علم انسان کو وہ لہریں دیتی ہیں جو ایک ہی فضا میں سفر کرتی ہیں لیکن خالق کائنات کا نظام دیکھئے کہ وہ آپس بھی کبھی خلط ملط نہیں ہوتیں۔ ان کے درمیان ایک فطری آڑ موجود رہتی ہے۔قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ یوں کیا گیا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ O بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ O (11)

ترجمہ: چلائے دو دریا مل کر چلنے والے۔ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے تاکہ ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے

الغرض موجودہ اکیسویں صدی میں ایسے اور انکشافات بھی سامنے آئیں گے جن کے بارے میں اتنا کہنا ہی کافی ہے۔

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

لیکن بصد افسوس اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہمارے علما و مفسرین کی نظریں کبھی بھی تسخیر کائنات و مافیھا کی طرف نہیں گئیں۔ وہ لفظی اور معنوی تعبیروں میں اس قدر الجھے کہ کبھی ادھر کی طرف کسی کی نظر اٹھی ہی نہیں۔

ے یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

قرآن مجید میں آیات محکمات و متشابہات کا تذکرہ ہوا ہم نے متشابہات پر بحث کا جو آغاز کیا تو ناسخ و منسوخ تک جا پہنچے اور پھر پانچ سو سے زیادہ آیات کو ہی منسوخ قرار دے کر قرآن مجید کو ہی مشکوک ٹھہرا دیا بھلا ہو شاہ ولی اللہؒ کا جنھوں نے خوبصورت

استدلال سے صرف پانچ آیات کا نسخ ثابت کیا۔ مغرب کے سائنس دان اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے علم کی بنیاد قرآن ہے اور ہم نے سائنسی فتوحات کی ابتداء اسی کتاب سے کی ہے۔

قرآن مجید میں لاتعداد آیات ایسی ہیں جن کو کبھی بھی اس سائنسی اور انکشافی نقطہ نگاہ سے نہیں جانچا گیا چنانچہ تدبر اور غور کرنے پر معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی بے شمار آیات ایسی ہیں جن پر گزشتہ تیرہ صدیوں سے پردہ پڑا ہوا تھا اور اب جدید سائنسی علوم سے ان کی اصل حقیقت آشکار ہو رہی ہے۔ بہترین علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی حاصل ہے لیکن ہم نے ایک معمولی سی سعی کی تو پتہ چلا کہ بیسیوں آیات ان کے صحیح معانی و مطالب ہم پر آج عیاں ہو رہے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ... (12)

ترجمہ: پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔

اور یہ حقیقت بگ بینگ نظریہ کے عین مطابق ہے جس سے محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے کوئی بھی آشنا نہیں تھا۔

... یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ... (13)

ترجمہ: وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ (14)

ترجمہ: ان بلندیوں کی قسم جن میں شاہراہوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔

اب علوم جدید نے بتایا ہے کہ فضا میں کروڑوں شاہراہیں موجود ہیں۔ الغرض ارتقائے علم کے ساتھ متشابہات، محکمات میں تبدیل ہو رہی ہیں اور یہ بھی کہ قرآن عظیم

کے بعض حقائق جو بعض کے لئے متشابہات کی حیثیت رکھتے ہیں دراصل وہ ایسے محکمات ہیں جن کو علم کی نگاہیں کبھی نہ کبھی دیکھ ہی لیں گی۔

...كِتَابٌ اُحْكِمَتْ ايَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍO (15)

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس

دراصل قرآن کی آیات محکمات ہیں جن کی تفصیل رب حکمت و دانش کے پاس موجود ہے۔ چنانچہ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہماری تحقیق کی بنیادیں ان محکمات اور متشابہات پر رکھی گئیں جن کا ذکر قرآن میں ملتا ہے اور بالخصوص ان متشابہات کی الگ نشاندہی کی گئی اور بتایا گیا ہے کہ وہ باتیں جو چودہ سال قبل انسانی بصیرت و بصارت سے دور تھیں آج منکشف ہوکر قرآن کی حقانیت وصداقت پر مہر ثبت کرتی نظر آتی ہیں۔

مقالہ ہذا کے باب پنجم کی فصل دوم میں وہ تمام حقائق موجود ہیں لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہرگز مکمل اور تمام نہیں ہے کیونکہ ابھی ان گنت گوشے ایسے موجود ہیں جن پر لاعلمی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور مستقبل میں انشاء اللہ ان پر مزید انکشافات کئے جا سکیں گے۔ مثال کے طور پر مقناطیس میں ایسی خاصیت ہے کہ اس کے کونے جو شمالی قطب اور جنوبی قطب کہلاتے ہیں زیادہ مقناطیسی قوت کے حامل ہوتے ہیں لیکن درمیان میں یہ قوت کم تر ہوتی ہے۔ اگر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو اس ایک ٹکڑے کے دو مقناطیس بن جائیں گے اور دونوں میں شمالی اور جنوبی قطب آ جائیں گے اور جنوبی قطب میں بھی بھرپور مقناطیسی قوت آ جائے گی۔ (16)

ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کا جواب سائنس تو نہیں دے سکتی البتہ تحقیق کرنے پر کوئی قرآنی آیت ان شاء اللہ اس راز سے پردہ اٹھا دے گی۔ اسی طرح بے شمار حقائق

ایسے ہیں جن سے وقت آنے پر ہی پردہ اٹھ سکے گا اور یہ معلوم ہو سکے گا کہ قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے باعث علم وقوت رہ کر ان کی رہنمائی کرتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ سچا ہوتا رہے گا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (17)

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی اسے نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

...فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝ (18)

ترجمہ: پس آپ میرے (ان) بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو کئی قسم کی باتیں سنتے ہیں پھر پیروی اس کی کرتے ہیں جو اس میں سے اچھی ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقل والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مقالہ تحریر کرتے ہوئے کسی مخصوص سوچ یا فکر کو نہیں اپنایا گیا بلکہ جہاں سے بھی اچھی بات ملی اسے اخذ کر لیا گیا اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ رنگ برنگ پھول اکٹھے کر کے ایک خوبصورت گلدستہ بنا دیا جو نہ صرف دیکھنے میں دلکش اور دلچسپ ہے بلکہ قارئین کے قلب و جان کو دیر تک معطر رکھنے کے قابل ہے امید ہے کہ مستقبل میں بھی کئی دوسرے حق کے متلاشی اس سے مستفید ہونے کے لئے دور دور سے اڈے چلے آئیں گے اور اس کی خوشبو میں مسحور ہو کر مزید حقائق کی تلاش میں تحقیق کی نئی وادیوں میں راہ سفر اختیار کر لیں گے۔

تجاویز اور سفارشات:

زیرِ نظر مقالہ میں ، مقالہ کی تنگ دامنی کی وجہ سے صرف ایک پہلو پر ہی اظہار خیال جا سکا ہے وگرنہ قرآن کی دنیا تو اس کائنات کی سی وسعت کی حامل ہے ۔ قرآن مجید تو علوم کا خزانہ ہے ۔ جس سرے سے بھی تلاش کا کام شروع کیا جائے جواہرات کے کنوز جمع کئے جا سکتے ہیں ۔ کچھ عرصہ قبل روزنامہ نوائے وقت کے سنڈے میگزین میں ڈاکٹر شبیر احمد کا ایک مضمون چھپا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ

قرآن کریم میں

زندگی کا ذکر ۱۴۵ بار آیا ہے اور موت کا ذکر بھی ۱۴۵ بار

فرشتوں کا ذکر ۸۸ اور شیاطین کا ۸۸ بار

دنیا کا ذکر ۱۱۵ مرتبہ اور آخرت بھی ۱۱۵ مرتبہ

انسانوں کا ذکر ۵۰ مرتبہ اور رسولوں کا بھی ۵۰ مرتبہ

ابلیس ۱۱ بار اور ابلیس کے خلاف اللہ کی پناہ ۱۱ بار

مصیبت ۷۵ بار اور شکر کا ذکر بھی ۷۵ بار

صدقہ ۷۳ بار اور شکر کا ذکر بھی ۷۳ بار

مسلمان ۴۱ بار اور جہاد ۴۱ بار

سونا (گولڈ) ۸ بار اور آسان زندگی بھی ۸ بار

زکوۃ ۳۲ بار ، برکت ۳۲ بار

سختی دشواری ۱۱۴ بار ، صبر بھی ۱۱۴ بار

مرد ۲۴ عورت بھی ۲۴ بار

مہینے کا لفظ ۱۲ بار آیا ہے اور دن ۳۶۵ بار جبکہ ایک زیادہ حیران کن مشاہدہ یہ

ہے کہ سمندر ۳۲ بار اور زمین ۱۳ بار، حساب لگا کر دیکھئے تو زمین کی سطح ۳۲ اور ۱۳ کی نسبت سے ہی پانی اور خشکی میں بٹی ہوئی ہے یعنی ۷۱ فیصد زمین پر سمندر ہے اور ۲۹ فیصد پر خشکی ہے۔ پانی اور خشکی کی اتنی باریک پیمائش حال ہی میں ہوئی ہے۔

اسی طرح آج سے تقریباً تین دہائیاں پہلے امریکہ کے ایک ڈاکٹر راشد الخلیفہ نے کمپیوٹر کی مدد سے ۱۹ کے ہندسے کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا اعجاز ثابت کرنے کی سعی کی جس کی تصدیق کے لئے نئے محققین کی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ اسے سچ اور صحیح جانتے ہیں تو اس کام کو نظم وضبط کے ساتھ آگے بڑھائیں یا مزید تحقیق کر کے اس کی تردید کا ثبوت فراہم کریں۔

چنانچہ مذکورہ بالا معلومات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان بیان کردہ اعداد وشمار کی حقانیت کو پرکھنے کے لئے محققین کو تحقیق کے نئے ابواب کھلے مل سکتے ہیں جن میں داخل ہو کر وہ سچائی اور صداقت کے نایاب موتی اکٹھے کر سکتے ہیں اور کمپیوٹر تو اس مقصد کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جسے استعمال کر کے محققین بہت دور نکل سکتے ہیں۔

حقائق محولہ بالا کی روشنی میں مستقبل کے محققین کی خدمت میں درج ذیل سفارشات اور تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

☆ زیر نظر مقالے میں متشابہات سے متعلق جو حقائق واضح کئے گئے ہیں وہ اصل کا عشر عشیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول اقبال

تُو ہی نادان چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

اب بھی بے شمار حقائق اس قدر موجود ہیں کہ کئی کتابیں تصنیف کی جا سکتی ہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان سکالرز اٹھیں، کمر ہمت باندھیں اور دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ قرآن مجید، اللہ رب العلمین کی وہ کتاب ہے جس میں علوم کے ایسے خزانے موجود ہیں جن کی نشاندہی ایمان کامل اور عمل صالح کے ساتھ،

بھر پور محنت سے کی جا سکتی ہے۔

☆ قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے جو رہتی دنیا تک کے لئے ہدایت اور رہنمائی کا ذخیرہ ہے۔ اس لئے اس کے حکم کے مطابق تدبر و تفکر کو اپنے ایمان کا حصہ اور اپنی تحقیق کا جز و اولین بنائیں۔

☆ ضرورت اس امر کی ہے کہ کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر "Quranic Sciences" کے عنوان سے ایک الگ شعبہ قائم کیا جائے تاکہ طلبہ قرآن کے علوم کو سمجھ سکیں اور ان میں قرآن میں تدبر و تفکر کرنے کا شوق پیدا ہو اور وہ اس میں پنہاں مزید معلومات کو اجاگر کر سکیں۔

☆ مختصر یہ کہ اب یہ ہمارا فریضہ بن گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس کتاب پر خلوص نیت کے ساتھ ایمان لائیں۔ اس کو سیکھیں، سمجھیں اور پوری دنیا پر اس کی حقانیت واضح کرنے کے لئے اس کی تعلیمات کو سامنے لائیں جن پر اب تک پردہ پڑا ہوا تھا اور انسانی علم کی رسائی بوجوہ نہیں ہو سکی تھی۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

حوالہ جات

1. القرآن؛سورۃ ھود:۱۱،آیت:۷
2. القرآن؛سورۃ انبیا:۲۱،آیت:۳۰
3. القرآن؛سورۃ بنی اسرائیل:۱۷،آیت:۸۵
4. القرآن؛سورۃ البقرۃ:۲،آیت:۲۶۹
5. القرآن؛سورۃ حم السجدہ:۴۱،آیت:۵۳
6. القرآن؛سورۃ یٰسین:۳۶،آیت:۴۰
7. ایضاً،آیت:۳۸
8. القرآن؛سورۃ ابراہیم:۱۴،آیت:۱
9. القرآن؛سورۃ العلق:۹۶،آیت:۵
10. القرآن؛سورۃ النحل:۱۶،آیت:۱۲
11. القرآن؛سورۃ الرحمٰن:۵۵،آیت:۱۹،۲۰
12. القرآن؛سورۃ حم السجدہ:۴۱،آیت:۱۱
13. القرآن؛سورۃ الزمر:۳۹،آیت:۶
14. القرآن؛سورۃ الذاریات:۵۱،آیت:۷
15. القرآن؛سورۃ ھود:۱۱،آیت:۱
16. احمد حسن دہلوی،سید،احسن التفاسیر،المکتبہ السّلفیہ،لاہور،ج ا،۱۳۷۹ھ،ص ۴۹
17. القرآن؛سورۃ الحجر:۱۵،آیت:۹
18. القرآن؛سورۃ الزمر:۳۹،آیت:۱۷،۱۸

فہرست آیاتِ قرآن

205	2	الانعام	6
36	19		
261	38		
256	46		
354	59		
196	65		
218	95		
197	98		
2525,277	99		
36	102		
246	125		
33,105	151		
205	12	الاعراف	7
330	27		
39	52		
342	54		
64	161		
340	187		
328	199		
158	41	الانفال	8
21	5	التوبہ	9

310	33		
299	44		
53	107		
140	29	الحج	22
343	47		
54	49		
113	52		
206	12	المؤمنون	23
206	13		
206	14		
18	27		
347	14	النور	24
21	16		
39	18		
328	22		
50	31		
59	35		
306	40		
320	2	الفرقان	25
282	53		
208	54		

		40	286
71	نوح	15	345
		16	267
72	المزمل	19	53
		20	143
73	المدثر	26	106
		27	106
		28	106
		29	106
		30	106
75	القیامہ	4	237
		19	66
76	الدھر	16	149
77	المرسلات	8	246
78	النبا	6	297
		7	253
		13	267
79	النازعات	27	343
		28	343
		29	343
		30	302,343

	410		
240	9		
41	4	الاخلاص	112
218	1	الفلق	113

فہرست اعلام

انبیاء کرام

خلفائے راشدین

زوجہ رسول ﷺ

صحابہ/محدثین/تابعین/راویان/مشاہیر (ابجدی ترتیب سے)

(ا)

(ح)

فراعین مصر

سائنس دان

فہرست مصادر و مراجع

تفاسیر (اردو)

۱۔ احکام القرآن، احمد بن علی الرازی، الجصاص، تحقیق محمد الصادق قمحاوی، الجزء الثانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۴

۲۔ اَحسن البیان، صلاح الدین یوسف، حافظ، دارالسلام، لاہور، ۱۹۹۵

۳۔ اَحسن التفاسیر، احمد حسن دہلوی، سید، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، ج ۱، ۱۳۷۹ھ

۴۔ الجامع لاحکام القرآن، قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجزء الثانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، س ن

۵۔ القرآن الکریم معہ ترجمہ وتفسیر، اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ایڈیشن ۵، ۲۰۰۰

۶۔ الکشاف، الزمخشری، محمود بن عمر، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، الجزء الاول، س ن

۷۔ اسرار التنزیل، محمد اکرام اعوان، امیر، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، منارہ، چکوال، ۲۰۰۵

۸۔ انوار البیان، محمد عاشق الٰہی، مفتی، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س ن

۹۔ تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، مولانا، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۹۸

۱۰۔ تدبر قرآن، اصلاحی، امین احسن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۱

۱۱۔ ترجمان القرآن، ابوالکلام آزاد، مولانا، تلخیص: ابومسعود اظہر ندوی، کتاب سرائے، لاہور، س ن

۱۲۔ تذکیر القرآن، وحیدالدین خان، مولانا، فضلی سنز، کراچی، س ن

۱۳۔ تفسیر القرآن، ثناء اللہ پانی پتی

۱۴۔ تفسیر القرآن الھدٰی والفرقان، سرسید احمد خان، ڈاکٹر، رفاہ عام سٹیم پریس، لاہور، ۱۳۱۵ھ

۱۵۔ تفسیر ابن عباس، ابن عباس، مطبعہ امیر، قم، تہران، س ن

۱۶۔ تفسیر ابن کثیر، حافظ عمادالدین، ابوالفداء، ترجمہ: محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۳

۱۷۔ تفسیر حقانی، حقانی، ابومحمد عبدالحق، حامی الاسلام، بلی ماراں، دہلی، ۱۹۰۸

۱۸۔ تفسیر جلالین، سیوطی، جلال الدین محلی، جلال الدین، ترجمہ: محمد نعیم، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۴

۱۹۔ تفسیر جواہر القرآن، حسین علی، مولانا، مرتبہ مولانا غلام اللہ خان، کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی

۲۰۔ تفسیر درالمنثور، السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، دار الفکر، بیروت، الجزء الثانی، ۱۹۸۳

۲۱۔ تفسیر صدیقی، محمد عبدالقدیر صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۷

۲۲۔ تفسیر عثمانی، عثمانی، شبیر احمد، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودی عرب، س 1989ء

۲۳۔ تفسیر عروۃ الوثقیٰ، عبدالکریم اثری، مکتبہ الاثریہ، گجرات، ۱۹۹۵

۲۴۔ تفسیر النسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، الجزالاول، س ن

۲۵۔ تفسیر ماجدی، عبدالماجد دریابادی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۱

۲۶۔ تفسیر مدارک، النسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، ترجمہ: شمس الدین، مکتبہ العلم، لاہور، س ن

۲۷۔ تفسیر مظہری، محمد ثناء اللہ عثمانی، قاضی، دار الشاعت کراچی، ۱۹۹۹

۲۸۔ تفسیر نعیمی، احمد یار خان، مفتی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س ن

۲۹۔ تفہیم القرآن، مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷

۳۰۔ تیسیر الرحمٰن، محمد لقمان السلفی، ڈاکٹر، دار الکتاب والسنہ، لاہور، ۲۰۰۲

۳۱۔ تیسیر القرآن، عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا، مکتبہ السلام، لاہور، ۱۴۲۶ھ

۳۲۔ تیسیر الکریم الرحمٰن، عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی، ترجمہ التفسیر طیب شاہین، پروفیسر، دار السلام، لاہور، ج ا

۳۳۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن، معین الدین محمد بن عبدالرحمٰن، دار نشر الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالہ، ج ا، س ن

۳۴۔ درس قرآن، خواجہ عبدالحئی، وحافظ مرغوب احمد، وغیرہ، پہلی منزل، ادارہ اصلاح وتبلیغ، لاہور، س ن

۳۵۔ ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن، محمد سرفراز خان، صفدر، مولانا، میر محمد لقمان برادران، گوجرانوالہ، س ن

۳۶۔ روح البیان، البروسوی، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الحنفی، دار الکتب العالمیہ، بیروت، لبنان، الجزء الثانی، ۲۰۰۹

۳۷۔ ضیاء القرآن، کرم شاہ الازہری، محمد، پیر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، س ن

۳۸۔ فی ظلال القرآن، سید قطب، ترجمہ: سید معروف شاہ شیرازی، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، ۱۹۹۷

۳۹۔ گلدستہ تفاسیر، عبدالقیوم مہاجر مدنی، الحاج، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۳ھ

۴۰۔ مطالب الفرقان، پرویز، ادارہ طلوع اسلام، لاہور، س ن

۴۱۔ معارف القرآن،محمد شفیع،مفتی،ادارہ معارف القرآن،کراچی،۲۰۰۱

۴۲۔ معالم العرفان،عبدالحمید سواتی،مکتبہ دروس القرآن،گوجرانوالہ،۲۰۰۰

۴۳۔ مواہب الرحمٰن المعروف بہ جامع البیان،امیر علی،سید،مولوی،ادارہ نشریات اسلامی،لاہور،ج۲

۴۴۔ نورالہدیٰ،غلام مرتضیٰ ملک،ڈاکٹر،ڈاکٹر مرتضیٰ ایجوکیشنل ٹرسٹ(رجسٹرڈ)لاہور،۲۰۰۲

تفاسیر(انگریزی)

45. The Holy Quran, Abdullah Yusuf Ali, Light of Islam, Maduguri, Nigeria, 1968

46. The Nobel Quran, Dr. M. Mohsin Khan & Dr. M. Taqi-ud-Din Hilali, The Nobel Quran, Darus Salam, KSA,1996

47. The Noble Quran, Ashiq Ilahi Muhajir Madni, Dar ul Asha'at, Karachi, 2005

کتب احادیث

۱۔ ترمذی شریف،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،ترجمہ:ناظم الدین،مولانا،ابواب تفسیر القرآن،مکتبہ العلم،لاہور

۲۔ صحیح بخاری،محمد بن اسماعیل بخاری،ابوعبداللہ،ترجمہ:محمد اقبال شاہ،ضیاء القرآن پبلیکیشنز،لاہور،۲۰۱۲

۳۔ صحیح مسلم،مسلم بن الحجاج القشیری،ترجمہ:عابد الرحمٰن صدیقی،ادارہ اسلامیات،کراچی

۴۔ مشکوٰۃ المصابیح،شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری،ترجمہ:نائب حسین امروہوی،سید،شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلیشرز، لاہور

کتب فقہ

۱۔ الاتقان، السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن کمال، ترجمہ مولانا محمد حلیم انصاری، میر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن

۲۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، علامہ، ارشاد الفحول، احیاء التراث، بیروت، لبنان، س ن

۳۔ الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی، بیروت۔لبنان، س ن، ج ا

۴۔ اجمل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی، جمیل احمد سکروڈوی، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۲۰۱۰ء

۵۔ اصول الشاشی مع احسن الحواشی، برکت اللہ، محمد، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن

۶۔ اصول فقہ، عبید اللہ، محمد، الاسعدی، مفتی، ادارۃ المعارف، کراچی ۱۴، ۲۰۱۱ء

۷۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، مظہر بقا، ڈاکٹر، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۷۳

۸۔ الفوز الکبیر، شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ محمد مہدی الحسنی، سید، قرآن محل، کراچی، س ن

۸۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۱۰۔ تفسیرات احمدیہ، ملاجیون، ترجمہ: محمد عادل، محمد فاضل، قرآن کمپنی لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور، س ن

۱۱۔ خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا، القاموس الفقہ، زم زم پبلیشرز، لاہور

۱۲۔ سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد ابن ابی سہل، اصول السرخسی، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی

۱۳۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ، معین المفتی، مکتبہ معروفیہ، کوئٹہ، ۱۴۳۲ھ،

۱۴۔ قواعد اصولیہ میں فقہا کا اختلاف اور فقہی مسائل پر اس کا اثر، مصطفیٰ سعید الخن، ڈاکٹر، ترجمہ حبیب الرحمٰن، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۲

۱۴۔ قوت الاخیار شرح نور الانوار، جمیل احمد سکروڈوی، مکتبہ القدوس، اچھرہ، لاہور، ۲۰۰۴

۱۵۔ منہاج اصول فقہ، محمد خان قادری، مفتی، کاروان اسلام پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۲

۱۶۔ نور الانوار مع شرح قمر الاقمار، ملاجیون، شیخ احمد، مکتبہ الحرم، لاہور، س ن

دیگر کتب

۱۔ اسلام ۔دین آسان،محمد جعفر شاہ پھلواروی،ادارۂ ثقافت اسلامیہ،کلب روڈ،لاہور،۱۹۸۳

۲۔ اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات،آئی اے ابراہیم محسن فارانی،دارالسلام،لاہور،۲۰۰۶

۳۔ اطلس القرآن،شوقی ابوالخلیل،دکتور،ترجمہ:محمد امین،حافظ،دارالسلام،لاہور ۲۰۰۳

۴۔ الفوزالکبیر،شاہ ولی اللہ دہلوی،ترجمہ محمد مہدی الحسنی،سید،قرآن محل،کراچی،س ن

۵۔ بائبل قرآن اور سائنس،موریس بوکائیے،ترجمہ:ثناء الحق صدیقی،المیزان،لاہور،۲۰۱۰

۶۔ برمودہ تکون اور دجال،عاصم عمر،مولانا،الحجرہ پبلی کیشن،کراچی،۲۰۱۰

۷۔ تخلیق کائنات،محمد طاہرالقادری،منہاج القرآن پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۰

۸۔ تذکرہ،المشرقی،عنایت اللہ خان،الحاج محمد سرفراز خان،متولی و منتظم علامہ ٹرسٹ،ج ا،س ن

۹۔ ثناء اللہ امرتسری،فضل الرحمٰن بن میاں محمد،دارالدعوۃ السّلفیہ،لاہور،۱۹۹۴

۱۰۔ حجۃ اللہ البالغہ،شاہ ولی اللہ،ترجمہ:محمد منظور الوجیدی،مولانا،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،س ن

۱۱۔ حقیقت قرآن،ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:زاہد کلیم،رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشن،راولپنڈی،۲۰۰۷

۱۲۔ دو قرآن،برق،غلام جیلانی،اسد پبلی کیشنز،لاہور،س ن

۱۳۔ سائنس کے پراسرار واقعات اور انکشاف،فضل کریم،ڈاکٹر،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۹

۱۴۔ عقل والوں کے لئے،ہارون یحییٰ،ترجمہ:تصدق حسین راجہ،ڈاکٹر،اسلامک ریسرچ سنٹر،لاہور،۲۰۰۱

۱۵۔ علم جدید کا چیلنج،وحیدالدین خان،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۸۴

۱۶۔ قرآن اور تخلیق کائنات،مخدوم زادہ،ابو محمد،مشتاق بک کارنر،لاہور،س ن

۱۷۔ قرآن اور جدید سائنس،حشمت جاہ،ڈاکٹر،سٹی بک پوائنٹ،کراچی،۲۰۰۹

۱۸۔ قرآن اور جدید سائنس،ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:ریحان شاہ،سید،بک کارنر شوروم،جہلم،۲۰۱۰

۱۹۔ قرآن اور جدید سائنس،فضل کریم،ڈاکٹر،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۸

۲۰۔ قرآن اور سائنسی دریافتیں،ذاکر نائیک،ڈاکٹر،ترجمہ:تصدق حسین راجہ،ڈاکٹر،رُمیل ہاؤس آف پبلیکیشن،راولپنڈی،۲۰۰۸

۲۱۔ قرآن حکیم اور علم نباتات،شہاب الدین ندوی،محمد،مولانا،مجلس نشریات اسلام،کراچی،۱۹۹۷

۲۲۔ قرآن حکیم کے معجزات،فضل کریم،ڈاکٹر،فیروزسنز لمیٹڈ،لاہور،۲۰۱۰

۲۳۔ قرآن فہمی کے قرآنی اصول وقواعد،اہل ذکروالقرآن بورڈ،ادارہ بلاغ القرآن،لاہور،۲۰۰۸

۲۴۔ قرآن کے جدید سائنسی انکشافات،،فضل کریم،ڈاکٹر،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۹

۲۵۔ قرآن کے سائنسی انکشافات،مخدوم زادہ،ابومحمد،مشتاق بک کارنر،لاہور،س ن

۲۶۔ قرآن مجید،محشیٰ بنام حدیث التفاسیر،عبدالستارمحدث دہلوی،دارالسلام کراچی،۱۹۸۲ا

۲۷۔ قرآنی حقائق اورجدید سائنس،سبطین رضا،مشتاق بک کارنر،لاہور،س ن

۲۸۔ کائنات اوراس کا انجام،،فضل کریم،ڈاکٹر،فیروزسنزلمیٹڈ،لاہور،۲۰۰۷

۲۹۔ کائنات قیامت کی دہلیز پر،محمدعبدالرشید،صاحبزادہ،بک کارنرشوروم،جہلم،۲۰۱۰

۳۰۔ مطالعہ قرآن،محمدحنیف ندوی،مولانا،ادارۂ ثقافت اسلامیہ،کلب روڈ،لاہور،۹۸۵

مقالے

۱۔ اختلاف رائے اوردین میں اس کی گنجائش

۲۔ اختلاف فقہا

۳۔ تفسیرقرآن میں قرآن سے استفادہ کے حدود

۴۔ قرآن،انسان اورچاند

۵۔ قرآن فہمی کے اصول

۶۔ قرآن میں مذکورستہ ایام کی سائنسی توضیح

۶۔ قواعداصولیہ میں فقہا کا اختلاف

۷۔ مولاناسیدابوالاعلیٰ مودودی بحیثیت مفسر

انٹرنیٹ

1. http://web.youngmuslims.cs

2. http://darulfatwa.org.au

3. http://www.tafsir.com

4. www.islamicmedicine.org

5. http://en.wikipedia.org

6. www.distancefromto.net

7. www.srh.noaa.gov

8. http://electronics.howstuffworks.com

9. http://www.webopedia.com

10. www.aladdinusa.com

11. http://library.thinkquest.org

12. http://wiki.answers.com

13. http://home.hiwaay.net

14. http://maseeh1.tripod.com

15. http://www.patentbuddy.com

16. http://worldwide.espacenet.com

17. http://chemistry.about.com

18. www.rense.com/general24/anger.htm

19. www.universetoday.com

انگریزی کتب

1. The End of the World, Dr. Muhammad al-'Areefi, Darussalam, Riyadh, KSA, 2010

2. The Unchallengeable Miracles of The Qur'an, Yusuf Al-Hajj Ahmed, Darussalam, Riyadh, KSA, 2010

3. Scientific Wonders on the Earth & in Space, Yusuf Al-Hajj Ahmed, Darussalam, Riyadh, KSA, 2010

4. Scientific Miracles in the Oceans and Animals, Yusuf Al-Hajj Ahmed, Darussalam, Riyadh, KSA, 2010